نوائے
افغان جہاد
ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ
جولائی ۲۰۱۸ء
اے شہیدو! تمہارا یہ احسان ہے!
آج ہم سر اٹھانے کے قابل ہوئے!
مرکزی جامع مسجد اسلام آباد لال مسجد

مفسرِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے گناہ کرنے والے! گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریں گے۔ اور پھر تم ہنستے ہو، تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے۔ اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے۔ اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے تو اُس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو، کیا تم جانتے ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چُوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کر دیا اور ان کا سارا مال ختم کر دیا تھا؟ ان سے چُوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہو رہا تھا، اس مسکین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوا دیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش میں ڈال دیا تھا“۔

ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱، ص ۳۲۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجاہد کی ایذا رسانی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی ایذا کی وجہ سے ایسے ہی غضب ناک ہوتے ہیں جیسے اپنے رسولوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے غضب ناک ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعا انبیائے کرام کی طرح قبول فرماتے ہیں"

(ابن عساکر)

جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۶

ذوالقعدۃ ۱۴۳۹ھ جولائی ۲۰۱۸ء

اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawai-afghan.blogspot.com

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

اس نظامِ بدی سے بغاوت کریں!!!

گیارہ سال قبل لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے اہلِ حق کی آواز اُٹھی، جنہوں نے پاکستان میں رائج مفسد اور باطل نظام سے کُلّی برأت اور بغاوت کا اعلان کیا...پرویز ملعون کی قیادت میں پاکستانی فوج، اُس کی خفیہ ایجنسیاں، وزیر مشیر، میڈیا، سرکاری ودرباری علما غرض پورا شیطانی نظام 'اِن اہلِ حق پر پل پڑا... گن شپ ہیلی کاپٹروں اور توپ خانے سے بم باریاں کی گئیں اور معصوم طلبہ وطالبات کو سفید فاسفورس سے جلا کر بھسم کر دیا گیا...ہزاروں طالبات کو لاپتہ کیا گیا...جامعہ حفصہ مسمار ہو گئی... تلاوت کرتے معصوم بچوں اور حفاظ کے خون سے مسجد، مدرسہ اور صفحاتِ قرآنی رنگین ہو گئے...ہزارہا کی تعداد میں مصحفِ کریم کے نسخے اوراحادیثِ مبارکہ کی کتب گندے نالوں میں بہادی گئیں...اور یہ سب کچھ کلمۂ طیبہ کے نام پر حاصل کیے گئے ملک ہوا... یہ شہدا اپنا فرض ادا کر کے رب کی رحمتوں میں چلے گئے... اوراپنے پیچھے ''شریعت یا شہادت'' کی بنیاد پر کھڑی ہونے والی مضبوط تحریک استوار کر گئے... اس سانحہ کے بعد ہی محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے نظامِ پاکستان کے خلاف جہاد کی آواز لگائی اور مجاہدین نے شیخ رحمہ اللہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس ابلیسی نظام کو بزور ختم کرنے اورڈھانے کے لیے جہاد کا آغاز کیا...

عموماًاس تاثر کو پھیلایا جاتا ہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں ہونے والے ظلم کا ذمہ دار صرف مشرف تھا...لیکن مجاہدین' علی وجہ البصیرۃ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ظلمِ عظیم کا ذمہ دار صرف مشرف نہیں تھا، مشرف کی حیثیت تو مُہرے سے زیادہ کی نہیں تھی...وہ اگرچہ آمر تھا لیکن اسی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے ایک پُرزے سے زیادہ اُس کی اہمیت نہیں تھی...اس نظام کو چلانے والوں نے وقت کی نزاکت اور حالات کا تقاضا دیکھ کر اُسے کھُل کھیلنے کا موقع دیا اور جب وقت اور حالات نے اُس کا مزید بوجھ سہارنے سے انکار کیا تو اپنے اُس مُہرے کو safe passage دلا کر بقیہ ماندہ زندگی عیش وعشرت میں گزارنے کے لیے کھُلا چھوڑ دیا...اس سانحہ کا اول سے آخر ذمہ دار یہی نظامِ بد (سرمایہ دارانہ جمہوری نظام) ہے جس کو واشنگٹن کے قصرِ ابیض کے حکم کے مطابق فوجی جرنیل چلاتے ہیں...شہدائے لال مسجد وجامعہ حفصہ نے اسی نظامِ بد کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے اور مسلمانوں کو اس سے نجات دلا کر شریعتِ مطہرہ کے بابرکت نظام کو قائم کرنے کی تحریک کی بنیاد رکھی اور مجاہدین ''شریعت یا شہادت'' کی اسی تحریک کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں...

اللہ سے بغاوت کی بنیاد پر قائم یہ پورا نظام ایک سلسلہ وار کڑی کی صورت میں چل رہا ہے...بدعنوان سیاست دان، ظالم جاگیر دار، سفاک سرمایہ دار، بے رحم بیورو کریٹ' یہ سب اس نظام کے مختلف کل پُرزے ہیں، جنہیں فوجی جرنیل اپنی مرضی ومنشا کے مطابق چلاتے اور ہانکتے ہیں...ان کل پرزوں میں سب سے زیادہ توجہ کا مرکز سیاست دان ہوتے ہیں کیونکہ اِنہی کے سپرد (بظاہر) نظام کو چلانے اور سنبھالنے کا کردار ہوتا ہے...ان کی ڈوریاں فوجی جرنیلوں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں، وہی اِنہیں منتخب کرتے ہیں، وہی چلاتے ہیں اور وہی جب چاہے نکال باہر کرتے ہیں... بدبخت جرنیلوں کی دلی آرزو اور تمنا تو یہی ہوتی ہے کہ اس نظام کو بلاواسطہ ہی چلائیں اور مارشل لا کی شکل میں سیاہ وسفید کے مالک بن کر بیٹھیں رہیں لیکن مشکل تب بن جاتی ہے جب اِن کی ہوس گیری پر مبنی پالیسیوں کی وجہ سے مسائل و مصائب کے گرداب میں پھنسی عوام بغاوت پر آمادہ نظر آتی ہے...تب یہ کسی ''سول سپریمیسی'' اور سلطانیٔ جمہور کے عَلَم بردار کو کٹھ پتلی کے طور پر آگے کرتے ہیں اور وہ اِنہی کی مرضی ومنشا کے مطابق نظام کو جاری وساری رکھتا ہے... عوام کو تھوڑا بہت 'ریلیف' فراہم کیا جاتا ہے، نئے خواب اور سہانے سپنے دکھائے جاتے ہیں اور یوں جرنیلی ٹولہ پردہ کے پیچھے بیٹھ کر اقتدار واختیار کے مزے لیتا رہتا ہے...اس ''سول سپریمیسی'' میں بھی دفاع، خارجہ، داخلہ اور خزانہ جیسے اہم امورِ سلطنت کا پورا نظم' براہِ راست جرنیلوں کی سرکردگی میں چلایا اور مرتب کیا جاتا ہے...کچھ ہی عرصہ میں سلطانیٔ جمہور کے کٹھ پتلیوں کے کرتوت اور لوٹ کھسوٹ کے سبب عوام کا پیمانۂ صبر لبریز ہونے کو آتا ہے تو ان کٹھ پتلیوں کو کرپشن اور بدعنوانیوں کے الزامات لگا کر میں تخت سے اتار کر تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے اور جرنیلی ٹولہ جدید انتظام وانصرام اور نئے مُہروں کو سامنے لے آتا ہے... بھٹو، بے نظیر، نواز، زرداری، گیلانی، شجاعت، عباسی اور عمران وغیرہ' ان سب کی حیثیت محض مُہروں کی سی ہے...ایک مُہرہ پِٹ جاتا ہے تو نئے مُہرے اپنی خدمات پیش کرتے قطار اندر قطار حاضر ہوتے ہیں اور اُن میں سے ایک کے کندھے تھپتھپا کر اپنا لیا جاتا ہے اور باقیوں کو ''اگلی واری'' کی

امید دلا کر reserve میں رکھ لیا جاتا ہے! جب یہ سارے مُہرے استعمال ہو جاتے ہیں تب تک عوام بے چاری بے حال ہو چکی ہوتی ہے، پھر کوئی بدخصال جرنیل اٹھتا ہے اور سارے مُہروں کو جیب میں ڈال کر اپنی مطلق العنان حکمرانی کا اعلان کر دیتا ہے...

پچھلے ۷۰ سال سے یہی شیطانی چکی چل رہی ہے اور پاکستانی قوم اس چکی میں پِس رہی ہے... سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو قائم کرنے اور چلانے والوں نے مسلمانوں کو نوچ نوچ کے کھایا ہے، نہ اُن کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت باقی رہنے دی ہے، نہ اُن کی دنیاوی خوش حالی و آسودگی کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے دیا ہے اور نہ ہی اُنہیں آخرت کی سرخروئی و فلاح سے بہرہ مند ہونے دیا ہے! اس شیطانی کھیل کو اِن دنوں بھی کھیلا جا رہا ہے... خائن فوجی جرنیلوں نے اگلی کٹھ پتلی کو تیار کر کے میدان میں اتار دیا ہے جہاں برائے نام قسم کا "انتخابی مقابلہ" ہوگا... کوشش یہی کی جائے گی کہ کٹھ پتلی کو سادہ اکثریت دلوا دی جائے وگرنہ دیگر منتخب لوٹوں کی مدد سے اُسے "کرسیٔ اقتدار" پر بٹھا دیا جائے گا اور اپوزیشن کی صورت میں ہمہ وقت اُس کی ٹانگیں کھینچنے والے گروہ کو بھی "جان کے لاگو" کے طور پر اُس کے لیے رکھا جائے گا... پھر جب اور جہاں کٹھ پتلی اپنے آقاؤں کے احکامات سے سرِ مو انحراف کرنے کا سوچے گی' اُسی وقت اپوزیشن کو ہلا شیری دے کر اُسے اُس کی اوقات میں واپس لایا جائے گا! عوام سمجھیں گے کہ "نیا پاکستان" بن رہا ہے جب کہ حقیقتاً جرنیلی مافیا اپنے امریکی آقاؤں سے وفاداری نبھاتے اور اُن کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہوئے وہی سات دہائیوں سے جاری چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہے گا اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتا رہے گا!

اس سارے منظر نامے میں ایک اور گروہ ہے جو "اسلامی جمہوریت" کے راگ الاپتے ہوئے میدانِ سیاست میں نکلتا ہے... یہ بے چارے بھی اسی نظام کے کل پرزے کے طور پر کام کرتے ہیں، اس طاغوتی اور باطل نظام کو ہر قسم کا سہارا دینے کے بعد یہ اپنے تئیں "اسلام کی خدمت" کا دم بھرتے ہیں... چونکہ یہ دین سے وابستہ گروہ ہے اس لیے دین ہی پر نشتر چلانے اور اسی کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرنے کا کام اپنے ذمہ لیے ہوئے ہے! یہی وجہ ہے کہ دھڑلے سے ایسی کفریات بکی جا رہی ہیں کہ "آج تلوار اور بندوق کی جگہ آپ کے ووٹ کی پرچی نے لے لی ہے"، "اس الیکشن میں پیسہ لگانا جہادِ اکبر ہے"، "الیکشن مہم میں کام کرنے والوں کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے"... اس شیطانی جمہوری نظام کو جواز فراہم کرتے کرتے یہ گروہ' دین ہی کا چہرہ مسخ کرنے پر تُلا بیٹھا ہے! حالانکہ اس نظام کی حقیقت کو یہ سب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں، اس کی دین دشمنی اور اسلام بے زاری سے بھی پوری طرح واقف ہیں، اپنی نجی مجلسوں اور محفلوں میں اس باطل نظام سے کسی قسم کی خیر برآمد ہونے کی بھی نفی کرتے ہیں لیکن پھر بھی محض درجن بھر سیٹوں کے حصول کی لالچ میں کتمانِ حق کا جرم بھی کرتے ہیں اور تلبیسِ حق و باطل جیسا ظلم بھی!

اس ساری صورت حال میں ہمارا پیغام یہی ہے کہ یہ نظامِ شر ہے! سر تا پا شیطانی اور ابلیسی نظام ہے! کفری آقاؤں کے مفادات کا تحفظ کر کے اپنی تجوریاں بھرنے والے خائن جرنیلوں اور بدقماش سیاست دانوں کے گٹھ جوڑ پر مبنی مفسد نظام ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ، حتی يُعبدَ اللہُ وحدَہ لا شريك لہ فرما کر ہمارے لیے واضح اور بیّن راہ عمل طے کر دی ہے! اسی راہ عمل کو شہدائے لال مسجد و جامعہ حفصہ اپنے پاکیزہ لہو کے چراغ جلا کر منور کیا ہے... اسی نبوی منہج کی طرف محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے پکار لگائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طریقِ مبارک پر تحریکِ جہاد گامزن ہے! یہ تحریکِ جہاد مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی آج سخت اور کٹھن ترین حالات کو جھیل رہی ہے... دین کے قیام و نفاذ کے لیے ایسے حالات سے گزرنا اور انہیں انگیز کرنا ہی پڑتا ہے... اس تحریک کو باذن اللہ اپنی منزل پر پہنچنا ہے! بس ضروری ہے کہ شرعی منہج اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے اور سکھائے ہوئے راستے سے قدم نہ ڈگمگائیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کی بدولت پوری استقامت و استقلال سے اس راستے پر جمے رہیں تو جیسے ماضی میں آدھی دنیا کو مسخر کرنے والا کمیونزم' دعوت، جہاد اور قتال کی برکتوں سے تاریخ کے اوراق میں گُم ہو گیا، اسی طرح سرمایہ دارانہ جمہوری و شیطانی نظام بھی فنا کے گھاٹ اُترے گا اور بالضرور اُترے گا! اس مبارک قافلے سے اللہ رب العزت نے إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ کا وعدہ فرمایا ہے... لال مسجد و جامعہ حفصہ کے شہدا نے بھی اِنہی دو حسنات کے حصول کے لیے "شریعت یا شہادت" کا نعرہ بلند کیا تھا اور تحریکِ جہاد سے وابستہ ہر مجاہد انفرادی و اجتماعی طور پر پورے عزم اور حوصلے سے اِن حسنات میں سے کسی ایک کے حصول کے لیے سرگرداں ہے... شہادتوں کی منزلیں بھی ہمارے لیے ہیں اور سعادتوں کے انعام بھی ہمارے لیے! باذن اللہ!

☆☆☆☆☆☆☆

زندگی کا گوشوارہ

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ کلام:

بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر فکرِ آخرت پیدا کریں۔ روزِ حساب آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وطن کی تیاری کی توفیق طلب کریں اور ایمان اور عملِ صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

ایک بہت بڑی غلطی کا ازالہ:

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعمالِ صالحہ کے معنی کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں عام لوگوں میں بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ اس لیے مجھے ہر بار تنبیہ کرنی پڑتی ہے۔ اعمالِ صالحہ سے یہ مراد نہیں کہ نفل عبادت زیادہ کریں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ ظاہر بات ہے کہ اس مالک کی تمام نافرمانیوں سے توبہ کرکے ہی اسے راضی کرسکتے ہیں، وہ مالک' تسبیحات اور نفل عبادات سے راضی نہیں ہوتا۔ نفل روزہ، نفل صدقات و خیرات یا اورادو وظائف سے راضی نہیں ہوتا۔ وہ مالک راضی ہوتا ہے تو صرف نافرمانیوں کو چھوڑنے کے بعد، حقوق اللہ حقوق العباد ادا کرنے اور فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی یکسر چھوڑنے سے راضی ہوتا ہے۔ اگر کوئی نوافل اور تسبیحات پر مداومت کرتا ہے لیکن فرائض ادا کرنے میں غفلت برتتا ہے یا ہر سال حج کرتا ہے، مساکین اور یتامیٰ کی اعانت و خبر گیری، مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی پر بے انتہا دولت خرچ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ رشوت بھی لیتا ہے، کم تولتا ہے یا ملاوٹ کرتا ہے، یا کسی اور طریقہ سے بندوں کے حقوق غصب کرتا ہے اور یقین کیے بیٹھا ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط پوری کردی تو وہ دھوکہ اور فریبِ نفس میں مبتلا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکہف:۱۰۴)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور بوجہ جہل کے اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں"۔

صوفیا نے تحلی بالفضائل سے پہلے تخلی عن الرذائل پر بہت زور دیا ہے۔ گناہوں کو ترک کرنا اور فرائض کو ادا کرنا اعمالِ صالحہ کی بنیاد ہے۔ جو اس پر کاربند ہوگیا اسے اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق نصیب ہوگا کہ نوافل اور اذکار کی توفیق اسے از خود ہوجائے گی۔ ذکرِ محبوب کے بغیر وہ رہ ہی نہیں سکتا۔ محبتِ الٰہیہ اس کے دل میں جاگزیں ہوجائے گی، گناہوں سے تائب ہونے کے بعد بقول حضرت مجذوب رحمہ اللہ یہ حالت ہوجائے گی:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

نفس اور شیطان نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ نفل عبادت کرتے جاؤ، گناہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ مشائخ اور واعظین بھی یہی بتاتے ہیں کہ فلاں تسبیح اور اتنے نوافل پڑھ لیجیے بس اعمالِ صالحہ پیدا ہوگئے۔ حرام اور سیئات سے بچنے کی حاجت نہیں سب کچھ کیے جاؤ۔

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اسی جہالت کی بنیاد پر بزعمِ خود نیک اور صالح لوگ غلط قسم کی رسوم اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں، بدعات تک کے ارتکاب سے نہیں چوکتے۔ افسوس یہ ہے کہ بتانے والے ہی نہ رہے، اللہ! اپنی جانوں پر رحم کھائیے، اس دن سے ڈریے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (الفجر:۲۴)

"انسان کہے گا کاش میں اس (اخروی) زندگی کے لیے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج دیتا"۔

اس چند روزہ زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت سمجھ کر وطنِ آخرت کی فکر کیجیے۔

رنگالے ری چنری گندھالے ری سی
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

یا اللہ! ہمارے قلوب کی کیفیت بدل دے، ہمیں عزم وہمت عطا فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت عطا فرما۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

وصل اللھم وبارک علی عبدک ورسولک محمدوعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعين ،اما بعد:

حدیث مبارکہ کی روشنی میں موضوعِ دعوت کیا ہونا چاہیے؟اس کے حوالے سے ہم گذشتہ نشست میں گفتگو کر رہے تھے...اور ہم نے لا الہ الا اللہ کی اہمیت کے حوالے اور لا الہ الا اللہ کی دعوت جو اساسی حیثیت ہے اس کے حوالے سے دو احادیث ذکر کی تھیں...ایک مزید حدیث دیکھتے ہیں اور اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،جو یہودی عالم تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا...روایت کرتے ہیں:

"ایک دن ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی میں کسی کو یہ پکارتے ہوئے سنا کہ:"اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله"تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"وانا اشهد واشهد ان لا يشهد بها احدا الا بري من الشرك"..."میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ،اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں...اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ جس کسی نے بھی یہ گواہی دی وہ شرک سے بری ہو گیا"...

(نسائی اور طبرانی کی حدیث ہے)

یہ حدیث مبارکہ بھی ہمیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اہمیت بتاتی ہے...اور یہ بتاتی ہے کہ جس نے صدقِ دل سے اس پر ایمان رکھا،اس کا اقرار کیا...اور اپنی عملی زندگی کو اس کے تقاضوں میں ڈھالا تو وہ شرک سے بری ہو گیا...یہ ایسا مبارک کلمہ ہے اور زندگی میں ایسا بابرکت انقلاب برپا کرتا ہے...ظاہر ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے معنی اور مفہوم واضح ہوں...اور جب انسان یہ کہہ رہا ہو تو عملاً بھی وہ اپنے آپ کو شرک سے ہر اعتبار سے بچا رہا ہو...ورنہ لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی اگر کوئی شرک کا مرتکب ہو گا،کفر کا مرتکب ہو گا تو اس کا کلمہ کہنا اس کو اس چیز سے بچا نہیں سکے گا... اس کی کفریہ یا شرکیہ حرکت اس کو دین سے نکالنے کا باعث بن جائے گی...الا یہ کہ پھر وہ توبہ کر لے اور پھر کلمہ پڑھ لے اور اسلام میں داخل ہو جائے...

جب بھی ایسی احادیث آتی ہیں تو مقصود یہی بات ہوتی ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر رہا ہو اور کوئی ایسا کام نہ کر رہا ہو جو اس کے عہد کو توڑ ڈالتا ہو...جو لا الہ الا اللہ کا وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے اس کو توڑ ڈالتا ہو اور ایمان کو ضائع کر دیتا ہو...یہیں سے بات آگے بڑھاتے ہیں...

ہم نے ذکر کیا تھا کہ دعوت کا بنیادی موضوع توحید اور توحید کی دونوں شاخیں،رسالت اور آخرت ہیں...

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ہمارے زوال کے زمانے میں اس موضوعِ دعوت میں کیسے تبدیلی آگئی اور ظاہری بات ہے کہ جب دعوت ہی تبدیل ہو جائے اور جب آپ کا پیغام ہی بدل جائے تو اس سے بڑی آپ کی زوال کی نشانی نہیں ہو سکتی...اور دشمن کی اس سے بڑی کامیابی نہیں ہو سکتی کہ وہ دعوت جس سے قیصر و کسریٰ کے تخت کانپا کرتے تھے اور جس سے یورپ کی طاقتیں گھبرایا کرتی تھیں ،وہ دعوت ہی تبدیل ہو گئی...اُس دعوت کا بنیادی مغز ہی بدل گیا...اور بغیر کسی ظلم و جبر کے ،ہم نے خود بخود اُس سے ہاتھ کھینچ لیے... اور اپنے آپ کو اِن دوسری چیزوں کی طرف پھر دیا...تو یہ ہماری کمزوری ہے اور اس کو دور کرنے کی ضرورت ہے...

ہم نے اس میں سے ایک تبدیلی کا ذکر کیا کہ ایک تبدیلی جو ہمارے معاشروں میں نظر آتی ہے...وہ یہ کہ دعوت جو ہے وہ اِن اساسی دعوت موضوعات سے ،لا الہ الا اللہ اور رسالت اور آخرت کی دعوت سے پھر کر،وہ صرف فروعی امور کی طرف پِھر گئی...دین کے اصولی امور سے فروعی امور کی طرف دعوت پِھر گئی اور فقہی اختلافات کو موضوعِ دعوت بنالیا گیا...اور جو اُن کا اصل مقام تھا اس کو اُن کو آگے لے جایا گیا...

موضوعِ دعوت کے اعتبار سے دوسرا جو انحراف آیا جس کا ہم نے مختصراً ذکر کیا...وہ اُن جماعتوں میں آیا جو جمہوریت کے اندر اُتریں... جنھوں نے مغرب سے اُس کا نظام اور اُس کے افکار ،اُن پر بغیر زیادہ غور و فکر کیے لے لیا یا غور و فکر کیا لیکن اُس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکے،اخلاص اور کوشش کے باوجود اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے...تو اُنہوں نے وہ نظام قبول کر لیا...اور خود اُس کا جزو بن گئے اور اُس کے اندر رہتے رہتے،اُس کے تحت اس کی حاکمیت کو برداشت کرتے کرتے،اِس وطنیت اور ریاست کی حاکمیت کو،جمہوریت کی حاکمیت کو ،سرمایہ دارانہ معیشت کی حاکمیت کو ،اِن سب چیزوں کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے،اس نظام کو،UNO اور اس کے تحت کھڑے نظام کو،امریکہ اور اس کی سربراہی میں کھڑے نظام کو،آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک اور اس کے تحت کھڑے نظام کو ،ایک حقیقت اور ایک فطری ارتقا کا،انسانی ترقی کا نتیجہ سمجھتے ہوئے اُنہوں نے قبول کر لیا...پھر اُس کے تحت رہتے رہتے قانون و آئین کے دائرے میں رہ کے کام کرنے کا راستہ اختیار کیا...

اِن جماعتوں کا منہج خود بتا رہا ہے،یہ رستہ خود بول رہا ہے کہ اِن لوگوں نے اپنی دعوت میں کسی نہ کسی جگہ مداہنت کا راستہ اختیار کیا... کسی نہ کسی جگہ لاشعوراً ہی سہی اپنی دعوت کے کچھ بنیادی اجزا چھوڑے ہیں، تبھی اِس نظام کے نیچے رہ کر یہ کام ہو پا رہا ہے... ورنہ تو اسلام کی یہ فطرت نہیں ہے کہ اسلام کفر کی حاکمیت قبول کر لے...اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ:...

الاسلام يعلوا ولا يعلى عليه

''اسلام بلند ہوتا...اسلام سے بلند تر کوئی چیز نہیں''...

تو اسلام 'کفر کی حاکمیت کے غلبے کو قبول نہیں کرتا! اسلام اس لیے آیا ہی نہیں ہے! اسلام اس لیے بنا ہی نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کی حاکمیت تلے اپنا نظام چلا رہا ہو، اپنی بات کر رہا ہو! وہ تو لا الہ سے شروع ہوتا ہے! وہ تو ان سب جھوٹے خداؤں کے انکار سے شروع ہوتا ہے! تو اِن جماعتوں کے اندر بھی جو موضوعِ دعوت میں تبدیلی آئی...ایک تو بہت بڑی تبدیلی کا جز تو یہی ہے کہ اُنہوں نے نظام کو ڈھانے کے بجائے 'غیر اللہ سے اخذ کردہ نظام، غیر اللہ کے بتائے ہوئے اور بنائے ہوئے نظام کو ڈھانے کی دعوت کے بجائے، لا الہ الا اللہ کا جو پہلا تقاضا تھا کہ اس طاغوت کا انکار کیا جائے...اُنہوں نے اُس طاغوت کا انکار کرنے کے بجائے اُسی کے تحت رہتے ہوئے، اُس سے مصالحت کرتے ہوئے، اُسی کے ساتھ مل کر دین کے جو باقی ماندہ احکامات بچ جاتے ہیں اُن کو زندہ کرنے کی کوشش کا کام شروع کیا...

یہ پہلی مداہنت تھی یا موضوعِ دعوت میں پہلی تبدیلی ہے جو ان جماعتوں کے ہاں آئی...

دوسری تبدیلی...جب اُنہوں نے اِس پوری سرمایہ داری کی فکر کو قبول کیا، مغرب کے فکری حملے کے سامنے وہ کھڑے نہیں ہو سکے...تو بجائے اِس کے کہ وہ لا الہ کی طرف دعوت دیتے، بجائے اس کے کہ وہ پوری زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی احیا کی دعوت دیتے، بجائے اس کے کہ اُن کی دعوت کا اصل موضوع آخرت کی طرف توجہ رکھنا ہوتا اور انسانیت کو آخرت کی یاد دلانا ہوتا، اُن کی اصل دعوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا احیا ہوتا انفرادی یا اجتماعی ہر سطح کے اوپر اور اُن کی اصل دعوت لا الہ الا اللہ کے تقاضوں کو پورا کروانا ہوتا انفرادی اور اجتماعی سطح پر...اُن کی دعوت یہ بن گئی کہ انسانوں کی دنیاوی ترقی...یعنی سڑکیں بنوانا، کھمبے لگوانا، لائٹیں لگوانا، ڈیم تعمیر کروانا، پارک بنوانا، نہریں بنوا کے دینا، اکنامک ترقی کروانا...یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے گرد اُن کی دعوت گھومنے لگی اور آپ کسی بھی دینی جماعت کو جو سیاست کے اندر اُتری ہوئی ہے 'الیکشن کے دنوں کے اس کی گفتگو سنیں...وہ اپنے پیچھے عوام کو کن باتوں کے ذریعے چلاتے ہیں؟ کیا چیزیں ہیں جن کی وجہ سے عوام اُن کے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں؟ تو آپ کو اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ جن بنیادوں پر انبیاء کے متبعین اُن کے پیچھے چلتے تھے 'وہ اُن بنیادوں پہ نہیں چل رہے ہوتے ہیں!

انبیاء نے جب وعدے کیے تو آخرت کے وعدے کیے، انبیاء نے جب ساتھ چلایا تو بنیادی طور پر آخرت کو اُن کا 'ھی دار القرار ٹھکانہ قرار دیا...اور دنیا کو صرف ایک گزر گاہ قرار دیا...لوگ اُن کے پیچھے چلے تو آخرت کے بدلے کی تلاش میں چلے...اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بیعت عقبہ کا معاملہ آیا، جب اتنا تاریخی مرحلہ تھا اسلام کی تاریخ میں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بارہ، تیرہ سال مستقل ظلم سہا، اس راستے میں شہادتیں ہوئیں خون دیا، نہ ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہ مقابلہ کرنے کی اجازت، ظلم ظلم اور بس ظلم! ایک طرح کا جمود سا آ گیا کہ اس زمین نے جتنی چیزیں اُگلنی تھیں وہ اُگل دی، اُس سے آگے بھی بات نہیں بڑھ رہی...ایسے اضطراب اور پریشانی کی کیفیت میں انصارِ مدینہ اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ ہاں ہم آپ کی حفاظت کرتے ہیں...تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ ایک سوال پوچھتے ہیں کہ اس سارے عمل کے بدلے میں، یہ جو ہماری بیویاں بیوہ ہوں گی، ہمارے بچے یتیم ہوں گے، ہمارا علاقہ تباہ ہو گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ساری دنیا کی دشمنی مول لیں گے...اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟ تو وہ اس کے بدلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اُن سے پلاٹ دینے کا وعدہ کرتے ہیں، نہ اُن سے گریڈ کا وعدہ کرتے ہیں، نہ اُن سے اُن کی سڑکیں پکی ہونے کا وعدہ کرتے ہیں، نہ اُن کی معاشی ترقی کا وعدہ کرتے ہیں...اُن سے ایک ہی وعدہ فرماتے ہیں: ''الجنة''...اِس کے بدلے میں جنت ملے گی! تو یہ ایک ہی وعدہ ہے جس پر صحابہؓ کیا فرماتے ہیں؟

لا نقيل ولا نستقيل

''نہ یہ معاہدہ ہم توڑیں گے یہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر لیا...اور نہ ہی میں اس کو پورا کرنے کے اندر کوئی کمی دیکھائیں گے''...

یہ وہ اساس ہے جس کے اوپر ایک مسلمان کا جو محرک ہوتا ہے اور اس کی دعوت کا جو بنیادی نقطہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کو سنوارنا، آخرت کی فکر کرنا، دنیا اور آخرت کا تعارض آئے تو آخرت کو مقدم رکھنا....یہ وہ دعوت جس کے گرد گھوم رہی ہوتی ہے!

لیکن جب الیکشن لڑنا ہو تو آپ لوگوں کو اس بنیاد پر تھوڑی چلا سکتے ہیں کہ آپ لوگوں کو کہیں کہ جب میں حکومت میں آؤں گا جنت کے راستے پر ڈالوں گا! اس لیے کہ جب آپ عوام کی رغبتوں کے پیچھے چلیں گے، جب آپ اُن کو ہی خدا مان لیں گے پھر تو اُنہی کی رغبتوں، اُنہی کی خواہشوں کی پیروی کرنا پڑے گی...تو آپ اُن سے کہیں کہ میں اقتدار میں آ کر مسجدیں بنواؤں گا، میں اقتدار میں آ کر مدارس کھولوں گا، میں اقتدار میں آ کر منکرات کا خاتمہ کروں گا، سنیماؤں کو بند کر دوں گا، فحاشی کے اڈے ختم کراؤں گا، اور عورتوں پر بے پردہ پھرنے پر پابندی لگے گی، اقامتِ صلوٰۃ ہو گی، زکوٰۃ نافذ ہو گی...یہ سب کچھ اُنہیں بتائیں گے تو آپ کو ایک ووٹ دینے والا آپ کا رشتہ دار بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے گا...تو وہاں ووٹ کس بنیاد پر ملتا ہے؟ اسی بنیاد پر ملتا ہے کہ ہمیں اس کے بدلے کیا ملے گا...اور لوگ اسی بنیاد پر ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کہ ہمیں اس کے بدلے کیا ملے گا...اس بندے نے ہمارے علاقے میں کتنا ترقیاتی کام کروانا ہے؟ اس پر سب کچھ کھڑا ہوتا ہے...تو مادی

معاشی اور دنیاوی فوائد ہیں، جس کی دعوت کے اوپر یہ ساری جماعتیں گھومنا شروع ہو گئی ہیں لاشعوری طور پر...دن بدن جیسے جیسے یہ جمہوریت میں اُترتی گئیں تو پہلے دعوت اس کی ہوتی تھی کہ جمہوریت کے ذریعے اسلام آئے گا...اور اصل بات اسلام کی ہو رہی ہوتی تھی، آہستہ آہستہ وہ اسلام کی بات غائب ہو گئی...اب جمہوریت 'بذاتِ خود مقصود بن گئی...اور عام سی بات ہے کہ ایسی جماعتوں کی قیادتوں کی زبان سے آپ کو ان کی پوری کی پوری تقریر میں اسلام کا لفظ نہیں ملے گا!ذاتی طور پر میں جن جن جلسوں کے اندر شریک رہا ہوں... آپ یہ فرق نہیں کر سکتے کہ یہ جلسہ پیپلز پارٹی کا ہے، مسلم لیگ کا ہے یا یہ کہ کسی دینی جماعت کا جلسہ ہے...اس میں فرق صرف اس سے ہوتا ہے کہ اُس نے داڑھی رکھی ہوتی ہے...فرق اس سے ہوتا ہے کہ جلسہ بسم اللہ کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور آخر پر صلوٰۃ والسلام کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے یا شروع میں تلاوت قرآن کا اہتمام ہو جاتا ہے...لیکن درمیان میں جو پیغام دیا جا رہا ہوتا ہے وہ سارا یہی ہوتا ہے کہ ہم پچھلی دفعہ جب آئے تھے تو ہم نے آپ کے لیے یہ چیز بنوائی تھی، ہم نے آپ کو یہ چیز بنا کر دی تھی، آپ کے لیے فلاں سکول کھولا تھا، آپ کے لیے فلاں ترقیاتی کام کروایا تھا اور لوگ بھی اس لیے پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے ہیں...

تو پیارے بھائیو!موضوعِ دعوت کے شروع ہی میں انحراف آگیا اور یہ اساسی انحراف ہے!جب یہ آجائے تو تحریک کی پٹری ہی بدل جاتی ہے، اُس کی سمت ہی کسی اور طرف چلی جاتی ہے!اس ساری بات سے یہ مفہوم دینا مقصود نہیں ہے کہ اسلام آئے گا تو لوگ معاشی اعتبار سے برباد ہو جائیں گے یا اسلام آئے گا تو لوگوں کی دنیا خراب ہو جائے گی...

لیکن زمین وآسمان کا فرق ہے کہ ایسے دین اور ایک ایسی دعوت کے درمیان کہ جو بالاصل آخرت سنوارنے کی دعوت دیتی ہے، اُس کو اصل گھر قرار دیتی ہے اور دنیا ضمناً اُس پر عمل سے سنورتی جاتی ہے اور ایک ایسی دعوت میں جس کا مقصود دنیا ہے، مقصود سرمایہ ہے، مقصود پیسہ ہے، مقصود یہی سب کچھ ہے اور ضمناً اُن کی پہچان یہ بھی ہے کہ وہ دینی بھی ہیں!تو اِن دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے!دونوں کے اہداف ہی فرق ہیں، دونوں کے مقاصد ہی فرق ہیں، دونوں کا ذوق اور دونوں کی روح ہی فرق ہے!اِن دونوں کو ایک قرار نہیں دیا جا سکتا!ورنہ ہمارا ایمان ہے اور یہ محض ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں بلکہ ہمارے ایمان کا جز ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیتیں نازل کیں اور ان چیزوں کو واضح کیا، ہم اس کا انکار کر ہی نہیں سکتے!کہ اس دین پر عمل سے ہی انسانیت کی آخرت اور دنیا دونوں سنورتی ہیں...ہاں مقصود آخرت ہوتی ہے!

اگر اس وقت دنیا میں فساد ہے تو ہمارے نزدیک اس کی ایک ہی بنیادی وجہ کہ انسانیت نے اپنے رب سے منہ پھیرا ہوا ہے...اور اگر اُمت ذلیل ہے تو اس کی بھی ایک ہی بنیادی وجہ ہے کہ اُمت نے اپنے رب سے منہ پھیرا ہوا ہے، اپنے دین پر عمل سے منہ پھیرا ہوا ہے...ورنہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام آتے ہیں اور آکر فرماتے ہیں کہ:...

> فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ میں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو...اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا وہ معاف کرنے والا ہے...يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (استغفار کا ثمرہ کیا ہو گا کہ) وہ آسمان سے رحمتوں کے، بارش کے خزانوں کے دروازے تمہارے اوپر کھول دے گا...وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ اور تمہیں مال بھی دے گا...وَّ بَنِيْنَ اور تمہیں اولاد بھی دے گا...وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور وہ تمہارے لیے باغات بھی اُگائے گا...وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور تمہارے لیے نہریں بھی جاری کرے گا...

لیکن کتنا فرق ہے ذوق میں!یہ نہیں کہا جا رہا کہ میں تمہیں یہ دوں گا!میں تمہیں یہ دوں گا وہ دوں گا!میں تمہیں یہ بنا کر دوں گا!اور نہ مقصود وہ ہے...بلکہ اصل میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کی دعوت ہے اور اس کا ثمرہ ہے اس کے اوپر انعام یہ مرتب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ذریعے انسانوں کے لیے اُن کی دنیا کے معاملات درست کر دیتا ہے...وہ زمین جو بانجھ ہو جاتی ہے اس کا بانجھ پنا دور کر دیتے ہیں، اپنی رحمت سے اس کو زندہ کر دیتے ہیں، نہروں کو زندہ کر دیتے ہیں...جتنا عدل زمین پر قائم ہوتا، جتنا زمین پر انصاف قائم ہوتا، اللہ تعالیٰ کی ایک حد زندہ ہوتی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ چالیس دن بارش ہونے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک حد زمین پر نافذ کی جائے...ایک حد صرف!اس لیے کہ وہ حد جو زمین میں برکات لے کر آتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک حکم زندہ کرنے سے جو برکات پیدا ہوتی ہیں!اسی طرح بالعکس ہے...ایک حکم دور ہوتا ہے، ایک بے نمازی کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ اس کی نحوست چالیس گھروں تک جاتی ہے...تو جو معاشرہ بے نمازیوں سے بھرا ہوا ہے...اللہ تعالیٰ کی حدود ہی حدود ٹوٹ رہی ہوں، کیسے وہاں پر معاشی اعتبار سے امن و امان آسکتا ہے؟کیسے وہاں سکون ہو سکتا ہے؟اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ:...

> وماحكموا بغير ما انزل الله الا فشا فيهم الفقر
>
> ”جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرتی ہے...تو ان کے اندر فقر پھیل جاتا ہے، غربت پھیل جاتی ہے“...

تو اس غربت کو اقوام متحدہ کی رپورٹوں سے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے...بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ڈھونڈنے کی ضرورت ہے...اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ڈھونڈنے کی ضرورت ہے...

(بقیہ: صفحہ ۹ پر)

فرانس سے بنگال...شاتمین رسول کا تعاقب

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ،اما بعد:

جنگِ اُحد میں جب شریعت کے دشمنوں نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرف سے گھیر لیا...آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی "من رجل یشری لنا نفسہ"...کوئی ہے جواں مرد جو آج ہمارے لیے اپنی جان کا سودا کردے؟حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ انصار صحابہ کے ہمراہ کھڑے ہوگئے کہ آج ناموسِ رسالت پر قربان ہونے کا دن تھا،آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کا دن تھا،آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت پر جان کے بدلے اللہ تعالیٰ کی جنتیں حاصل کرلینے کا دن تھا...ایک کے بعد ایک شمعِ رسالت کا پروانہ قربان ہوتا رہا،آخر میں زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے،زخموں سے چُور کردیے گئے لیکن جب تک پاؤں میں کھڑا ہونے کی سکت رہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے،یہاں تک کہ زخموں سے چُور ہوکر گر پڑے،صحابہؓ نے آکر اٹھایا،رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"زیاد کو میرے قریب کرو"...صحابہؓ نے اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں کردیا،اُن کے گال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر تھے کہ شہید ہوگئے...

یہ ام عمارہؓ ہیں،جو عورت ذات ہوکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر خود کو قربان کرنے کے لیے لہولہان ہورہی ہیں...کبھی دائیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتی ہیں،کبھی بائیں سے،اپنے جسم کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے لیے ڈھال بنادیا ہے،بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اِن شریعت کے دشمنوں پر یلغاریں کررہی ہیں،جو شمعِ رسالت کو بُجھانا چاہتے ہیں...

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا،ان کے جسم پر تلواروں،نیزوں اور تیروں کے ستر سے زیادہ زخم تھے...آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے ان زخموں کو سہلاتے جاتے اور اللہ کے حکم سے یہ زخم اس طرح ٹھیک ہوتے جاتے جیسے کچھ تھا ہی نہیں!

اور ابو دجانہؓ کو تو دیکھئے!کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو اپنے جسم سے ڈھانپ لیا ہے کہ کوئی تیر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو نہ لگ جائے،کوئی زخم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو نہ لگ جائے...سارے تیر اپنے جسم میں پیوست کرارہے ہیں!

اسی جنگِ اُحد میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر شیطان نے اُڑادی...چنانچہ یہ خبر مدینہ بھی پہنچ گئی،پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آئے،ایک صحابیہ کو بتایا گیا کہ تمہارا والد شہید ہوگیا!اُنہوں نے کہا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟اُنہیں بتایا گیا کہ تمہارا بھائی شہید ہوگیا!اُنہوں نے بے تاب ہوکر پوچھا کہ میرے آقا کا حال سناؤ!پھر اُنہیں بتایا گیا کہ تمہارا شوہر بھی شہید ہوگیا!کہنے لگیں:آقا کی خبر دو!بتایا گیا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں!اِن صحابیہ نے کہا:مجھے دکھاؤ!اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا...تو فرمایا:

کل مصیبۃ بعدک جلل یارسول اللّٰہ!

"آپ کو ٹھیک دیکھ لینے کے بعد،آپ کو خیر سے دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے،اب کوئی مصیبت 'مصیبت' نہیں!!!"

تمام تعریفوں کے لائق ایک اللہ ہی ہے!جس نے آج بھی امت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں ایسے عاشقانِ رسول پیدا کیے ہیں،جو اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کررہے ہیں!فرانس،ڈنمارک،بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ میں گستاخانِ دین اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عبرت ناک انجام سے دوچار کررہے ہیں...جس کی خبر سن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے سینے ٹھنڈے ہوتے ہیں اور منافقین کے دل جلتے ہیں!

اللہ تعالیٰ کی مدد سے القاعدہ برصغیر کے مجاہدین نے اپنے یمنی بھائیوں کی طرح کئی گستاخانِ رسول اور گستاخان شریعت کو واصلِ جہنم کیا ہے...کراچی میں ڈاکٹر شکیل اوج،انیقہ ناز اور بنگلہ دیش میں احمد رجب حیدر،راج شاہی یونی ورسٹی کا زندیق پروفیسر اجیت رائے کو القاعدہ برصغیر کے مجاہد نے گوشت کے ٹوکے سے ہی کاٹ کر رکھ دیا اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس عالمی قوتوں کو ایک بار پھر بتادیا کہ

؎ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

الحمدللہ!یہ کارروائیوں کا ایک سلسلہ ہے جو القاعدہ کی مختلف شاخوں نے امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ہدایت پر اور شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ کی پسند کو پورا کرنے کی غرض سے شروع کیا ہے...اسی طرح رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی شریعت پر القاعدہ برصغیر کے ایک اور بنگلہ دیشی نوجوان برادرم سلمان بھی اپنی جان قربان کرگئے...سلمان بھائی کو سرزمین خراسان میں اُنہی قوتوں نے ڈرون میں شہید کیا،

جنہوں نے فرانسیسی رسالے کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے پیرس میں لانگ مارچ کیا تاکہ دلوں کے نابینا اس جنگ کی حقیقت کو سمجھ جائیں کہ یہ جنگ وزیرستان تا چارلی ایبڈو ایک ہی جنگ ہے! خواہ یہ ڈرون سے لڑی جائے یا چارلی ایبڈو کے قلم سے! آئی ایم ایف اور عالمی بنک کی پالیسیوں کے ذریعے لڑی جائے یا اقوام متحدہ کے کفریہ چارٹر کو مسلم ممالک پر مسلط کرکے، کیری لوگر بل کے ذریعے لڑی جائے یا سرکاری مفتیوں کے سیاہی اگلتے قلم کے ذریعے، نریندر مودی کی خون ٹپکاتی زبان کے ذریعے لڑی جائے یا مسلمانوں کو زندہ جلا دیے جانے کے ذریعے سے، یہ ایک ہی جنگ ہے!!! جس کی ڈوریں پردے کے پیچھے بیٹھے عالمی جادوگر، عالمی ساہوکار، عالمی بنک کار یہودی ہلا رہے ہیں!

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو! آج پھر کفارِ عالم نے تمہارے نبی کی ناموس کو للکارا ہے! امریکہ اور یورپ میں بیٹھے یہودیوں نے جو تکلیف تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی ہے اور تمام اتحادیوں نے اکٹھے ہو کر اس رسالے کی حمایت میں مارچ کرکے یہ بتادیا ہے کہ اس نظام کا ہر حکمران بالواسطہ یا بلاواسطہ اس میں شریک ہے!

اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دَم بھرنے والو! آج بھی اگر دل کے کانوں سے سنو تو اُحد سے آوازیں آرہی ہیں: من رجل یشری لنا نفسہکہ کون ہے جو ہماری ناموس کی خاطر اپنی جان کا سودا کردے! تو کیا کوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر خود کو قربان کردے؟ کہاں ہیں امت کی وہ مائیں 'جو اپنے بیٹے کو اپنے نبی پر قربان ہونے کے لیے جہاد پر روانہ کریں؟ کہاں ہیں وہ بہنیں جو اپنے آقا کی عزت پر اپنے بھائیوں کو غیرت دلائیں؟ جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی خاطر فرانس اور امریکہ کے گستاخوں پر فدائی کے لیے خود کو پیش کریں! ان گستاخوں کو جہاں پائیں قتل کریں، خواہ وہ کسی خنجر یا چھُری ہی سے کیوں نہ ہو! اور قیامت کے دن اُن عاشقان رسول میں اپنا نام لکھوالیں جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جان قربان کرکے دنیا کو بتاگئے کہ

جب عشقِ نبی میں دیوانے ہر عہد میں قرباں ہوتے ہیں
کوثر سے ضیافت ہوتی ہے، فردوس میں مہماں ہوتے ہیں
احساس خوشی کے دھاروں کا، کیا کہیے عشق کے ماروں کا
کچھ اور لذائذ ملتے ہیں، جب خون میں غلطاں ہوتے ہیں
کچھ تیر جگر پہ لگتے ہیں، کچھ آگ سے چشمے بہتے ہیں
تب جاکے تقرب ملتا ہے، وہ ہم پہ مہرباں ہوتے ہیں

وآخردعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: توحید باری تعالیٰ... سلسلہ دروس احادیث

تو یہ ہمارا ایمان ہے کہ اس دین پر عمل کریں گے تو مقصود آخرت ہو گی، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ ثمرہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کا انعام یہ دیں گے کہ دنیا کو بھی درست فرمادیں گے! یہ رب کی دنیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرکے کوئی سکون نہیں پاسکتا! اس میں اللہ تعالیٰ سے نافرمانیاں کرکے کوئی سکون نہیں پاسکتا! کوئی اپنی زندگی کو درست نہیں چلا سکتا! ایک بدمعاشوں کا گروہ امن پائے گا اور باقی سب کی زندگیاں برباد ہو جائیں گی! جو اس وقت دنیا میں حالت ہے کہ ایک ملک ہے جس نے ساری دنیا کا امن برباد کرکے رکھا ہوا ہے، ساری دنیا میں فساد Export کر رہا ہے، ساری دنیا کے اندر قتل وغارت کے بازار گرم کر رہا ہے، یہ ایک ملک ہے صرف امریکہ! اس کے قیام کی کوئی نشانیاں پڑھے اس کی تاریخ پڑھ لے تو اس کو اندازہ ہو جاتا ہے واقعتاً جب اللہ تعالیٰ کے دین کے ہاتھ میں حاکمیت نہیں ہوتی تو زمین میں کیسا فساد ہوتا ہے...

تو اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے میں ہی انسانیت کو بطورِ انسانیت فلاح ہے اور اس اُمت کی فلاح ہے... اِسی میں اِس اُمت کی سربلندی ہے... مقصود یہ دوسرا نقطہ تھا جس پر بات آج مطلوب تھی کہ یہ دوسرا انحراف ہے کہ جو موضوعِ دعوت کے اندر آیا... جو ایسی جماعتوں کے اندر آیا جو جمہوریت کے اندر اتر گئیں اور انہوں نے اپنی دعوت 'آخرت کی دعوت رسالت کی دعوت، توحید کی دعوت کو چھوڑ کے دنیا کی دعوت اور دنیاوی ترقی کی دعوت اور سرمایہ میں اضافہ کی دعوت وہ دینے لگیں... اور اسی لیے ایسی جماعتوں کا وجود جب تک وہ اس نظام کی کے اندر رہ رہی ہیں، اس کے تحت رہ رہی ہیں 'تو وہ نظام کو گرانے کا ذریعہ نہیں ہے! ایک اعتبار سے وہ اس نظام کو تقویت اور مضبوطی کا ہی ذریعہ ہے! ایسی جماعتوں سے منسلک ہر فرد کے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ جو دعوت انبیاء لے کر آئے تھے اس دعوت کی طرف واپس پلٹیں! اور اُسی دعوت کے اوپر ایک دفعہ پھر اپنی تحریک کو استوار کرے اور اپنے آپ کو اسی سے جوڑے اور انسانیت کو بھی اس صاف ستھری پاکیزہ اور انقلابی دعوت کی طرف بلانے والا بن جائے!

یہ وہ دو بنیادی انحراف ہیں کہ جو موضوع دعوت کے اندر آئے... اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں توفیق دیں کہ ہم لا الہ الا اللہ کا مقام و مرتبہ پہچانیں اور اس کو اپنی زندگیوں میں زندہ کرنے والا بن جائیں... آمین

سبحانك اللھم وبحمدك نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرك ونتوب الیك

وصلی اللہ علی محمد و آلہ وصحبہ اجمعین... برحمتك یا ارحم الراحمین

☆☆☆☆☆

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ
ترجمہ: ام ہمام

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، سلامتی اور برکتیں ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صالح اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین پر۔

کفار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے کے لیے جو جواز پیش کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے رئیس یا سردار کو کیوں نہ بناتا، تاکہ لوگ اس کی بات توجہ سے سنتے اور اس کے اثر و رسوخ اور معاشرے میں اس کے مقام کی وجہ سے جلد اس کے مطیع ہو جاتے۔ ان کی اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کچھ یوں ذکر کیا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (زخرف: ۳۱)

"اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر ان دو بستیوں میں سے"۔

یہ کفار کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (الانعام: ۱۲۴)

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کہاں بھیجے رسالت اپنی"۔

کفار کی طرف سے بتائے گئے رسالت کے مجوزہ امیدواروں میں سے ایک عُروہ بن مسعود ثقفی تھے جن کا تعلق طائف سے تھا۔ سالوں بعد ایک مہم میں کفار مکہ نے عُروہ بن مسعود ثقفی کو بطور ایلچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے بھیجا تاکہ وہ ان سے معاہدے کے لیے مذاکرات کریں جو بعد میں معاہدۂ حدیبیہ کے نام سے معروف ہوا۔ (گو کہ وہ معاہدے کی شرائط طے کرنے میں ناکام رہے تھے اور معاہدہ بعد ازاں ایک اور ایلچی سہیل بن عمرو کے ساتھ طے کیا گیا)۔ کفار کے نمائندے کی حیثیت سے جب عروہ بن مسعود حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے پڑاؤ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئے تو انہیں محسوس ہوا کہ گویا وہ کسی دوسری دنیا میں قدم رکھ رہے تھے۔

عروہ بن مسعود ثقفیؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آئے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے ایسے مناظر دیکھے جنہوں نے انہیں حیران و ششدر کر کے رکھ دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابہ کرامؓ آگے بڑھ کر وضو کا وہ پانی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ٹپکتا تھا، اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر مل لیتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل کی جا سکے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بال جسمِ اطہر سے گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کو لپکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ سرعت کے ساتھ اس کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔

جب عروہ بن مسعود ثقفیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے تو وہاں ایک زرہ پوش جوان بھی کھڑا تھا۔ جب کبھی عروہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو تھامنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے تو یہ جوان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا تھا، عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنی تلوار کے دستے سے ضرب لگاتا اور کہتا تھا: "اپنے ہاتھ دور کھینچ لو اس سے پہلے کہ یہ تمہارے پاس واپس نہ لوٹ سکیں"۔ اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: "میرے خیال میں یہ شخص آپ لوگوں میں سے سب سے برا، سخت اور درشت ہے، آخر کون ہے یہ؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: "یہ تمہارا بھتیجا ہے، مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔ یہ عروہ بن مسعود کے بھتیجے تھے لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان پر جاں نثاری کا جذبہ اس قدر تھا کہ انہوں نے اپنے چچا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی چھونے کی بھی اجازت نہ دی۔ عروہ بن مسعود کو اس بات سے لازمی طور پر صدمہ پہنچا۔

ذرا اپنے آپ کو اس معاشرے میں لے جائیے، خود کو ان کی جگہ تصور کیجیے اور سوچئے جیسے وہ سوچا کرتے تھے اور ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے جو ان لوگوں کے ارد گرد تھے۔ یہ ایک قبائلی معاشرہ تھا جہاں قبیلہ اور خاندانی رشتے ہی سب کچھ تھے اور عروہ بن مسعود یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ اسلام نے کس طرح ان کے بھتیجے کی کایا پلٹ دی اور وہ کیسے ان کے ساتھ پیش آ رہا تھا! عروہ بن مسعود جب قریش کی طرف واپس لوٹے تو ان کو بتایا:

"اے گروہِ قریش! میں نے دنیا کے بادشاہوں کی زیارت کی ہے، میں نے قیصر و کسریٰ سے ملاقاتیں کی ہیں اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے تابع فرمانوں کو اپنے قائد کے لیے اتنا فدا کار نہیں پایا جتنا صحابہ کرامؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جان نثار کرنے کے جذبوں سے معمور پایا ہے اور میں نے کبھی کسی بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں ایسی اطاعت نہیں دیکھی جیسی صحابہؓ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھی۔ جب بھی وہ ان کو کوئی حکم دیتے تو وہ دوڑ کر اس کی تعمیل کرتے تھے اور جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مخاطب ہوتے تو وہ یوں خاموش ہو جاتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ان کے بولنے سے اُڑ جائیں گے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ دوڑ کر جسم اطہر سے گرنے والے پانی کو حاصل کرتے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بال گرتا تو سبھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ پس اے قریش کے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم

لوگوں کو ایک پیش کش کی ہے اس کو قبول کرلو، کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ
ان کے جاں نثار کبھی اس کا ساتھ چھوڑیں گے!!''

یہ وہ تاثر تھا جو کفار اہلِ ایمان کے بارے میں رکھتے تھے کہ وہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور کبھی ان کو دغا نہیں دیں گے اور نہ تنہا چھوڑیں گے بلکہ آخری آدمی تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے جنگ کریں گے۔ مگر اب وقت تبدیل ہو چکا ہے! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت تھا اور وہ عروہ بن مسعود کی گواہی تھی... جب کہ آج حالات یکسر مختلف ہیں۔

کچھ عرصہ قبل اللہ کی کتاب کو کچھ امریکی فوجیوں نے بطورِ مشق ہدف کے طور پہ استعمال کیا اور یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ ایک مسلمان ملک میں جو کہ اسلامی دنیا کے قلب میں واقع ہے۔ پھر کیا ہوا؟؟؟ اسلامی دنیا کی طرف سے ردعمل خاموشی تھی!!

اس سے پہلے جب ڈنمارک میں کارٹونوں کی اشاعت کا قضیہ وقوع پذیر ہوا تو مسلم دنیا سخت غضب ناک ہوئی لیکن پھر جب سویڈن میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا جو کہیں زیادہ بدتر تھا، ردعمل مقابلتاً کم تھا اور اب بتدریج ردعمل کم ہو رہا ہے۔ سو ہمارے دشمنوں نے ہمیں کامیابی کے ساتھ بے حس کر دیا ہے۔

جب یہ واقعہ پہلی دفعہ پیش آیا تو ہر کوئی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس کی مذمت کر رہا تھا اور اس معاملے پر متاسف تھا مگر پھر آہستہ آہستہ ہم اس کے عادی ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ کفار گستاخی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر ردِعمل کیا ہے؟؟ بہت تھوڑا!! آیئے ذرا ایک نظر اپنے درخشندہ ماضی پہ ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تب گستاخان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے قلوب و اذہان کو منور کرنے کا سبب بنے گی اور بالآخر ہمارے اندر یہ احساس بیدار ہو گا کہ گستاخانِ رسول کا انجام وہی ہونا چاہیے جو صحابہؓ نے کیا اور بے شک اس معاملے میں بھی ہمیں صحابہ کرامؓ ہی اتباع کرنا چاہیے۔

کعب بن اشرف ایک یہودی لیڈر اور بہت ہی فصیح شاعر تھا۔ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مدینہ پہنچائی گئی اور یہ خبر کعب بن اشرف کے کانوں تک پہنچی تو وہ بے اختیار بول پڑا:

''اگر یہ خبر سچی ہے تو ہمارے لیے زمین کے اوپر والے حصے میں ہونے کی
بجائے نیچے والے حصے میں ہونا بہتر ہے (یعنی ہمارے لیے مرنا بہتر ہے)۔
قریش کی شکست کے بعد زندہ رہنے میں کیا خیر باقی ہے!''

پھر اس نے شعر کہنے شروع کیے جس میں وہ مشرکین کے نقصان پہ مرثیے کہتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے تو مسلمان خواتین کو بھی نہ چھوڑا اور ان کے خلاف بھی شعر کہنے لگا اور اپنی ان حرکتوں پہ داد وصول کرنے اور مشرکین مکہ کو اپنی مدد اور تعاون کا یقین دلانے کی خاطر وہ گاہے بگاہے مکہ بھی جاتا۔ جب اس کی یہ حرکتیں حد سے بڑھنے لگیں تو نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے''۔

قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ایک انصاری صحابی محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''۔ پس محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعدہ کر لیا کہ وہ گستاخِ رسول کعب بن اشرف کو قتل کر کے رہیں گے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے واپس گھر لوٹے اور اس معاملے پہ غور و خوض شروع کیا تو انہیں احساس ہوا کہ یہ کام آسان نہیں کیونکہ کعب بن اشرف ایک قلعے کے اندر یہودی بستی میں رہ رہا تھا۔ ان حالات میں اس کو قتل کرنا یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ جاں نثار رسول محمد بن مسلمہؓ سخت متفکر ہو گئے۔ اس لیے نہیں کہ اس کام میں ان کی جان جانے کا شدید خطرہ تھا کیونکہ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لیے نچھاور کرنے کا عزم کر رہا تھا۔ انہیں اپنی جان کی تو کچھ فکر نہ تھی بلکہ فکر تھی تو اس بات کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا نہ کر سکیں۔ وعدہ پورا کیے بغیر مرنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ ان کی اس فکر نے ان کو کھانے پینے سے بھی روک دیا۔ تین دن تک لگاتار صبح و شام آپ اپنے وعدے کی تکمیل کے بارے میں سوچتے رہے۔ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے آپ بمشکل تھوڑا بہت کھانا کھاتے اور ہر وقت اس فکر میں رہتے کہ کس طرح گستاخ رسول کو ٹھکانے لگایا جائے۔ اس بات کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا: ''اے محمد بن مسلمہ! تمہارے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟'' محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا: ''ہاں یا رسول اللہ''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے ساتھ ایک وعدہ کیا ہے اور سوچتا ہوں کہ کیا میں کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کر سکوں گا؟'' اس پر نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''تم پر اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق بھرپور کوشش کرنا لازم ہے اور اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے یہ تم اللہ پر چھوڑ دو''۔

ذرا لمحہ بھر کو یہاں توقف کریں اور غور کریں کہ کیسا جاں نثارانہ جوش اور جذبہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس! کیسی شدید محبت تھی ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ... کہ فکر تھی تو اپنی جان کی نہیں بلکہ اس بات کی کہ وعدہ کیسے پورا کیا جائے! اور وہ (محمد بن مسلمہؓ) اس بات پر اتنے متفکر تھے کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور

وہ اس قابل نہ رہے کہ معمولاتِ زندگی کو معمول کے مطابق چلا پائیں کیونکہ ان کے لیے توہینِ رسالت بہت سنجیدہ معاملہ تھا۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھے جو یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے اور وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں **اور آج........ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کو کس طرح یکے بعد دیگرے نشانہ بنایا جارہا ہے... توہینِ رسالت کا وہ کون سا طریقہ ہے جو ملعون کفار نے چھوڑا ہے؟؟ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کے بتائیں کہ کیا آپ کا دل تڑپ رہا ہے؟ ذرا بتائیں آپ کتنے متفکر ہیں؟ ہم کتنے متفکر ہیں ناموسِ رسالت کی حفاظت اور گستاخانِ رسول کو انجامِ بد تک پہنچانے کے لیے؟ ذرا موازنہ تو کریں اپنی فکر اور تڑپ کا صحابہ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اس معاملے میں فکر اور تڑپ سے توحبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند بانگ دعووں کی قلعی کھل جاتی ہے!! اگر کوئی گستاخانِ رسول کو انجام بد تک پہنچانے میں سنجیدہ ہے تو اسے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار اپنانا پڑے گا۔ اُن جیسا جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔**

غرض یہ کہ جب محمد بن مسلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی کے کچھ کلمات سنے تو آپ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ بعد ازاں محمد بن مسلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منصوبے کے حوالے سے بتایا کہ کعب بن اشرف کا قُرب حاصل کرنے کے لیے انہیں مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے زاری کا اظہار کرنا پڑے گا اور ان کے خلاف بولنا پڑے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو چاہتے ہو کہو (یعنی لڑائی کے حربے کے طور پہ تم مسلمانوں کے خلاف بات کرو تو تم سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا)"۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر محمد بن مسلمہ اور قبیلہ اوس کے انصار کا ایک چھوٹا سا گروہ کعب بن اشرف سے ملاقات کو گیا تاکہ اس کا اعتماد حاصل کر سکیں اور اس کو اپنے جال میں پھانس سکیں۔ محمد بن مسلمہ کے ساتھیوں میں ایک ابو نائلہؓ بھی تھے جو کہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ جب گفتگو کا آغاز ہوا تو انہوں نے کعب سے کہا: "یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے ایک آفت اور آزمائش بن گیا ہے اور مدینہ میں اس کی موجودگی ہمارے لیے ایک مسئلہ بن گئی ہے (معاذ اللہ) اور محض ان کی وجہ سے تمام عرب اہلِ مدینہ سے جنگ پر اُتر آئے ہیں اور اُن کو اپنا دشمن گردانتے ہیں"۔ کعب نے کہا: "میں نے تو پہلے ہی تم لوگوں کو بتایا تھا اور ابھی تو تم مزید بُرے وقت کا مشاہدہ کرو گے"۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا: "خیر ہم انتظار کرنا چاہتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ کیسے اختتام پذیر ہوگا۔ اے کعب! اس شخص کی وجہ سے ہماری معاشی حالت بگڑ چکی ہے، ہم تم سے کچھ اُدھار لینا چاہتے ہیں اور ضمانت کے طور پر ہمیں کیا چیز تمہارے حوالے کرنا ہوگی؟" کعب نے کہا: "اپنے بچے میرے پاس چھوڑ جاؤ"۔ یہ سُن کر محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا: "ہم اپنے بچے تمہارے پاس چھوڑ جائیں اور پھر زندگی بھر لوگ ان کو بتایا کریں گے کہ تمہارے والدین نے تھوڑے سے پیسوں کے لیے تمہیں گروی رکھوا دیا تھا اور یہ بات ساری زندگی ان کے لیے باعث عار ہوگی"۔ اب کعب نے کہا: "پھر اپنی خواتین میرے پاس بطور ضمانت چھوڑ جاؤ"۔ محمد بن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں نے کہا: "ہم اپنی خواتین تمہارے پاس کیسے چھوڑ جائیں جب کہ تم حسین مرد ہو ہاں مگر ہم اپنے ہتھیار لا کر تمہارے پاس گروی رکھوا سکتے ہیں"۔ کعب نے یہ بات منظور کر لی اور ہتھیار گروی رکھوا کر اُدھار لینے کے لیے اگلی ملاقات کا دن طے پا گیا۔ اس طرح محمد بن مسلمہؓ نے ہتھیار بند ہو کر کعب بن اشرف کے ہاں آنے کی راہ ہموار کر لی۔

مقررہ روز رات گئے محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی وہاں پہنچے اور اُسے پُکارا۔ کعب کی بیوی نے کہا کہ "میں اس پکار میں خون کی بُو سونگھ سکتی ہوں"۔ کعب نے کہا: "فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں یہ محمد بن مسلمہ ہے میرا دوست اور یہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے"۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دوستانہ تعلقات تھے)۔ سو وہ قلعے سے نیچے اُتر گیا۔ اس سے پہلے محمد بن مسلمہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ طے کر چکے تھے کہ جب تم لوگ مجھے اس کا سر تھامے ہوئے دیکھو تو اس پر جھپٹ پڑو اور اپنی تلواروں سے اس کے ٹکڑے کر ڈالو۔ پس جب کعب بن اشرف نیچے اترا تو انہوں نے اسے کہا: "کیا خیال ہے کیوں نہ شعب العجوز چل کر وہاں گپ شپ میں رات گزاریں؟" کعب نے اس رائے کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس طرح جانثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قابل ہوئے کہ کعب کو اس کی محفوظ پناہ گاہ اور اس کے ہم مذہب لوگوں کے درمیان سے نکال کر وہاں سے دور شعب العجوز لے جائیں۔ کعب نے اپنے سر میں مشک یا کوئی اور خوشبو لگا رکھی تھی۔ پس جب وہ ادھر پہنچے تو محمد بن مسلمہؓ نے کعب سے کہا: "یہ خوشبو جو تمہارے سر سے اُٹھ رہی ہے کتنی پیاری ہے! کیا میں اسے سونگھ سکتا ہوں؟"۔ کعب نے کہا "ہاں سونگھ لو"۔ سو محمد بن مسلمہ نے اس کا سر تھاما، اپنی طرف کھینچا اور سونگھا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے کہا: "یہ خوشبو تو بڑی شاندار ہے۔ کیا میں اسے دوبارہ سونگھ سکتا ہوں؟" اس نے پھر اجازت دے دی تو محمد بن مسلمہؓ نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ان کے ساتھیوں نے اس ملعون پر حملہ کر دیا۔ اسی اثنا میں اس نے مدد کے لیے چلانا شروع کر دیا۔ آس پاس کے قلعوں کی روشنیاں جل اٹھیں مگر اس سے پہلے کے کوئی کعب بن اشرف کی مدد کے لیے نکلتا، محمد بن مسلمہؓ نے اپنا چاقو نکال کر کعب بن اشرف کے پیٹ میں گھونپ دیا یہاں تک کہ چاقو کا پھل اس کی ریڑھ کی ہڈی تک اتر گیا۔ اس طرح اس کی موت کو یقینی بنا کر یہ گروہ انصار وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس طرح محمد بن مسلمہؓ اور قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے ان کے ساتھیوں نے ایک ایسے شخص کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیا جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس قصے کا تذکرہ اپنی کتاب 'الصارم المسلول علی شاتم الرسول' (شاتم رسول پر سونتی ہوئی تلوار) میں کیا ہے اور انہوں نے چند چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کو ہم یہاں دہرائیں گے۔ سب سے پہلے وہ سیرت کے علما میں سے ایک عالم واقدی کا بیان پیش کرتے ہیں۔ واقدی اس واقعے کے نتائج پر بحث کرتے ہیں کیونکہ اپنے نتائج کے اعتبار سے یہ ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ اس نے مدینے میں رہنے والے مشرکین اور یہودیوں میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔ واقدی لکھتے ہیں:

"یہودی مشرکین کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور شکایت کی کہ گزشتہ رات ان کے ایک معزز آدمی کو دھوکے سے قتل کر دیا گیا (انہوں نے قتل کے لیے 'غلّہ' کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب ہے کہ کسی کو چپکے سے بے خبری میں قتل کر دینا)۔ انہوں نے کہا، "اس کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا گیا"۔

کعب بن اشرف کو کیوں قتل کیا گیا؟ یہ تھا وہ سوال جسے لے کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک امن معاہدہ موجود تھا۔ معاہدے کے ہوتے ہوئے کعب کو کیوں قتل کیا گیا؟ آخر یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ کیا مسلمان اس معاہدے کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے؟ یہ تھے وہ سوالات جن کے جوابات یہود جاننا چاہتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا:

"اگر وہ پُر سکون رہتا ان لوگوں کی طرح جو اس کے ہم خیال ہیں اور اُس جیسی رائے رکھتے ہیں تو وہ قتل نہ کیا جاتا۔ مگر اس نے ہمیں نقصان پہنچایا اور اپنی شاعری سے ہماری ہجو کی ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اور بھی یہ کام کرے گا تو ہم اس کی ساتھ تلوار سے ہی نمٹیں گے"۔

ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر غور کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کعب بن اشرف جیسا بغض وعناد رکھتے ہیں، سو وہ اپنے کفر کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا نہ ہی وہ اس وجہ سے قتل کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتا تھا یا مسلمانوں سے بغض وعناد رکھتا تھا۔ نہیں! یہ مرض تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں موجود تھا جن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ پس اگر وہ پر سکون رہتا جیسے کہ اس جیسے باقی لوگ رہے تو اس کو بھی قتل نہ کیا جاتا۔ مگر کیونکہ اس نے زبان درازی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی تو اس کی گردن مار دی گئی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں پر واضح کر دیا کہ اگر یہود یا مشرکین میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور اپنے دل میں چھپے ہوئے بغض وعناد کو ظاہر کر دیا تو ایسا کرنے والے سے اسی طرح نمٹا جائے گا جیسے کعب بن اشرف سے نمٹا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا مفہوم تھا: "ہمارے اور تمہارے درمیان پھر تلوار کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا۔ کوئی مذاکرات نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی معافی ہو گی۔ مفاہمت کی کوئی کوشش نہ کی جائے گی اور ہمارے اور تمہارے درمیان صرف اور صرف تلوار ہو گی!!"۔ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو بلایا اور ایک دستاویز پر دستخط کیے جس میں اُن سب نے یہ عہد کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں بولیں گے اور اگر کوئی بولے گا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا ایک حجت ہے مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لیے کہ وہ قتل کریں ہر اس شخص کو جس نے یہ فعل کیا، چاہے ان کے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے ہی کیوں نہ ہوں، حتیٰ کہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہوں"۔

ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں اس حکم کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات اور شکوک کا بھی جواب دیا ہے۔ انہوں نے اس قصے کو دلیل کے طور پر، اعتراضات کا رد کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اس حدیث کے مطلب کو موڑیں اور کہیں کہ کعب کو اس لیے قتل کیا گیا کیونکہ وہ کفار کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑنے پہ اُبھار رہا تھا اور اُسے اس کے گستاخانہ الفاظ کی وجہ سے نہیں قتل کیا گیا۔ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"نہیں! وہ اپنی گستاخانہ شاعری کی بدولت قتل کیا گیا جو کہ اس کے سفر مکہ پہ روانہ ہونے سے پہلے بھی موجود تھی۔ سو اس کا تعلق ہر گز مکہ جانے اور وہاں ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پہ اُبھارنے سے نہیں بلکہ اس کے قتل کا براہِ راست تعلق اس کی گستاخانہ شاعری سے ہی تھا"۔

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"ابن اشرف نے جو بھی کیا وہ زبان سے تکلیف پہنچانے کی صورت میں تھا۔ کفار کے مرنے پر مرثیہ نگاری اور ان کو لڑائی پر اُبھارنا، مسلمانوں کو گالیاں دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا، دینِ اسلام کو نیچا دکھانا اور مشرکین کے دین کو ترجیح دینا، یہ سب کچھ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تھے۔ اس نے جسمانی طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی لڑائی نہیں شروع کر دی تھی۔ جو کچھ اس نے کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اہلِ ایمان کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچائی اور یہ ایک حجت ہے ہر اس شخص کے خلاف جو ان معاملات میں بحث ومباحثہ کرتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر اس شخص کا خون جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیّت دیتا ہے شاعری اور گستاخی کے ذریعے سے، کسی بھی صورت میں محفوظ نہیں ہے"۔

یہ تھا کعب بن اشرف کا قصہ جسے قبیلہ اوس کے چند جانبازوں نے جہنم واصل کر دیا تھا۔
حضرت کعب بن مالکؓ کے بیٹے کہتے ہیں :اوس اور خزرج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آپس میں دو گھوڑوں کی طرح مقابلہ کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان میں سے کوئی ایک قبیلہ کوئی ایسا کام کرتا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو دوسرا اُس پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو اب اہلِ خزرج جمع ہوئے اور انہوں نے باہم کہا کہ اوس کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سے ایک کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ہمیں بھی اب کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا تا کہ ہم سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں۔ پس کعب بن اشرف کے بعد کون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بدتر دشمن ہے؟ اس بات پر غور وخوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ بدتر دشمن ابو رافع ہے۔ انہوں نے اپنا منصوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ وہ ابو رافع کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منصوبہ منظور کر لیا اور آگے بڑھ کر یہ کام انجام دینے کا کہا۔ پس خزرج کے کچھ لوگوں نے مل کر منصوبہ بندی کی اور پھر وہ ابو رافع کے قتل کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ رات کے اندھیرے میں عبد اللہ بن عتیکؓ دھوکے سے قلعے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور ابو رافع کے کمرے کی چابی حاصل کر لی۔ پھر وہ ابو رافع کے کمرے میں داخل ہو گئے مگر ابو رافع کو دیکھ نہ پائے کیونکہ کمرے میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ یہ جاننے کے لیے کہ گستاخِ رسول ابو رافع کمرے میں کس سمت موجود ہے، انہوں نے ابو رافع کو پکارا۔
ذرا تصور تو کریں کہ آپ ایک شخص کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے ہیں اور نصف شب کے وقت اس کے کمرے میں گھس کر اسے پکار رہے ہیں! جب کہ آپ کو معلوم بھی نہیں کہ وہ کس طرف ہے؟ کس قدر خطرناک اقدام ہے یہ! یقیناً عبد اللہ بن عتیکؓ بھی اس بات سے واقف تھے لیکن ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت ان کی جان سے زیادہ قیمتی تھی۔ وہ اپنی جان سے کہیں زیادہ اپنے مقصد کو محبوب رکھتے تھے کیونکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اصل اور دائمی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور سب سے قیمتی تو بس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ پس وہ اپنی جان کو حقیقی مالک کی طرف لوٹانے سے بھلا کیوں گھبراتے!
وہ سیدھا آگے بڑھے اور پکارا: ''ابو رافع تم کدھر ہو؟'' عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں کہ جب ملعون ابو رافع نے جواب دیا تو میں نے آواز کی سمت میں وار کیا جو اس کو لگا مگر اس ایک ضرب سے وہ مرا نہیں اور مدد کے لیے پکارنے لگا۔ اب عبد اللہ بن عتیکؓ جن کی قوتِ فیصلہ یقینا قابلِ تعریف تھی، انہوں نے فوراً پینترا بدلا، پھر واپس آئے اور آواز بدل کر ایسے بولے جیسے کوئی مددگار ہو اور کہا: ''اے ابو رافع کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟''
جواباً ابو رافع نے کہا: ''افسوس ہے تمہاری ماں پر یہاں کوئی ہے جو مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے''۔ عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں: ''میں نے پھر آواز کی سمت کا اندازہ کر کے وار کیا لیکن اس بار بھی وار زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکا اور وہ پھر مدد کے لیے چلّایا''۔ اب کی بار عبد اللہ بن عتیکؓ نے پھر اپنی جگہ تبدیل کی اور آواز بدل کر بولے اور پھر ابو رافع کے پاس آئے۔ اس دفعہ ابو رافع پہلے ہی پُشت کے بل گرا ہوا تھا کیونکہ اس سے پہلے وہ دو ضربیں کھا چکا تھا۔ عبد اللہ بن عتیکؓ کہتے ہیں: ''میں نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی اور اسے اندر کی طرف دباتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ میں نے ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سُن لی''۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کا مطلب یہ تھا کہ تلوار اس کے پیٹ سے پار ہو گئی اور اس کی زندگی اختتام پذیر ہو گئی!!!
دیکھیے! صحابہ کرامؓ کیسے اپنا کام پورا کرنا چاہتے تھے! انہوں نے اپنی ٹانگ تڑوالی اور دشمن خدا کی ریڑھ کی ہڈی توڑ ڈالی، لیکن پھر بھی وہ پیچھے رہ کر اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ آیا کام پوری طرح ہو چکا یا نہیں۔ اس ساری تکلیف کے باوجود وہ پیچھے رہ کر انتظار کرنا چاہتے تھے! فجر کے وقت یہ خبر پھیل گئی کہ ابو رافع، حجاز کا مشہور تاجر قتل کیا جا چکا ہے۔ عبد اللہ بن عتیکؓ نے کیا کہا؟ یہ کہ ہم اس دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں؟ اس شخص کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے تھا، یہ ایک غیر اسلامی کام ہے وغیرہ وغیرہ؟؟ نہیں بلکہ انہوں نے کہا؟ ''جب میں نے ابو رافع کے قتل کی خبر سنی، جب میں نے وہ اعلان سنا میں قسم کھاتا ہوں کہ ان الفاظ سے زیادہ میرے کانوں کے لیے کوئی شیریں الفاظ نہ تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ان الفاظ سے زیادہ میٹھے الفاظ نہیں سنے!'' یہ ہے ان کا قول! اس طرح وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے! وہ پھر جلدی سے مدینہ کی طرف گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: افلح الوجوہ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواباً کہا: آپ کا چہرہ کامیاب ہو، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ خوش تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش تھے۔
تیسری مثال فتح مکہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ مقدس شہر بغیر کسی خون خرابے کے فتح ہو اور ان کا لشکر امن کے پروانے کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔ وہ عاجزی کے ساتھ، اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور اس کا شکر کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ نہ کوئی جشن ہوا، نہ گانے بجائے گئے، نہ کوئی قتل وغارت گری ہوئی۔ چہار جانب امن ہی امن تھا۔ اور یہ اعلان عام کر دیا گیا کہ:

اذهبوا فانتم طلقاء........ جاؤ تم سب آزاد ہو!

ہاں البتہ ایک فہرست ان لوگوں کے ناموں پر مشتمل تھی جن کے بارے میں فرمایا: ''اگرچہ انہیں کعبے کے غلاف سے لپٹا ہوا پاؤ تب بھی انہیں قتل کر دو''۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ قابل احترام جگہ مکہ کو سمجھا جاتا تھا اور وہاں بھی خانہ کعبہ سب سے زیادہ محترم

جگہ تھی، اگر کوئی حرم میں ہوتا تو چاہے وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی مشرکین کا یہی دستور تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقتلوهم وان كانوا معلقين على استار الكعبه

"ان کو قتل کر دو! چاہے وہ کعبہ کے غلاف سے لپٹے ہوئے ہوں!"

یہ لوگ کون تھے جن کے بارے میں اتنے سخت احکامات دیے گئے؟

اس فہرست میں چند نام تھے اور انہی میں عبد اللہ بن خطل، اس کی دو گانے والی لونڈیوں اور ابو لہب کی لونڈی سارہ کا نام شامل تھا۔ عبد اللہ بن خطل کی یہ لونڈیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھیں اور مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گانے کی محفلیں سجایا کرتی تھیں۔

سب سے پہلے عبد اللہ بن خطل کا ذکر کرتے ہیں، وہ کعبہ کے غلاف کو تھامے کھڑا تھا کہ ایک صحابیؓ نے اس پر حملہ کرکے اسے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

اب ان خواتین کے دلچسپ ماجرے کو دیکھتے ہیں۔ پہلی بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! آپ سب جانتے ہی ہیں کہ عورتوں کو مارنا جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے لیکن ان دونوں کا نام خصوصی طور پر لیا کہ ان کو قتل کر دو!

دوسری بات ہم جانتے ہیں کہ اگر خواتین مسلمانوں کے خلاف کسی فوج میں شامل ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ عورتیں لڑ نہیں رہی تھیں، نہ ہی انہوں نے کسی جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔ بلکہ انہوں نے تو مکمل طور پر ہتھیار ڈالے ہوئے تھے۔

تیسری بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے تمام لوگوں کو امن اور تحفظ دیا لیکن ان کو مستثنیٰ رکھا۔ اس پر مزید یہ کہ یہ تینوں آزاد عورتیں بھی نہیں تھیں، لونڈیاں تھیں۔ اور اسلامی قوانین اور حدود میں آزادی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اور غلاموں کی سزا ہلکی ہوتی ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہنے کے معاملے میں آزاد نہیں تھیں، ان کے مالک عبد اللہ بن خطل اور ابو لہب ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ اس کے باوجود بھی ان لوگوں کے لیے سب سے مختلف حکم دیا گیا کہ ان کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔ ابن تیمیہؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ اس بات کا بالکل واضح ثبوت ہے کہ سب سے بڑا جرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ کیونکہ ان سب باتوں کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں کو امن دیا تھا، یہ خواتین تھیں، لڑائی میں بھی شریک نہیں تھیں اور لونڈیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا کے لیے علیحدہ سے ان کا نام لیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جرم کتنا سنگین ہے!"۔

اس کے علاوہ ایک اور شخص الحویرث بن نقیز تھا جس کا نام اس فہرست میں موجود تھا۔ وہ بھی اپنی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا تھا کہ حضرت علیؓ اس کو تلاش کرتے ہوئے اس کے گھر پہنچ گئے۔ لوگوں نے ان کو بتایا کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے بلکہ بدیجہ یعنی مکہ سے باہر چلا گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حویرث کو بھی خبردار کر دیا کہ علیؓ تمہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں آئے تھے۔ علیؓ جا کر گھر کے عقب میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب حویرث دوسرے کسی گھر کی طرف بھاگنے کے لیے نکلا تو علیؓ نے اس پر حملہ کرکے اس کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح کی ایک اور مثال کعب بن زہیر کی ہے۔ وہ خود بھی شاعر تھا، اس کا بھائی بھی شاعر تھا اور اس کا باپ زہیر بن ابی سلمہ بہت مشہور شاعر تھا۔ وہ ان شعرا میں سے تھا جن کی شاعری کعبہ کی دیوار پر لگائی جاتی تھی۔ یہ عربوں کے ہاں دستور تھا کہ شاعری کے بہترین نمونوں کو وہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا کرتے تھے۔ زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بوجیر شاعر تھے۔ بوجیر مسلمان تھے جب کہ کعب کافر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھا کرتا تھا۔ جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بوجیر نے اپنے بھائی کو خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ان لوگوں کو ختم کر رہے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شاعری کی ہے۔ کعب اس وقت مکہ میں موجود نہیں تھا تاہم اس کے بھائی نے اسے قبل از وقت خبردار کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں۔ اور جو لوگ بچ گئے ہیں مثلاً عبد اللہ بن زبریہ اور مغیرہ بن ابی وہب وہ بھی بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ایسے تمام لوگوں کے قتل کا حکم دیا جا چکا ہے۔

یہ اس جرم کی سنگینی کی ایک اور مثال تھی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو انتہائی رحم دل تھے اور اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا کرتے تھے لیکن اس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ مختلف تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆

پس اے دعوت و اعلام کے میدان میں کام کرنے والے مجاہدو!

جس عظیم الشان ذمہ داری کو تم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اس کا حق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو! سچائی تمہارا شعار اور توحید کی طرف بلانا تمہارا لائحہ عمل ہونا چاہیے! اس بھٹکی ہوئی امت کو رسول اللہ ص کے طرزِ زندگی اور صحابہ کے نقوش حیات کی طرف واپس لانے کے لیے تمہی کو جدوجہد کرنا ہوگی۔ تمہیں ہی گمراہوں کی گمراہی، ایمان فروشی سے معمور دانشوروں کے جھوٹ، شکست خوردگی اور پسپائی کی حکمت علمی، طاقت کے سامنے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کے فلسفے، بھکاری بننے کی شرمناک فقہ اور فقہائے صلیب کے رسوا کن فتاویٰ سے اس امت کو آزاد کرنا ہے اور ان قائدین کا فسون باطل مٹانا ہے۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

ابو بکر الصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے

لقد قمنا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماكنانهلك فيه لولان الله من عليناباى بكر[فقيه الامة عبدالله ابن مسعودرضى الله عنه]

قاری ابو عمارہ

اللهم ان تهلك العصابة ان لا تعبد في الارض:

اس عریش میں جو دو ہستیاں تھیں، ان میں سے ایک کو امت کی فکر تھی اور دوسرے کو پہلے کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم تھا کہ آج امت کو شکست ہو گئی تو زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ الحاح وزاری بے قراری کی حد تک پہنچنے لگی، سجدے میں چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے سے پھسل پھسل جاتی تھی، یہ رنگ دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اب بس کر دیں اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا"۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے سے سر اٹھایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خوش خبری دی کہ فرشتے مدد کے لیے اتر آئے ہیں اور کفار کا لشکر شکست کھائے گا۔ اس عریش میں ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مشیر کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ایک محافظ کی حیثیت سے بھی موجود تھے۔ جیسا کہ مسند بزاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اس دن ابو بکر رضی اللہ عنہ نیام سے تلوار نکالے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دے رہے تھے جو کوئی حضور کی طرف بڑھتا آپ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس پر پل پڑتے"۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و هو اشجع الناس

"وہ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ بہادر ہیں"۔

بدر میں صرف کفر و اسلام کا معرکہ نہیں لڑا جا رہا تھا بلکہ یہ ایک تقسیم بنی ہوئی تھی جو بدر میں آکر اپنے عروج کو پہنچ گئی تھی۔ جنگیں لڑنے والوں نے عقیدے اور رشتے میں ایسا ٹکراؤ شاید ہی کبھی دیکھا ہو...ایک ہی گھر کے دو افراد مخالف صفوں میں موجود ہیں اور عقیدہ کی بنیاد پر تقسیم ہوئے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیش کرنا دلچسپ ہو گا:

1. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمٰن ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے میدان میں نکل کر للکارا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ بذات خود مقابلے پر بڑھ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جانے سے روکا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔
2. عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار قریش کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ کے مقابلے پر نکلنا چاہا مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہ دی۔
3. ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے والد اس جنگ میں کفار مکہ کی جانب سے شریک تھے، تین دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے آپ رضی اللہ عنہ نے پدری لحاظ کی وجہ سے دو مرتبہ طرح دے دی لیکن تیسری دفعہ میں گردن اڑا دی۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین الامت کا لقب اسی بنا پر عنایت کیا گیا۔
4. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سگے ماموں کو قتل کیا۔
5. عباس (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور حمزہ رضی اللہ عنہ مقابل تھے، یہ دونوں سگے بھائی ہیں۔
6. علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی عقیل (بعد میں مسلمان ہوئے) کفار کی جانب سے لڑنے آئے ہوئے تھے۔

کوشش سے ایسی کئی مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک صبر طلب اور دردانگیز منظر تھا۔ اس جنگ کا پس منظر واضح کرنا اس لیے اور ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ جنگ دشمنوں کے نہیں بلکہ رشتہ داروں کے درمیان تھی اور رشتہ دار ایک اللہ کی اطاعت کی وجہ سے مسلمانوں کے دشمن ہو رہے تھے۔ یہ جنگ کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا اور بعد میں اسی جنگ نے وہ معیارات مقرر کر دیے جو آج تک دوستی اور دشمنی کے لیے ضروری خیال کیے جاتے ہیں۔ اسی جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے اللہ نے غیر مشروط مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ اسی جنگ کو قرآن "یوم الفرقان" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یعنی وہ دن جب کفر و اسلام میں واضح تفریق ہو گئی۔ اس جنگ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

"آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھنے والوں کے لیے محبت رکھے چاہے وہ ان کے باپ ہوں یا بھائی ہوں یا بیٹے ہوں یا رشتہ دار ہوں۔ تحقیق اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا ہے"۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے عبد الرحمٰن کفار میں تھے انہوں نے نکل کر للکارا: "کون ہے جو مقابلے پر آتا ہے؟" ابو بکر خود تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداخلت کی اور فرمایا:

متعني بنفسك... "مجھے اپنی ذات سے نفع اندوز ہونے دو"۔

انداز کلام قابل غور ہے یہ کہا جا سکتا تھا کہ آپ مقابلے پر نہ نکلیں لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام کی حمایت کے جوش میں جا رہے تھے اس لیے سادہ طریقے پر روکنا شاید بد دلی

پیدا کر دیتا۔ اس لیے وہ بات ارشاد فرمائی جو خود ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی نہایت اہم تھی ،یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور مشاورت ...چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیرایہ اختیار فرمایا جو بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسے دوست سے کہا جارہا ہے جس کی دوستی ہر شک و شبہ سے بالا ہو چکی ہے ،اس کو اسی تناظر میں دیکھنے سے بات سمجھ میں آئے گی کہ یہ جملہ کیوں کہا گیا۔

جنگ ختم ہوئی تو ستر قیدی ہاتھ آئے تھے ،ستر سردارانِ قریش قتل کیے جا چکے تھے۔ اس جنگ نے قریش کے سیاسی مقام کو ناقابل فراموش دھچکا دیا۔ اب تک قریش ایک ایسا محترم قبیلہ سمجھے جاتے تھے جس کے خلاف لڑائی کرنا عرب سے لڑائی مول لینے کو مترادف تھا لیکن خود قریش کے اندر کی کشمکش اور چند قریشیوں کا انصار کی امداد پر قریش سے مقابلہ کر کے ان کو ذلت آمیز شکست دینا عربوں کے لیے ایک انوکھی بات تھی اور وہ اس کے محرکات کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ یہ جنگ کسی قسم کی انتقامی جنگ نہیں تھی دونوں جانب سے۔ نہ اس جنگ میں قبائلی وقار کا سوال اٹھایا گیا تھا نہ اس جنگ کی بنیادیں قومیت یا نسلی تفاخر کی بنیاد پر تھیں۔ عربوں کے لیے اس جنگ کا ہونا ہی باعث حیرت تھا، یہ آخر لڑ کیوں رہے تھے ؟ یہ بنیادی سوال تھا شاید کسی نے سوچا ہو کہ ''مذہبی بنیادوں پر جنگ ؟ بے وقوف کہیں کے''۔ لیکن در حقیقت نہ قریش کے سردار بے وقوف تھے (سیاسی معنوں میں) نہ ہی مسلمان ...بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ بدر کی جنگ اور اس میں کفار کی شکست کتنی ضروری تھی کہ اسلام کی بقا کا دارو مدار ہی اس جنگ پر رہ گیا تھا۔

جنگ کے بعد غنائم اور اسیر ان کے ساتھ سلوک پر مشورہ ہوا۔ غنائم کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سورۃ انفال کی آیات نازل ہوئیں۔ یہ چونکہ فیصلہ کن تھیں اس لیے اس بارے میں کوئی ابہام نہیں رہا لیکن اسیر ان کا معاملہ فہمِ صحابہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کے لیے مجلس شوریٰ منعقد کی تو دو آرا سامنے آئیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ اپنے ہی لوگ ہیں ،ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس سے یہ ہو گا کہ کچھ اموال ہاتھ آئیں گے اور مسلمانوں کی معاشی حالت مضبوط ہو جائے گی اور وہ زیادہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کے راستے میں کارگزاری دکھائیں گے ۔ پھر ان کو زندہ رکھنے میں یہ امکان ہے کہ اللہ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ بلا تخصیص سب کی گردن اڑا دی جائے اور یہ کام رشتہ دار کریں۔

''حمزہ ؓعباس کو قتل کریں، علی ؓعقیل کو اور یہ فلاں شخص میرا رشتہ دار ہے اس کو میرے حوالے کیا جائے''۔

عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی۔ اگرچہ اور بھی آرا آئیں لیکن بالآخر انہی دو رویوں میں سے ایک کو اختیار کرنا طے ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ابرہیم اور عیسیٰ علیہاالسلام کی مانند قرار دیا جو اللہ کی مخلوق پر شفقت فرماتے تھے۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کو نوح اور موسیٰ علیہاالسلام کی مانند قرار دیا جو لوگوں سے مایوس ہوئے تو ان کو تباہ کرنے کی دعا کی تاکہ مزید گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ اگرچہ اللہ کی جانب سے تصریح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانب رہی لیکن اس سے پہلے ہی مسلمانوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رائے کو قبول کرتے ہوئے قیدیوں کو فدیہ کے بدلے میں رہا کرنا قبول کر لیا چنانچہ یہی رائے قائم رکھی گئی۔

بدر کے بعد یہ لڑائیاں ختم نہیں ہو گئیں بلکہ قبائلی رسم و رواج اور جبلت کے تحت اس کو ایک انتقامی نقطہ نظر سے دیکھا گیا اور بدر کے انتقام کے لیے ابو سفیان نے ایک زبردست لشکر ترتیب دیا جس میں تین ہزار لڑاکے شامل تھے ،ان کو جوش دلانے اور جنگ پر ابھارنے کے لیے عورتیں بھی لشکر کے ساتھ تھیں۔ اس لشکر کی اطلاع حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو لشکر کی خبر لانے کی غرض سے بھیجا تو معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر اس قدر قریب آگیا ہے کہ ان کے گھوڑوں نے عریض کی چراگاہ کو صاف کر دیا ہے۔ قریش جبل اُحد پر خیمہ ڈالے پڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو جانثاروں کے ہمراہ مدینہ سے کوچ کیا اور اُحد کی پشت پر پہنچ کر صفیں آراستہ کیں۔ عام جنگ میں مسلمان قریش کو شکست دینے میں کامیاب رہے۔ حضرت حمزہ، علی، ابو دجانہ و غیر ھم نے قریش کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ ان حالات میں قریش میں آپسی ربط ختم ہو گیا اور وہ پسپا ہو گئے ،اب مسلمان ان کے تعاقب میں تھے۔ قریش کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان مال غنیمت کی جستجو میں لگ گئے اس کے علاوہ جبل اُحد کے درے کی نگرانی پر مامور دستہ بھی وہاں سے ہٹ آیا جس کو انتہائی تاکید کے ساتھ وہاں متعین کیا گیا تھا۔ ان کے ہٹنے سے خالد بن ولید (اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو موقع مل گیا اور انہوں نے ایک دستے کو ساتھ لے کر اس درے سے مسلمانوں کی پشت پر حملہ کر دیا۔ اسی دوران میں بھاگنے والے قریشی لشکر نے پلٹ کر حملہ کر دیا، اب مسلمان لشکر دو طرف سے گھیرے میں آ چکا تھا اور کچھ دیر پہلے کا فتح والا نقشہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نازک وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قریش کا دباؤ بہت زیادہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب اپنے چند جانثاروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے، قریش کا ایک دستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تیر برسا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے سر اٹھاتے تو ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ عرض کرتے:

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ گردن نہ اٹھائیں دشمن کے تیروں کے لیے میرا سینہ حاضر ہے''۔

اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجروح ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جایا گیا۔ دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر سے ابو سفیان نے پکار کر پوچھا:''کیا تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟'' اس کا جواب نہیں دیا گیا تو اس نے پوچھا:''کیا تم میں ابو بکر ہیں؟'' اس کا

جواب بھی نہیں دیا گیا تو وہ پکارا کیا: "تم میں عمر بن خطاب ہیں؟" جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے خوشی میں نعرہ بلند کیا کہ یہ تینوں تو مارے گئے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو ہی مسلمانوں کا سردار سمجھتے تھے۔

اُحد کی جنگ ایک برتری کے ساتھ ضرور ختم ہوئی لیکن قریش اب بھی اپنی پرانی پوزیشن حاصل نہیں کر سکے تھے اور مدینہ کے قریب کے قبائل اپنے عہدِ وفاداری کے ساتھ مسلمان کیمپ میں شرکت کے لیے تیار ہونے لگے تھے۔ سیاسی طور پر مسلمان ایک قوت کے طور پر عرب میں ابھر رہے تھے اور اس سے قدیم قبائلی نظام پر ایک کاری ضرب لگ رہی تھی جو نسلی عصبیت پر قائم تھا۔ اگرچہ بدو قبائل کو یہ صورتِ حال منظور نہیں تھی لیکن ایک نئی طاقت، جو قریش کے ساتھ ایک جنگ جیت چکی تھی اور ایک جنگ برابری پر ختم کر چکی تھی، کے ساتھ جنگ کرنا یا مخالفت رکھنا ان قبائل کے لیے آسان نہیں تھا جب کہ اس طاقت نے کم لشکر کے ساتھ بڑی طاقت سے لڑائی میں اپنی عسکری برتری اور مہارت ثابت کی تھی۔ قریش کے منظم لشکر کے مقابلے میں قبائلی غیر منظم لشکروں کا مسلمانوں کے منہ آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ ان قبائل نے مسلمان کیمپ میں شمولیت کو بہتر سمجھا اور اس طرح ان میں اسلام کی اشاعت کا ایک راستہ کھل گیا۔ اس کے علاوہ مسلمان تبلیغی وفود اور انفرادی کوششیں بھی فروغ اسلام کے لیے جاری تھیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست اور مشیر خاص تھے، اسی وجہ سے آپ کو کبھی کسی تبلیغی وفد یا سریہ کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، چنانچہ کسی کے استفسار پر کہ

> "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کو کسی مہم پر کیوں نہیں بھیجتے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا:

> "میں ان دونوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا... یہ دین کی آنکھیں اور کان ہیں؟"

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا:

> "میرے دو آسمانی وزیر ہیں اور دو زمینی آسمانی تو جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمینی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں"۔

غزوہ خندق میں آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد ایک دستے کا کام تھی اور جس جگہ آپ رضی اللہ عنہ کو متعین کیا گیا تھا وہاں اب بھی ایک مسجد قائم ہے جو اسی واقعہ کی یادگار ہے۔

غزوۂ بنی المصطلق میں بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اس جنگ سے واپسی پر وہ واقعہ پیش آیا جس کو واقعہ افک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس میں قران حکیم اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و عفت کی گواہی دینے کے لیے کٹہرے میں آ کھڑا ہوا۔ یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور آل ابو بکر کے لیے ایک اور اعزاز ہے کہ اللہ کے نزدیک اس خاندان پر کسی قسم کی نکتہ چینی گوارا نہیں ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ جس میں آیات تیمم نازل ہوئیں پیش آیا تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> "اے آل ابی بکر! یہ تمہاری اسلام میں پہلی برکت نہیں ہے"۔

ذی قعدہ ٦ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے ارادے سے مکہ کی جانب عازم سفر ہوئے۔ مقام ذوالحلیفۃ پہنچ کر جو اہل مدینہ کا میقات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اور ایک خزاعی شخص کو جاسوس کی غرض سے پہلے ہی مکہ روانہ کر دیا۔ غدیر الاشطاط، جو حدیبیہ کے سامنے ہے، پر یہ جاسوس واپس ہوا اور اس نے خبر دی کہ "اہل مکہ آپ کو زیارت بیت اللہ نہیں کرنے دیں گے اور انہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی پوری تیاری کر لی ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا کہ آب کیا کرنا چاہیے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ

> "ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے ہیں۔ نہ کسی کو قتل کرنا چاہتے ہیں نہ کسی سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کا رخ کیجیے اور اگر اس میں کوئی مزاحم ہوا تو ہم اس سے جنگ کریں گے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کی توثیق کی اور کُوچ کا حکم فرمایا۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت حدیبیہ میں فروکش ہوئے اور بدیل بن ورقا خزاعی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ "ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ مقصد صرف عمرہ کرنا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مصالحت کر لو ورنہ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس وقت تک لڑوں گا جب تک میری گردن تن سے جدا نہ ہو جائے"۔ مسلسل جنگوں اور پیہم شکستوں کی وجہ سے قریش کا دم خم تو ڈھیلا پڑ گیا تھا لیکن وہ ایک غم وغصے کی کیفیت میں تھے لہٰذا انہوں نے کچھ بحث و تمحیص کے بعد گفتگو کو منظور کیا اور عروہ بن مسعود ثقفی (بعد میں مسلمان ہوئے) کو سفیر بنا کر بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ کو بھی وہی کہا جو بدیل کے ذریعے قریش کو کہا تھا۔ عروہ نے کہا:

> "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نے جنگ کی اور قریش کا خاتمہ کر دیا تو کیا آپ نے اپنے سے پہلے کسی ایسے شخص کا نام سنا ہے جس نے خود اپنی قوم کا قلع قمع کر دیا ہو۔ اور اگر جنگ کا نتیجہ آپ کے مخالف ہوا تو میں آپ کے ساتھیوں میں ایسے لوگ دیکھتا ہوں جو آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے"۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ فوجی لباس میں وہاں موجود تھے، آپ باوجود انتہائی حلم اور بردباری کے شدید غصے میں آ گئے اور عروہ کو گالی دے کر فرمایا کہ

”کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ؟“

عروہ پر زمانہ جاہلیت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی احسان کیا تھا جس کا بدلہ نہ چکا سکنے کی وجہ سے عروہ اس وقت چپکا ہو رہا۔

بہر حال خاصی بحث و تمحیص کے بعد ایک معاہدہ صلح طے پایا۔ اس شرائط نامے کی بعض شرائط مسلمانوں کے لیے بہت صبر آزما تھیں، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے معاملہ فہم شخص بھی جذباتی ہو گئے لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاننے کے سبب مکمل طور پر مطمئن رہے۔

حدیبیہ میں قریش سے صلح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب سے مطمئن ہو چکے تھے۔ خیبر کے یہودی جو عرصہ دراز سے ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے اور مسلمانوں کے خلاف مختلف اتحادوں میں بھی شامل تھے اب اپنے اہم اور طاقت ور ترین اتحادی سے محروم ہو چکے تھے اور ان کی ریشہ دوانیوں کے سبب ان کی سر کوبی کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۷ھ کے شروع میں خیبر کے یہودیوں کو شکست دے کر خیبر سے نکال دیا گیا اور اس طرح بت پرستوں اور یہود کا گٹھ جوڑ توڑنے میں ایک اہم کامیابی حاصل کر لی گئی۔

صلح حدیبیہ کی شرائط کی خلاف ورزی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو تین شرائط بھجوادیں:

1. بنو بکر جنہوں نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تھا سے الگ ہو جائیں۔
2. بنو بکر کو خود سزا دیں اور ذمہ داروں کو بنی خزاعہ کے حوالے کریں تا کہ وہ قصاص لے سکیں، اس کے علاوہ مقتولین کی دیت ادا کی جائے۔
3. معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔

قریش کی نازک مزاجی پر یہ شرائط گراں گزریں، اس سے پہلے کبھی کسی نے قریش سے اس طرح شرائط منوانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انہوں نے طیش میں آکر معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ سیاسی اور عسکری دونوں حوالے سے خود کشی تھی۔ ان کے نامور سیاسی دماغ جیسے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر مدینہ جا چکے تھے، جب کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ ان کے پاس جو لوگ موجود تھے وہ بد دل تھے اور اپنی آنکھوں سے اسلام کو پھیلتا اور اپنے لوگوں کو فتح کرتا دیکھ رہے تھے لیکن بے بس تھے اور کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ شاید کسی حد تک اسلام ان کے اپنے قلوب کو بھی مسخر کر چکا تھا، پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قبائلی نظام جس عصبیت پر قائم تھا اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کو قبول کر لی جائے کیونکہ اب قریش میں کسی نئے جھگڑے کی سکت ہی نہیں رہ گئی تھی، ان کو جنگوں اور لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا تھا۔

قریش میں جن لوگوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا ہو سکتا تھا وہ ختم ہو گئے تھے۔ بدر کی جنگ نے بنی مخزوم کے سرداران کا صفایا کر دیا تھا جو اسلام دشمنی میں سب سے سخت تھے۔ ابو سفیان کی سرداری میں قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگیں ضرور کی تھیں لیکن ابو سفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے دوست تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے تھے۔ جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابو سفیان کے پاس ہی بھیجا تھا اور ابو سفیان نے اس کا بدلہ پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہ سے تھپڑ مروا کر لیا پھر اپنی جانب سے بھی ابو جہل کو تھپڑ رسید کیا تھا۔

بہر حال قریش کی جانب سے معاہدہ ختم ہونے کا اعلان ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور دس ہزار جانبازوں کے لشکر کے ساتھ مکہ کی جانب کوچ کیا۔ مکہ کسی خاص مزاحمت کے بغیر فتح ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ مکہ میں داخلے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عورتیں دوپٹوں سے گھوڑوں کے منہ پر طمانچے مار رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا:

”ابو بکر تمہیں حسان بن ثابت کے وہ شعر یاد ہیں جن میں اس منظر کو پیش کیا گیا ہے ؟“

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو وہ اشعار یاد تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیے۔

مکہ کی فتح کے فوری بعد طائف کے لوگوں نے مہم جوئی شروع کر دی اور حنین کے میدان میں اکٹھے ہو کر مکہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر دیا اور ابتدائی معرکے میں ان کو منتشر کر دیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سے قبل کسی جنگ میں مسلمان اس قدر تعداد میں اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ بعض کی زبان سے فخریہ کلمات نکل گئے کہ آج ہمیں کثرت تعداد کی وجہ سے کوئی نہیں ہرا سکتا۔ چنانچہ ابتدائی فتح کے بعد پیش قدمی کے دوران ہوازن نے جو عرب کے بہترین تیر انداز تھے، مسلمانوں کو تیروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کے پاس پسپائی کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا اور یہ پسپائی انتہائی بے ترتیبی سے ہوئی تھی، اس لیے بھگدڑ مچ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ تنہا رہ گئے۔ اس نازک وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ مسلمان افواج نے دوبارہ مجتمع ہو کر حملہ کیا اور ہوازن و ثقیف قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اب مالِ غنیمت

جمع ہونا شروع ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس نے جس کو قتل کیا ہے اس کا مال اسی قاتل کو ملے گا۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور بنی ثقیف کی مزاحمت جاری رہی۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا ایک خواب بیان فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک پیالہ پیش کیا گیا میں نے چاہا کہ اس سے پیوں لیکن ایک مرغ نے اس میں ٹھونگ مار دی''۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ ابھی فتح نہیں ہو گا لیکن اگر مزید محاصرہ جاری رکھیں تو فتح ملنے کا امکان ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں بھی یہی سمجھتا ہوں''۔

اس کے بعد محاصرہ اٹھا دینے کا حکم جاری فرمایا اور مقام جعرانہ میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں کئی دن تک بنی ہوازن اور دیگر قبائل کا انتظار کیا گیا لیکن وہ نہ آئے تو مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔

طائف کی فتح کے بعد یہ ہو رہا تھا کہ مختلف علاقوں سے قبائل کے وفود بارگاہِ رسالت میں حاضری دے رہے تھے اور کچھ دل سے مسلمان ہو رہے تھے، جب کہ کچھ ایک سیاسی طاقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر رہے تھے۔ وہ طاقت جس نے قریشِ مکہ کو شکست دی تھی اس سے لڑنا ان کے بس سے باہر تھا، چنانچہ فوری حل یہی تھا کہ سر کو جھکا لیا جائے۔

۹ھ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمان ریاست کی جانب سے پہلا حج کیا گیا۔ یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے امیر حج تھے۔ یہ وہ اعلیٰ ترین اعزاز ہو سکتا تھا جو دورِ نبوت میں کسی صحابی کو دیا گیا ہو۔ امیر حج کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے قبائل کو حج کروایا۔ اسی موقع پر سورہ توبہ کی وہ آیتیں بھی سنائی گئیں جن میں کسی بھی مشرک کے لیے بیت اللہ کو ممنوع قرار دے دیا گیا، نیز جو قبائل ابھی تک تسلیم نہیں ہوئے تھے ان کو آخری تنبیہ کر دی گئی کہ چار ماہ تک کی مہلت ہے اس کے بعد یا تو اسلام قبول کر لو یا پھر عرب چھوڑ دو یا پھر قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ گویا اس فریضے کو آخری شکل دی جا رہی تھی جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا دینا گویا ان کی صلاحیتوں کا اعتراف تھا کہ وہ امت کے مختلف نسلی، لسانی، قبائلی، اور علاقائی گروہوں کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد تبوک کی مہم پیش آگئی، جس کے لیے نہ صرف جانی بلکہ مالی قربانی بھی ضروری تھی۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کُل سامان اٹھا لائے اور اللہ کی راہ میں دے دیا۔ یہاں تک کہ تن کے کپڑے بھی صدقہ کر کے خود بازار سے ٹاٹ لے کر اسی میں کانٹے لگا کر جوڑا اور استعمال کر لیا۔ چنانچہ اس ایثار و قربانی پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا کہ

''فرشتوں کو حکم دے کر ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا لباس پہنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس حال میں بھی وہ اللہ سے راضی ہیں؟''

ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا کہ

''میں کسی حال میں بھی اللہ سے راضی ہوں''۔

تبوک کی مہم سیاسی لحاظ سے اہم ترین مہمات میں سے ایک تھی یہ بنیادی طور پر رومی لشکروں کی نقل و حرکت اور ان کی فوجی طاقت کی نمائش کے جواب میں مسلم عسکری طاقت اور رفتار کا مظاہرہ تھا۔ رومی سرحدوں پر گڑبڑ کی خبریں ایلاء کے واقعے کے دوران ہی موصول ہو رہی تھیں۔ جیسا کہ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ایلاء کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ''غضب ہو گیا'' تو عمر رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر کہا کہ ''کیا ہو ا عیسائی تو نہیں آگئے؟''۔ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم اس خطرے کو نظر میں رکھے ہوئے تھے، روم کے قیصر کے نام دعوتی خط اور اس کے بعد رومی سلطنت کی مخاصمانہ کارروائیاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قتل اور مسلمانوں کی کارروائی (جنگ موتہ) کے جواب میں رومی سلطنت کا پوری قوت کے ساتھ اپنے حاکم کی حمایت میں کھڑے ہو جانا، پھر اسلامی سرحدوں کے نزدیک رومی افواج کی نقل و حرکت اور ایک لاکھ فوج کے ساتھ عرب علاقوں پر چڑھائی کی خبریں... سب مل کر یہ واضح کر رہا تھا کہ جلد یا بدیر روم اور مدینہ کا ٹکراؤ لازمی ہے۔ اگرچہ یہ ٹکراؤ تبوک کے وقت میں نہیں ہو سکا کیونکہ چالیس ہزار مسلمان لشکر کی رومی سرحد پر موجودگی ایک خطرہ تھی اور کسی قسم کی اشتعال انگیزی ٹکراؤ جیسے سنگین حالات پیدا کر سکتی تھی جب کہ رومی سلطنت کتنی ہی مستحکم سہی لیکن حال ہی میں فارس کے ساتھ کشمکش میں اس کی بہت توانائی ضائع ہوئی تھی۔ ان حالات میں ایک نئے محاذ اور تازہ دم افواج کے ساتھ لڑنا ان کے لیے مشکل تھا۔ چنانچہ واضح طور پر نظر آتا ہے کہ تبوک میں ایک لاکھ رومی فوج ہونے کے باوجود وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے اور اپنی افواج کو سامنے نہ لائے[1]۔

---

[1] یہاں ایک بات واضح کر دینا ضروری ہے۔ مضمون میں جہاں جہاں بھی سیاسی اور عسکری تجزیہ کیا گیا ہے وہاں خاص طور پر یہ مدنظر رکھا گیا ہے کہ تجزیہ غیر جانبدار ہو کر کیا جائے، اسی لیے کوشش یہ کی ہے کہ غیر مسلم خصوصاً یورپی عیسائی مورخین اور تجزیہ نگاروں کے بیانات کو لیا جائے اور الفضل ما شہدت بہ الاعداء کی عملی صورت پیش کی جائے لیکن پورا مضمون مسلمان مورخین سے اخذ کیا گیا ہے

رومی افواج کی پسپائی نے مسلمانوں میں قدرتی طور پر ایک احساس تفاخر پیدا کر دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی تھوڑی سی تعداد سے ایک بڑا رومی لشکر خوف زدہ ہو کر پسپا ہو گیا تھا چنانچہ اس سے ان کی خود اعتمادی اور حوصلے میں اضافہ ہوا اور وہ روم و ایران سے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ تبوک سے واپس ہونے پر معلوم ہوا کہ رومی پھر سرحدی علاقوں میں اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک لشکر ترتیب دیا گیا جس میں تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ شامل تھے اور اس کی کمان اسامہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی گئی یہ جنگ 'جنگِ موتہ کا ہی تسلسل تھا لیکن ابھی لشکر مدینہ سے باہر جرف پہنچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبریں عام ہو گئیں اور یہ لشکر راستے ہی میں رُک گیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اطمینان کر کے روانہ ہو۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آخری جنگی کارروائی تھی۔ سیاسی کارروائی نیچے آ رہی ہے۔

۹ھ کسی حد تک اور ۱۰ھ مکمل طور پر وفود کا سال تھا یہ وفود تمام عرب سے آ رہے تھے اور ان میں اکثر لوگ مسلمان ہونے کی نیت کے علاوہ بھی عزائم رکھتے تھے۔ چنانچہ ان وفود کے ساتھ گفتگو اور معاملات طے کرنے کے وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ عام طور پر موجود ہوتے تھے۔ اس سے قبائل کے لوگوں کو بھی اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان کو آئندہ کس شخص سے معاملات طے کرنے ہیں۔ خود ابو بکر رضی اللہ عنہ انساب کے بہت بڑے ماہر تھے، اس لیے وہ مختلف قبائل کا نسب ان کی خوبیاں اور خامیاں ان کے رسوم و رواج وغیرہ سے واقف تھے اور اس واقفیت کا فائدہ اِن سیاسی معاہدات اور اتحادات میں ہو رہا تھا جو ریاستِ مدینہ اور عرب قبائل کے درمیان طے پا رہے تھے۔ یہ سمجھنا کہ تمام قبائل ہی اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اس کے دامن میں پناہ لے رہے تھے خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ویسے ہی اکثر قبائل نے بغاوت کر دی جیسا کہ آگے آئے گا۔ لیکن سب بغاوت کرنے والے قبائل بھی اس سیاسی طوفان کا حصہ نہیں تھے جو ریاستِ مدینہ کے خلاف اٹھایا گیا تھا بلکہ کچھ قبائل کے تو مسائل ہی الگ تھے، یہ معاملہ آگے تفصیل سے آ رہا ہے۔

مکہ کی فتح ایسا واقعہ تھا جس کا عرب کی سیاست پر گہرا اثر پڑا۔ ایک جانب اسلام دشمنی کا ایک باب ختم ہو گیا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے فوراً بعد ہی عسکری مہمات روانہ کی جانے لگیں اور ان کا مقصد قبائل میں اسلام کی ترویج تھا۔ اگر کوئی اس سے رُک جاتا تو اول تو عسکری طاقت کا مظاہرہ ہی کافی تھا ورنہ اس طاقت کو استعمال بھی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن عسکری طاقت کے استعمال کی نوبت کم آئی اور وہ بھی غلط فہمی کی وجہ سے۔ لیکن اس سے نئے دشمن سامنے آئے، یہ دشمن دو طرح کے تھے۔

۱۔ وہ لوگ جو جاہلیت کی رسوم و رواج کے ساتھ چمٹے رہنا چاہتے تھے لیکن مجبور تھے کہ اسلام کے سامنے اپنی گردنیں خم کر دیں۔ عمرو بن معدی کرب، عیینہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس اور عباس بن مرداس اسلمی وغیرہ انہی میں شامل تھے۔

۲۔ عرب کے گرد موجود ریاستیں جن میں روم اور فارس جیسی ریاستیں بھی شامل تھیں۔ ان کو عرب میں ایک نئی ابھرتی ہوئی طاقت سے خطرہ تھا اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوتی خطوط میں ان سب کو اسلام لانے کی دعوت دی تھی۔ یہ ریاستیں خطرہ زیادہ شدت سے محسوس کر رہی تھیں۔ روم کی تو نہیں لیکن فارس کی عربوں سے ایک جنگ پہلے بھی ہو چکی تھی۔ ذی قار کی جنگ جس میں جان پر کھیلے ہوئے بدوؤں نے فارسی لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس لیے فارس کا خوف اس حوالے سے بھی واضح تھا اور دشمنی کی ابتدا پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ان حالات میں عرب کے ان علاقوں میں جہاں فارسی اثر قائم تھا اسلام کا پہنچ جانا ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ یمن جہاں خود فارسی النسل عامل نے اسلام قبول کر لیا تھا، عمان، حیرہ وغیرہ اسلامی ریاست کے زیر اثر آ چکے تھے۔ ان حالات میں ان ریاستوں کے سامنے نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی خطرہ بھی موجود تھا۔

ریاستی سطح پر جو چالیں چلی گئیں ان میں فارس کی جانب سے جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرپرستی اور ان کو ابھارنا تا کہ ریاست مدینہ کو اندرونی طور پر ہی ختم کر دیا جائے یا کم از کم اتنا الجھا دیا جائے کہ وہ اپنی حدود سے باہر توجہ ہی نہ کر سکیں اور یا اتنے کمزور ہو جائیں کہ فارسی سیادت کو قبول کر لیں۔ لیکن یہ بعد میں ہوا۔

غزوہ تبوک کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور اس دوران میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر صلوٰۃ مقرر کرنا گویا تمہید تھی کہ آنے والے وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امت کی قیادت سنبھالنی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

> ''ہم نے اس (خلافت) میں غور کیا تو جانا کہ دین میں سب سے اہم فریضہ نماز ہے اور اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا، سو جس کو ہمارے دین کا امام بنایا گیا ہم نے اس کو اپنی دنیا کا بھی امام بنا لیا''۔

ایک عجیب و غریب بحث حدیث قرطاس کی بنا پر چھیڑی جاتی ہے اور روافض کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم منگوایا تھا۔ کچھ علما اس جانب گئے ہیں کہ یہ حدیث ہی من گھڑت ہے۔ جدید دور میں علامہ شبلی مرحوم نے اس پر طویل بحث کی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ نہ صرف یہ واقعہ پیش آیا تھا بلکہ اس کاغذ اور قلم منگوانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی وصیت کرنا مقصد تھا جیسا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے چاہا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور یہ امر خلافت ابو بکر کے حوالے کر دوں لیکن اس سے رُک گیا کیونکہ مسلمان ابو بکر کے علاوہ کسی اور کی امارت پر راضی نہ ہوں گے"۔

یہ بہت واضح ارادہ ہے اس کے مقابلے میں روافض کے دور از کار دلائل قبول نہیں کیے جا سکتے۔

سیاسی طور پر بھی اس کی وجوہات ہیں:

1. ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو طویل رفاقت حاصل ہوئی وہ کسی اور صحابی کو نہیں ملی۔
2. عربوں میں یہ عام خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی مسلمانوں کے قائد ہیں۔ جیسا کہ غزوہ احد میں ابو سفیان نے نام لے کر پکارا اور ان کے زندہ ہونے کی تصدیق چاہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہی نام لیا۔
3. سنت نبوی اور منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے اس طرح کوئی اور صحابی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بات نہ صرف سیرتِ نبی بلکہ سیرتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔
4. اسلامی ریاست کے اس مرحلے پر ذاتی طور پر ایسے اوصاف والا قائد چاہیے تھا جو نہ صرف امت پر شفیق ہو اور ان میں بد دلی پیدا نہ ہونے دے بلکہ کفار اور فتنہ پروروں کے مقابلے میں ایک مضبوط عزم والا آدمی ہو تا کہ فتنہ کو کچل سکے۔ ذاتی اوصاف کے لحاظ سے یہ امتزاج ابو بکر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔
5. سیاسی اعتبار سے ابو بکر رضی اللہ عنہ بنسبت کسی اور کے عام عربوں کو بھی قابل قبول تھے۔ وہ کوئی غیر معروف شخص نہ تھے بلکہ قریش کی جانب سے دیت و تاوان کا فیصلہ کرنے والے ایک ذمہ دار شخص تھے۔ اس قسم کے آدمی کو سیاسی باریکیوں کا احساس رہتا ہی ہے اور وہ ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کا تجارت کے دنوں کا حلقہ اثر بھی اس سے کہیں زیادہ وسیع تھا جتنا باقی حضرات کا تھا۔ سنت نبوی آپ رضی اللہ عنہ کا مزاج بن گئی تھی۔ سیاسی دور بینی اور دور اندیشانہ فیصلے کرنے کے لحاظ سے کوئی بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوا۔

یہ تمام وجوہات واضح کرتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی تھی اور اللہ کے ہاں بھی اسی چیز کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ سقیفہ کی مجلس میں جب عمر رضی اللہ عنہ کا نام آپ رضی اللہ عنہ نے امارت کے لیے پیش کیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

"خدا کی قسم میری گردن بغیر کسی گناہ کے اڑا دی جاتی تو یہ میرے لیے آسان تھا بہ نسبت اس بات کے کہ ایک ایسی قوم پر امیر بنوں جس میں ابو بکر موجود ہوں"۔

اسی بات کو عمر رضی اللہ عنہ نے استدلال کے طور پر انصار کے سامنے پیش کیا اور کہا:

"تم میں سے کون ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر پیش قدمی کرتا ہے؟"

اس پر انصار کی آواز آئی:

"ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ابو بکر پر پیش قدمی کا سوچیں"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت امت کی امارت و قیادت کے لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی موزوں ترین شخص تھے جن کی برابری کا دعویٰ کسی جانب سے نہیں ہو سکتا تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

میرے عزیز بھائیو!

مجاہدین کا ہدف امریکہ تھا۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے یہود اور صلیبیوں کے خلاف جہاد کی پکار دی تھی۔ مجاہدین نے ریاض کی حکومت گرانے کی دعوت نہیں دی تھی۔ انہوں نے اسلام آباد کی طرف بھی اپنے ہتھیاروں کا رخ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے امریکہ کو مارا اور امریکہ ہی کو مارنے کی طرف امت کو بلایا۔ مجاہدین نے گیارہ ستمبر کے مبارک حملے کیے تو یہ امریکہ پر ہوئے۔ یہ اسلام آباد ریاض اور قاہرہ پر نہیں ہوئے۔ پر گیارہ ستمبر کے بعد اسلام آباد سے قاہرہ اور ریاض تک کے یہ بادشاہ اور یہ جرنیل' مجاہدین کے راستے میں حائل ہوئے۔ انہوں نے حزب اللہ اور حزب الشیطان کے مابین اس معرکے میں ہمیشہ کی طرح شیطانِ عصر ہی کی اطاعت، حمایت اور حفاظت کا راستہ چنا۔ ان سب نے اپنی فضائیں سمندر اور زمینیں امریکی افواج کے سپرد کر دیے۔ امریکی جنگ کو اپنی جنگ کہا۔ امریکی دفاع کے لیے انہوں نے اپنی ہی قوم کے امن کو داؤ پر لگایا۔ وہ مجاہدین جو القدس کی آزادی کے لیے نکلے تھے اور جنہوں نے یہودیوں اور صلیبیوں کو مار بھگانے کی قسم کھائی تھی، یہ جرنیل اور حکام انہیں چن چن کر شہید کرنے لگے۔ انہیں پکڑ پکڑ کر امریکیوں کے ہاتھوں بیچا۔ اپنے جیل اور عقوبت خانے ان سے بھر دیے گئے اور جس نے بھی جہاد کی نصرت کی ان کی بستیوں کی بستیاں اجاڑ کر رکھ دیں۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

مجاہد کا زادِ راہ

تمہید: اللہ تبارک و تعالیٰ کا نہایت شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا اور ان سب نعمتوں کے بعد مجاہد فی سبیل اللہ بھی بنایا۔ بلاشبہ شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور کفرانِ نعمت غضب اور پکڑ کا سبب ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار ہو جاؤ! کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا دل ہے!"

بقول ایک اللہ والے بزرگ کے، کہ انسانی معاشرہ بھی انسانی جسم کی طرح ہے۔ جیسے چند چھٹانک کا دِل منوں کے تن و توش کو سنبھالے ہوئے ہوتا ہے بالکل اسی طرح انسانوں کے معاشروں میں بھی چند ہزار افراد کروڑوں افراد کے دل کے طور پر کروڑوں انسانوں کے تن و توش کو سنبھالے ہوئے ہوتے ہیں۔ جیسے انسانی جسم میں دل سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے ویسے ہی معاشرے کے وہ افراد جو مل کر دل کا کام کرتے ہیں، ان کے سنورنے سے معاشرہ سنور جاتا ہے۔

مجاہد فی سبیل اللہ ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے جو معاشرے کا دل ہوتے ہیں۔ پس مجاہدین کے قلوب سب سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ وہ سنور جائیں۔ یہ قلوبِ مجاہدین سنوریں گے تو پورے اسلامی معاشرے کے قلوب کے سنورنے کا سامان ہو سکے گا۔

مجاہدین کے شیخ، حضرتِ عبد اللہ عزّام شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کے قلوب کو سنوارنے کے لیے مختلف تحریرات لکھیں اور تقاریر کیں۔ انہی تحریرات و تقاریر کے اردو مجموعے کا نام 'مجاہد کا زادِ راہ' ہے۔ یہ مجموعہ کتابی صورت میں جہادِ افغانستان ضد الروس میں چھپا تھا۔ اس مجموعے میں کچھ اغلاط تھیں۔ ادارہ نوائے افغان جہاد 'مجاہد کا زادِ راہ' قسط وار سلسلے کے طور پر ایک بار پھر چھاپ رہا ہے۔ کوشش ہے کہ اس نسخے میں اغلاط کی تعداد کم سے کم ہو جائے۔

انتساب: یہ کاوش مجاہدینِ برِّصغیر کے ایک مربّی و شیخ، شہید قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ کے نام منسوب کی جاتی ہے۔ جنہوں نے مجاہدین کے قلوب کی اصلاح کے لیے بہت سی شمعیں اور بہت سے دیپ جلائے۔ ان کی انتہائی خواہش تھی کہ 'مجاہد کا زادِ راہ' ایک بار پھر، اغلاط سے پاک ہو کر چھپے اور اسے مجاہدین کے مراکز میں بطورِ نصاب پڑھا اور پڑھایا جائے۔

گزارش: مجاہدینِ عالی قدر سے خصوصی گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے زادِ راہ میں 'مجاہد کا زادِ راہ' شامل کر لیں۔ اس کو پڑھیں، اس پر دل و جان سے عمل کریں اور اسی کو حرزِ جاں بناتے ہوئے ایک دوسرے کو نصیحت کریں۔ آپ کو اپنے آپ کو ان مفاسد اور برائیوں سے بچانا ہو گا جو اسلامی معاشرے کو دیمک کی طرح کھا جاتی ہیں کہ آپ اسلامی معاشرے کا دل ہیں اور آپ نے امتِ مسلمہ کے کروڑوں نفوس پر مشتمل تن و توش کو سنبھالنا ہے۔

عزیز مجاہدین! آپ اس نسلِ اولین کی مانند ہیں جس نے اسلام کو دنیا میں پہلی بار نافذ کیا اور جو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مجاہدینِ عالی قدر! آئیے اپنے آپ کو خامیوں سے پاک کر لیجیے اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف، تاکہ اپنی اصلاح ہو اور پھر معاشرے کی تاکہ اللہ پاک کی خوشنودی و رضا کے ہم مستحق بن جائیں۔ آیئے اس انقلابِ عظیم کو برپا کرنے کی محنت میں قلب و ذہن سے بھی، شعوری طور پر بھی شامل ہو جائیں جس کی شام خلافت علی منہاج النبوۃ کا قیام ہے۔ اللہ پاک ہمیں ویسا بنا لیں جیسا اسے اپنے نیک بندوں کو دیکھنا پسند ہے۔ آمین یاربّ العالمین۔

ع آدمی کے من میں بھی، اک محاذ ہوتا ہے
بس پرائے دشمنوں ہی پہ وار مت کرنا

(ادارہ)

تیسری بنیاد: توحیدِ خالص

اُمت کے سامنے شریعت کی عمارت کی تعمیر سے پہلے عقیدے کا مکمل ڈھانچہ تعمیر کرنا۔

قرآن نے مکہ میں نازل ہوتے ہوتے تیرہ سال لگا دیے۔ اس پورے عرصے میں وہ فقط کلمہ " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تشریح کرتا رہا۔ وہ عقیدے کی تشریح اس لیے کرتا رہا تاکہ یہ دِلوں کے اندر خوب اچھی طرح جڑ پکڑ لے کیونکہ یہ سارا دین، اس کی ساری تفاصیل، اس کے سارے احکامات الوہیت کے اس اکیلے قاعدے پر ہی قائم ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے"۔

یہ دین ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں زمین کے اندر دور تک چلی گئی ہیں اور جس کی شاخیں پھیلتی ہوئی آسمان تک جا پہنچی ہوں۔ اگر ہریالی کا مجموعہ زیادہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جڑیں لازماً گہری ہوں گی۔ ورنہ اس درخت کا اتنا بہت سا بوجھ کیوں کر سہار سکیں۔ اسی طرح اس دین کی (یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی جڑیں بھی بہت گہری ہونی چاہئیں۔ دل میں ایمان گہرا ہو گا تو دین کے شجرِ ثمر بار کا بوجھ سہار سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسلام کی اقتصادی تشریح کر کے، یا معاشرتی محاسن گنوا کر یا نظامِ سیاست کی خوبیاں بتا کر یا اس کے اخلاقی نظام کے گیت گا کر لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت قائم کی جا سکتی ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ وہ اس دین کے مزاج کو نہیں سمجھتے اور اُس کے اصل پروگرام کی اساس کا ادراک نہیں رکھتے۔

برادران کرام! اگر صورتِ حال ایسی ہی ہے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم لوگوں کو، فروعات کی پسندیدگی کی بنیاد پر نہیں لوگوں کے دلوں میں عقیدے کی جڑیں گہری اتارنے سے اپنی

دعوت کا آغاز کریں۔ دلوں میں عقیدہ جڑ پکڑ جائے تو وہ ہماری ہر بات کی پیروی کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم نے اُن کو محض نماز کا حکم جتلایا، وضو کے فائدے بتلائے، عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں اسلام کی فراخ دِلی ثابت کرنے پر زور صرف کیا۔ حکمران کے فرائض گنوائے اور انصاف کی اہمیت جتائی تو یہ سلسلہ لمبا ہی ہوتا چلا جائے گا۔ وہ ہر روز آپ کے سامنے ایک نیا شبہہ، ایک نیا سوال پیدا کر کے رکھ دیں گے تاکہ آپ اس کا جواب دیں۔ دین اس طریقے سے شروع نہیں ہوا، جو لوگ اسلام کے اقتصادی نظام کا تعارف کروا کر یا معاشتی نظام کے گن گا کر لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معانی کو دل میں بٹھانے کی اہمیت و ضرورت نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے بیج زمین میں نہیں ہوا میں بو رہے ہیں۔ انہیں ہوا میں درخت اُگنے کا انتظار ہے۔ افسوس! یہ انتظار کبھی ختم نہ ہو سکے گا۔

چوتھی بنیاد: خالص دعوت

یہ کہ آپ کی دعوت بالکل واضح اور خلط مبحث سے پاک ہو۔ چنانچہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیشکش کی کہ وہ ایک سال اللہ کی عبادت کیا کریں اور ایک سال اپنے معبودوں کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انہیں جواب دیا گیا کہ:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ O لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (الکافرون: ۱-۲)

"کہو، اے کافرو! میں ہرگز اس کی عبادت نہ کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (الغافر: ۱۴)

"اللہ ہی کو پکاریں اُس کے دین کے لیے بالکل خالص ہو کر، خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی برا لگے۔"

ضروری ہے کہ ہم اپنے ہدف کا پہلے روز سے اعلان کریں۔ ہمارے لیے یہ کسی طور مناسب نہیں کہ اپنے دین کی تبلیغ کے لیے قومی پرچموں کے نیچے چھپتے پھریں۔ نہ ہی ہمیں اپنے دین کو فائدہ پہنچانے کے چکر میں بعث پارٹی کے اندر جا چھپنا چاہیے اور نہ اپنی دعوت کی تبلیغ کے لیے اشتراکی تنظیم اپنانی چاہیے۔ نہ ہی ہمیں یہ سوچ کر زیرِ زمین تنظیموں میں جانا چاہیے کہ شاید اس طرح ہم اپنے دین کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں۔

نصب العین کا اختلاط پہلے روز سے ہی ہمیں گمراہ کر دے گا۔ لوگ یہ جانے بغیر کہ وہ کس کی پیروی کر رہے ہیں اور ہی راستوں پر چلتے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے اپنے ہدف کا اعلان پہلے روز ہی کر دیا تھا اور وہ یہ تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے روز سے لوگوں کے شعور کو جگانے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ ان کے اندر شعوری اور نفسیاتی عزلت بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہے اور ان کی یہ کوشش پہلے لمحے سے لمحۂ وصال تک بغیر کسی وقفے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے جاری رہی۔ وہ لوگوں کو کفار کی مشابہت اختیار نہ کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔ فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم

"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہو گیا"۔

اور جب انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک درخت کھڑا کر دیجیے جس پر وہ جاہل کفار اپنا اسلحہ اور ہتھیار وغیرہ لٹکاتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:

انها السنن، لتتبعن سنن من قبلكم حذو القدة حتى لو دخلوا حجر ضب لد خلتموه۔

"یہ سنتیں ہیں، تم اپنے سے پہلے لوگوں کی قدم بہ قدم پیروی کرو گے حتیٰ کہ وہ اگر تتیوں (بھڑوں) کے چھتوں کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی اس سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے"۔

اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت، لباس اور دوسری رسوم میں یہودیوں، عیسائیوں اور کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ اس سلسلے میں تفصیلی تعلیمات کے لیے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " اصحابِ جحیم کی مخالفت میں صراط مستقیم کے تقاضے" کا مطالعہ کریں۔

اللہ عزوجل نے اُمتِ اسلامیہ کے اجزائے ترکیبی طے کر کے اُسے دنیا کی منفرد اُمت بنا دیا ہے۔ اللہ نے اُس کی شہریت اُس کا عقیدہ قرار دی ہے۔ اُس کا ملک اُس کا "دارالاسلام" ہے اُس کا حاکم "اللہ رب العالمین" ہے اور دستور قرآن عظیم الشان۔

ملک، شہریت اور قرابت کا یہ اعلیٰ تصور اس چیز کا متقاضی ہے کہ داعیوں کے دلوں میں گھر کر لے اور اتنا واضح ہو کہ جاہلیت کی ہفوات کے ساتھ متخالطہ نہ ہو سکے۔ شرکِ خفی اس میں چپکے چپکے داخل ہو کر تصویریں نہ بنا سکے۔ زمین کا شرک، جنسیت اور شہریت کا شرک، قومیت کا شرک، نسب کا شرک اور عاجلانہ ثمر کا شرک... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومیت کے بارے میں فرمایا:

دعوها فانها منتنة

"اس کو چھوڑ دو، یہ بدبودار مردار ہے"۔

ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کیا الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ "بدبودار" اُف وہ الفاظ جن کے اپنے اندر سے بُو آتی ہے اور جو لوگ اس بدبودار فضا میں سانس لیتے ہیں۔ اُن کے بارے میں فرمایا:

لينتهين قوم يفخرون بابائهم اوليكونن اهون على الله من العجل

"اپنے آباء پر فخر کرنے والے لوگ ضرور ختم ہو جائیں گے یا وہ اللہ کے نزدیک جعل سے بھی زیادہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے"۔

جعل بے کھال کا ایک چھوٹا سا صر صور (ایک حشرہ) ہوتا ہے۔ یعنی یہ لوگ اس ذرا سے حشرے (کیڑے) سے بھی چھوٹے ہوں گے۔ یعنی قومیت کا پرچار کرنے والے اور تعصبات کی آگ بھڑکانے والے صرصور کی طرح۔

پانچویں بنیاد: بنیادی گروہ کی تیاری

یہ قاعدہ صبلہ جس کی تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمبے عرصے تک مسلسل مصروف رہے۔ آخر کار ابو بکر، عمر، عثمان، مصعب اور حمزہ رضی اللہ عنہم جیسی جیتی جاگتی مثالوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جس گروہ کو قائم کیا تھا۔ وہ اس قدر مضبوط اور ٹھوس تھا کہ جب پورے جزیرہ نمائے عرب میں ارتداد کی ہوا چلی اور اسلام مدینہ میں محصور ہو کر رہ گیا تو یہ "بنیادی گروہ" ہی تھا جس نے جزیرہ نما کو اُٹھ کر دوبارہ اِسلام سے بھر دیا۔ اس گروہ میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے جنھوں نے عین زمانۂ اِرتداد میں پورے عزم کے ساتھ کہا :

والله لو منعونی عناقا کانوا یودونه لرسول الله صلی الله علیه وسلم لقاتلتهم فیه او اهلک دونه۔

"خدا کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اونٹ کے گلے میں باندھنے والی کوئی ایسی رسی بھی دینے سے انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہے ہوں گے تو میں اُن کے ساتھ جنگ کروں گا۔ خواہ اُس کی خاطر مارا ہی کیوں نہ جاؤں"۔

اسی گروہ میں سے یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نکلے جنہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر روک لینے کے مشورے کے جواب میں قسم کھا کر کہا:

والله لو دخلت السباع المدینة وجرت ارجل نساء النبی صلی الله علیه وسلم من حجر اتهن ماترددت ولا وقفت۔

"خدا کی قسم! اگر درندے مدینہ میں داخل ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچتے پھریں۔ میں تب بھی اسامہ کے لشکر کی روانگی میں کوئی تردد نہ کروں گا اور اُسے کسی قیمت پر نہ روکوں گا"۔

یہ گروہ کس طرح تشکیل پا گیا۔ یہ مضبوط اور ٹھوس جماعت کیسے تیار ہوئی۔ اتنے اعلیٰ نمونے کس طرح قائم ہوئے۔ اس طرح...اس طرح اور اس طرح کہ اسلام کی عظیم الشان عمارت کی مکمل بنیاد جن ستونوں پر قائم تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ستونوں کی تعمیر پر بھرپور توجہ دے رہے تھے 'اُن کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

پہلا ستون: دین میں مکمل ہم آغوشی

مکمل آغوشی کا مطلب ہے تربیت کا مسلسل عمل اور اس عمل کی مسلسل روانی، طبیعتوں کا اس عمل کے لیے مسلسل تیار رہنا اور قائد کا اپنے سپاہیوں کو ہمیشہ اپنی نگرانی میں رکھنا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "دارِ ارقم" سے جہاں وہ اس بنیادی گروہ کو تیار کرنے کے لیے اپنا زیادہ تر وقت گزارتے تھے، ہجرت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مؤمنین کو حکم دیا کہ وہ ہجرت کر جائیں تاکہ وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے اِرد گرد موجود رہ سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی تربیت کر سکیں۔ جب ایک بدو آیا تو آپ نے اُسے اس شرط پر بیعت کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ موجود رہے گا۔ ظاہر ہے ہجرت کے بعد سب لوگوں سے اسی بات کی بیعت لی جا رہی تھی۔ اسے مدینہ کی گرمی نے ستایا تو وہ خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ "میری بیعت لوٹا دیجئے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور وہ غصے میں مدینہ چھوڑ کر چلا گیا۔ اس موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

انما المدینة کالکیر تنفی خبثها کما ینفی الکیر خبث الحدید

"مدینہ ایک پھونکنی کی طرح ہے جس طرح پھونکنی لوہے کا گند دور کر دیتی ہے اسی طرح مدینہ اسلام میں رہ جانے والا خبث دور کر دیتا ہے"۔

دوسرا ستون: روحانیت کی تعمیر

یہ مختلف ذرائع سے کی جاتی ہے۔ سب سے آغاز میں اور سب سے اہم "قیام اللیل" یعنی تہجد ہے۔ فرمایا :

یَا أَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِی عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیلًا ۝ (المزمل:۱-۵)

"اے چادر اوڑھنے والے !رات کو کھڑے ہوا کرو اور تھوڑی رات سونے کے علاوہ اکثر رات نماز پڑھا کرو۔ یا آدھی رات کے لیے ہی کھڑے ہو جایا کرو یا چلو آدھی رات سے بھی کم کے لیے کھڑے ہوا کرو یا اگر کھڑے رہ سکو تو آدھی رات سے زیادہ بھی کھڑے رہا کرو اور قرآن کی ترتیل کیا کرو! ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بوجھ ڈالنے والے ہیں"۔

یہ سب کس لیے...؟ محض اس لیے کہ آپ کا نفس اس قولِ ثقیل کا بار برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔ دعوت کے آغاز میں قیام اللیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے صحابہ پر فرض تھا۔ اسی طرح فرمایا :

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ (الاعراف:۱۷۰)

"جو لوگ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں تو ہم ایسے اصلاح پسندوں کا عمل ہرگز ضائع نہ کریں گے"۔

یہ دو آیتیں مصلح کے لیے بنیادی آیتیں ہیں۔ اس کے علاوہ مصلح کے ہتھیار حسب ذیل ہیں :

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ (البقرہ:۴۵)

"صبر اور نماز کے ذریعے استعانت کرو یقیناً یہ خشوع کرنے والوں کے علاوہ دوسروں پر بڑی بھاری ہے۔"

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ (البقرہ:۱۵۴)

"اللہ کے راستے میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں..."

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال:۴۵)

"اے ایمان والو! جب دشمن گروہ سے تمہارا سامنا ہو تو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاسکو"۔

معرکے کے میدان میں اللہ کو بہت یاد کرو شاید تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے نکلتے تو فرماتے: "غفرانک" یعنی اے اللہ! بیت الخلاء کے اندر تیرے ذکر کے بغیر جو لمحے گزر گئے اُن پر میں تیری معافی کا خواستگار ہوں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہمی محبت اور ایثار پیدا کرنے میں کوشاں رہتے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:۹)

"خواہ وہ خود تنگی میں ہوں لیکن وہ اپنی جان پر ایثار کرتے ہیں اور جو اپنے دل کی تنگی سے بچ گیا تو یہی لوگ فلاح پانے والے لوگ ہیں۔"

اسی طرح آپ اُن کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کرنے کے خواہاں رہتے۔ اگر کوئی صحابی آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی نامناسب بات زبان سے نکالتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

لا تذكروا لي اصحابي فاني احب ان اخرج اليهم وانا سليم الصدر

"میرے صحابہ کی شکایتیں نہ لگاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اُن سے ملنے کے لیے نکلوں تو میرا سینہ ہر شخص کی طرف سے صاف ہو"۔

اُن داعیوں کو اس مسئلے کی طرف توجہ دینی چاہیے **جو اپنے ہی بھائیوں کا گوشت محض اپنی دعوت کی مصلحت کے نام پر چیرتے پھاڑتے رہتے ہیں اور محض لوگوں میں مقبول ہونے کے لیے حرمات کو حلال کرتے رہتے ہیں۔**

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اپنے صحابہ کے بارے میں بُری بات سنتے تو اُن کی اچھائیوں کا ذکر فرماتے۔ جب حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے قریش کو خط لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفیہ منصوبہ بندی سے آگاہ کردیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے غضب ناک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن مار دوں تو فرمایا:

"عمر تمہیں کیا پتہ، یہ صاحب بدر میں حصہ لے چکے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا چنانچہ فرمایا: "جو چاہو کرو، میں نے تم سب کو معاف کیا"۔

چھٹی بنیاد: تمام قوتوں اور صلاحیتوں سے استفادہ

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ:۱۲۸)

"تمہارے پاس تمہارے ہی اندر سے ایک رسول آچکا ہے جو چیز تمہیں ناگوار ہے اور مشکل لگتی ہے وہ اُس پر بھی شاق ہے۔ وہ تمہارے بارے میں زیادہ سے زیادہ حریص ہے اور مومنین پر رحمت کرنے والا مہربان ہے"۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَه فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:۷)

"اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ اکثر معاملات میں تمہاری پیروی کرنا شروع کر دے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اسے تمہارے قلوب میں سجا دیا ہے"

ربِّ کریم نے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:۱۹۹)

"اُن سے (پسماندہ) لے لو، انہیں اچھی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض برتو"۔

"خذ العفو" کا مطلب ہے جتنی قوت وہ خرچ کر سکتے ہیں، لے لو۔ اُن پر اس سے زیادہ بوجھ ڈال کر انہیں پریشان نہ کرو۔ اُن پر بوجھ نہ بنو اور انہیں اپنے سے دور نہ کرو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو ہمدردی اور محبت سے سمجھاتے تھے۔ شبِ خندق جب آپ نے ایک صحابی کو دشمنوں کی طرف بھیجنے کا ارادہ باندھا تو فرمایا:

"کون ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے۔ اُس کو واپسی پر میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

صحابہ کے مجمع میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن کوئی شخص حرکت میں نہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنے الفاظ دوہرائے۔ پھر تیسری بار بھی صلائے عام دی اور پھر جب دیکھا کہ نامزدگی کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے تو فرمایا: "حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ"۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فرمانِ نبوی سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ اُس وقت میرے پاس کپڑے نہیں تھے۔ میں نے اپنی اہلیہ کی چادر پہن رکھی تھی اور سردی سے کانپ رہا تھا۔ میں نے چلنا شروع کیا تو ایسے چلنے لگا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو قیادت کے لیے منتخب کیا' مصعب کو دعوت کی ذمہ داری سونپی، بلال کو موذن بنایا، ابی کو قرآن کے لیے منتخب کیا۔ ابو بکر اور عمر کو مشورے کے لیے چنا۔ حسان کو شعر کہنے پر لگایا رضی اللہ عنہم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو اُس مناسب جگہ پر رکھتے تھے جو اُس کے حال کے مطابق تھی۔ آپ حسان رضی اللہ عنہ سے کہتے:

"اُن کی ذمّ کہو... اُن کی ہجو لکھو روح القدس تمہارے ساتھ ہیں"۔

آپ نے حسان رضی اللہ عنہ کو معرکے کی قیادت کے لیے نہیں چنا اور سعد رضی اللہ عنہ کو شعر کہنے پر نہیں لگایا بلکہ ہر شخص کو اُس کی اصلی اور حقیقی جگہ پر رکھا۔

ساتویں بنیاد: تقویٰ اور زہد و وراع

ساتویں بنیاد جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان محل کی تعمیر کی وہ لوگوں کی تقویٰ کے میزان پر قدر و قیمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کو اللہ کے میزان میں جبل اُحد سے زیادہ بھاری قرار دیا اور جب قریش نے آپ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ آپ قریش کے لیے علیحدہ مجلس لگایا کریں کیونکہ وہ بلال، عمار، صہیب اور سلمان جیسے غلاموں کی موجودگی میں شرم محسوس کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ کو حکم دیا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکھف: ۲۸)

"اپنے رب کو صبح شام پکارنے والے لوگوں کے ہمراہ صبر کا دامن تھامے رکھیے۔ یہ لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ اپنی نظریں اُن سے نہ پھیریے۔ آپ (اُن سے نظریں پھیر کر کیا) دنیا کی زیب و زینت چاہتے ہیں۔ اُس کی اطاعت نہ کیجیے جس کے دل پر ہم نے اپنے ذکر کے دروازے بند کر دیے ہیں اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا پھرتا ہے۔ اُن کا سارا کام افراط و تفریط کا شکار ہے (ضائع جانے والا ہے)"۔

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ قریش کے سردار ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے (حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے) تو بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: "خدا کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمنوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔" یہ سن کر ابو سفیان غصے میں آگئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا آپ مکہ کے سردار کو یہ اور یہ کہہ کر آئے ہیں۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اِس امر کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا ابابكر هل اغضبتهم؟ان كنت قدا غضبتهم فقد اغضبت الله

"اے ابو بکرؓ! کیا تم نے اُن کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے اُن کو ناراض کر دیا تو گویا تم نے اللہ کو ناراض کر دیا"۔

اُف خدایا! وہ بلالؓ جس کی قیمت چند سال قبل اس میز سے بھی کم لگتی تھی[2]۔ آج اس قدر بلند مرتبہ ہو گیا کہ اگر وہ ناراض ہو جائے تو اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ یہی وہ میزان تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب پوری طرح کاربند رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے عبد اللہ کی نسبت زیادہ دیتے رہے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ اباجان! آپ اُسامہ کو مجھ سے زیادہ کیوں دیتے ہیں؟ فرمایا:

"اُس کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارا تھا۔ اسی لیے میں "عطا" کے معاملے میں تمہیں اس کے برابر نہیں سمجھتا"۔

ایک بار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حضرات سہیل بن عمرو، ابو سفیان اور بلال وغیرہ آئے تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو تو داخل ہونے کی اجازت دے دی باقی دو حضرات کو نہ دی۔ اس بات پر ابو سفیان رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے۔ اُنہوں نے انتہائی ناگواری سے کہا: "اُف! آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ہم عمر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور اس غلام زادے کو اندر بلا لیا گیا ہے"۔ سہیل نے کہا: "غصہ نہ کرو، دعوت تو ہمیں بھی دی گئی تھی اور انہیں بھی۔ وہ سبقت لے گئے اور ہم پیچھے رہ گئے"

ایک مرتبہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں عبد الرحمٰن بن الحارث اور سہیل بن عمرو وغیرہ بیٹھے تھے، مہاجرین کی ایک جماعت آپہنچی۔ آپ نے ان دونوں حضرات کو دور کر کے ان نئے آنے والے مہاجرین کے لیے جگہ بنالی۔ پھر انصار کی ایک جماعت داخل ہوئی تو آپ نے ان کو اور دور کر دیا اور اس طرح دور ہوتے ہوتے آخر وہ مجلس کے بالکل ایک کونے میں سمٹ کر رہ گئے۔ ابو سفیان اور عبد الرحمٰن اس صورتحال پر بڑے برافروختہ ہوئے اور کہا:

"امیر المؤمنین! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کیا کسی ذریعے سے ہم اس چیز کا تدارک کر سکتے ہیں جو ہم سے فوت ہو چکی ہے"

فرمایا:

"مجھے تو اس کے علاوہ کوئی حل نظر نہیں آتا کہ آپ یہاں سے شام چلے جائیں"۔

---

[2] غالباً یہ مضمون اصلاً شیخ عبد اللہ عزّام رحمہ اللہ کا خطبہ ہے اور وہ جس میز کے سامنے کھڑے ہیں وہ میز مراد ہے، واللہ اعلم۔ (ادارہ)

چنانچہ دونوں حضرات نے ستر برس سے اوپر کا ہونے کے باوجود معرکہ یرموک میں شرکت کی۔

آٹھویں بنیاد: حادثوں اور تحریک کے درمیان تربیت

اُحد میں ایک ذرا سی غلطی ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ہوگئی تو صحابہ کو اس کی مہنگی قیمت ادا کرنی پڑ گئی۔ زمین کے سینے پر موجود ہزاروں انسانوں میں سے بہترین ستر انسان اس غلطی کی نذر ہوگئے اور جب آپ نے اُحد کی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے زخمی صحابہ کو ساتھ لے کر حمراء الاسد کی طرف ہو لیے۔ اس موقع پر جنگ اُحد میں شریک نہ ہونے والے کسی شخص کو ساتھ آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہاں پہنچ کر آپ نے پڑاؤ ڈالا اور تین دن تک چیلنج کرکے قریش کا انتظار کرتے رہے۔

نویں بنیاد: الجہاد

جہاد وہ نویں اساس ہے جس نے اس دین کی حفاظت کی ہے اور اسے کرۂ ارض کے کونے کونے تک پھیلایا ہے۔ یہ ہر تحریک کی اہم بنیاد ہے۔ کوئی اسلامی تحریک جہاد کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جہاد کا اہتمام نہ کرنے والی اسلامی تحریک کو چاہیے کہ وہ اپنی تحریک سمیٹ لے اور اپنے "بدعت" ہونے کا اعلان کردے۔ اسلام کا جہاد مختلف بنیادوں پر استوار ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کی تربیت اسی نہج پر کی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی برتتے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ازهد فى الدنيا يحبک الله وازهد بما فى ايدى الناس يحبک الناس

"دنیا سے بے پرواہ ہو جاؤ، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور لوگوں کے مالوں سے بے نیاز ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے"۔

اسی طرح توکل کا عقیدہ ہے۔ یہی سورۂ فاتحہ، ہاں یہی سورہ فاتحہ جسے ہم روزانہ فرض نمازوں میں کم از کم سترہ بار پڑھتے ہیں۔ ہمیں سکھاتی ہے کہ "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"دین دو قسم کا ہے عبادت واستعانت اور انابت وتوکل"۔

قریش کے خلاف معرکے لڑنے کے دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابیؓ کے گھر کے سامنے ہل کی لکیر دیکھی تو فرمایا:

"یہ چیز جس گھر میں داخل ہوئی وہاں ذلت اور نحوست کے سائے منڈلانے لگے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات زندگی کو معطل کرنے کے لیے نہیں فرمائی بلکہ آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ ان صحابیؓ نے ایک اہم کام کو اہم تر کام سے پہلے کرنا شروع کردیا تھا۔ کیونکہ اگر ہم زراعت اور تجارت میں مشغول ہوگئے تو اللہ کا دین زوال کا شکار ہو جائے گا۔ فرمایا:

ان الناس اذا ضتوا بالدرهم والدينار ورضوا بالزرع واسكوا باذنات البقرو تبايعوا بالعينة وتركوا الجهاد سلط الله عليهم ذلا لا يرفعه حتى يرجعوا الى دينه۔

"جب لوگ درہم اور دینار پر مرے جارہے ہوں گے اور زراعت پر راضی ہو جائیں گے اور گائے کی دم کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے اور عینہ کی پیروی کرنے لگیں گے اور جہاد ترک کر بیٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن پر ایسی ذلت مسلط کردیں گے جو اُس وقت تک نہیں اُٹھائی جائے گی جب تک کہ لوگ اللہ کے دین کی طرف لوٹ نہیں آتے"۔

چنانچہ بلادِ شام کی فتح کے بعد جب مسلمانوں نے زرخیز ماحول دیکھا تو وہاں گندم کاشت کرنی شروع کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ نے ایک آدمی بھیج کر سارے کھیت جلوا دیے اور محض ایک سطر کا یہ خط بھی لکھا کہ:

انكم ان تركتم الجهاد واشغلتم بالزرع ضربت عليكم الجزية وعاملتكم معاملة اهل الكتاب، ان اقواتكم من اقوات اعدائكم

"اگر تم جہاد ترک کرکے زراعت اختیار کروگے تو میں تمہارے اوپر جزیہ عائد کردوں گا اور تمہارے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کروں گا۔ تمہارا رزق تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہے، اسے وہیں سے حاصل کرو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت بالسيف بين يدى الساعة۔

"مجھے قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

وجعل رزقى تحت ظل رمحى وجعل الصغاروالذلة على من خالف امرى ومن تشبه بقوم فهو منهم

"میرا رزق میرے تیروں کے سائے میں رکھا گیا ہے۔ میرے طریقے کی مخالفت کرنے والے کے لیے ذلت اور رسوائی لکھ دی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا"۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

مع الاستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلا شبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلا شبہ اس نے موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الاستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔

حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرمالے۔

نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

وصلی اللہ علی نبیّنا محمد و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

محبت کی چابی اور ایمان و توکل کا عقیدہ:

حضرتِ استاذ کے ہمراہ، ہم تھکے ہارے وانا پہنچے تھے۔ رات کو مصعب بھائی رحمہ اللہ اپنے کمرے میں لے گئے۔ کھانا کھلایا، بستر بچھایا اور اچھی جگہ سلا دیا۔ صبح ہوئی، تو نمازِ فجر ادا کی۔ مصعب بھائی کہنے لگے کہ لمبا سفر کیا ہے، نہا لیا جائے۔ سو نہائے۔ بیٹھک نما کمرہ جو ہمارا اگلے کچھ زمانے کے لیے مسکن قرار پانا تھا اس کی طرف لے جائے گئے۔ یہاں استاذ، اس کمرے کے باہر صحن ہی میں موجود تھے۔ سر پر لگانے کے لیے تیل، کنگھی، موئسچرائزنگ کریم[3] اور ویزلین استاذ کے ہاتھ میں تھی۔ جب سے گھر سے نکلا تھا، اتنی چیزیں اکٹھی اور یوں کسی نے استعمال کی غرض سے پیش نہ کی تھیں۔ کچھ حیرت ہوئی اور ذرا جھجک سے یہ سب لیا۔

بال سنوارنے اور کریم و ویزلین سے جسم کو تر کرنے کے بعد، یہ سامان حضرتِ استاذ کو واپس کیا... حضرتِ استاذ کی یہی محبت تھی جس نے سیکڑوں کو ان کی محبت کا اسیر کر دیا۔ آج کی اس مجلس میں استاذ کے ذکر کے ساتھ دِل کی کیفیت عجیب سی ہو گئی ہے۔ نجانے کچھ بیان بھی کیا جائے گا یا نہیں۔

سوچتا ہوں کہ میں سب سے نا اہل شخص ہوں جس نے استاذ کے متعلق لکھنا شروع کیا ہے۔ بس اسی خیال سے یہ واضح کرنا صائب ہو گا کہ یہ سلسلہ ہائے مضامین میرے احساسات و خیالات کا مجموعہ ہے۔ ان سے استاذ کی ہمہ جہت شخصیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہر محبت کرنے والا جانتا ہے کہ محبوب کی ہر ہر ادا، عاشق کے لیے قیمتی ہوتی ہے، سو عاشقوں کے لیے یہ سلسلہ ہے۔ محبّینِ استاذ سے گزارش ہے کہ وہ اس میں سے خیر کو چن لیں اور خرابی کی اصلاح کر دیں۔ شخصیت کی باریکیاں اور بعض بالکل چھوٹی چھوٹی باتیں بھی محبت کرنے والے کو بہت اہم معلوم ہوتی ہیں۔ بس اسی سب کے لیے یہ سعی ہے، جس پر ابھی آپ کی نظر گزر رہی ہے۔ اس لیے بھی یہ لکھنا ضروری ہے کہ تاریخ لکھتے ہوئے مؤرخ کو شاید کچھ مواد اس سب سے بھی مل جائے۔ یہ مواد ہمارے لیے توشۂ آخرت بن جائے کہ یہ جس تاریخ کا حصہ بنے گا اس کا عنوان، دین کے لیے قربانی، فداکاری، سرفروشی اور اپنا سب کچھ لگا دینا ہے۔

استاذ نے ایک بعد کی مجلس میں خود بندے کو یہ حکم بھی فرمایا تھا کہ وہ جہادی قصے، کہانیاں، واقعات وغیرہ لکھے، تاکہ یہ سب محفوظ رہے۔ پھر استاذ کے خلفاء نے بھی بندے کو اس سلسلے کو جاری رکھنے ہی کی ترغیب دی ہے۔

خیر... میں اس مرکز میں اکیلا تھا، ساتھ میں تین خاندانوں کے گھر تھے۔ رات کا وقت ہوا تو استاذ اپنا سفری بستر[4] اور کمپیوٹر کا بیگ لے کر مرکز کے کمرے میں آ گئے۔ میں نے کہا حضرت گھر میں نہیں سوئیں گے کیا... آپ کے گھر والے اکیلے ہوں گے؟!

کہنے لگے اگر وہاں جا کر سوؤں تو یہاں ایک چھوٹا بھائی اکیلا ہو گا۔ اس چھوٹے بھائی کی خاطر یہاں آ گیا۔ میں نے کہا اچھا، پھر میں نے بھی بستر بچھایا اور دراز ہو گیا۔

---

[3] Moisturizing Cream

[4] Sleeping Bag

استاذ کا رات یہاں پر آنے کا مقصود صرف ایک چھوٹے بھائی کا رات بھر کے لیے ساتھ دینا نہ تھا، بلکہ وہ بغرضِ اصلاح و تربیت میرا مزاج جاننے کے واسطے بھی آئے تھے۔ میں یہ بات سمجھ نہ سکا تھا اور بستر میں گھس گیا۔ کچھ دیر گزری تو استاذ نے ذرا فلسفی و افسانوی انداز سے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ ہمارا ایک بھائی ہے... اس کی چابی اب تک نہیں ملی؟

تیر نشانے پر لگا اور میری زبان پر لگا قفل کھل گیا۔ اس رات کئی گھنٹے تک استاذ سے گپ شپ ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے میری زندگی 'جو تھوڑی ہی سی تھی' کی روداد سنی۔ پھر تھک ہار کر ہم سو گئے۔

یہاں تین خاندانوں کے گھر آباد تھے، چونکہ میں اکیلا تھا اس لیے تینوں گھروں نے تین کھانے کے اوقات کا کھانا اپنے اوپر تقسیم کر لیا۔ سو ناشتہ استاذ لاتے، دوپہر کا کھانا مصعبؒ بھائی اور رات کا کھانا ابو عیسیٰ بھائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی یہ خدمت قبول کر لیں جس کے قابل مَیں نہ تھا۔

دن گزرتے رہے اور پھر ہمارے مرکز میں تین ساتھی مزید آ گئے۔ مرکز کی ترتیب اور معمول چل پڑا۔ چند دن بعد اس جگہ استاذ سے ملاقات کے لیے نبیل بھائی آئے۔ استاذ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے، مجھے ابھی تک ان بھائی کی بھی چابی نہیں ملی جس پر استاذ کے ساتھ مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا۔

مجلسِ استاذ میں اصحابِ استاذ کا ذکر آیا چاہتا ہے۔

شیخ ابو حمزہ نبیل مالدیپی۔ کئی ساتھی ان کو ابو حمزہ کہہ کر پکارتے اور کئی نبیل، آپ کا اصل نام عامر تھا۔ جزائرِ مالدیپ سے تعلق تھا۔ قد چھوٹا یا قریباً درمیانہ، رنگ گہرا مائل سانولا تھا۔ مسلکاً سلفی تھے۔ ساتھی ان سے شرعی مسائل بھی پوچھا کرتے تھے، انہوں نے تحصیلِ علمِ دین کس سے اور کہاں سے کیا یہ خبر مجھے نہیں۔ بارود، الیکٹرانکس، آئی ٹی، کمپیوٹر انکرپشن اور اعلام کے شعبوں میں سے جہاد میں وابستہ رہے۔ حسِ مزاح بہت زیادہ تھی، ان کی موجودگی میں مجلس مسکراہٹوں اور قہقہوں سے مزیّن رہتی۔ میری ان سے پہلی ملاقات وہی تھی جو اوپر ذکر کی۔

اس ملاقات میں کھانے کا وقت ہوا، ہم کھانا کھا رہے تھے، تو مجھے کہنے لگے کہ منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا تو جلدی سے میرے منہ میں نوالہ ڈال دیا۔ پھر کہنے لگے کہ جب میں بڑا ہو کر بہت بڑا شیخ بن جاؤں گا ناں تو تم کہنا کہ میں نے فلاں شیخ کے ہاتھ سے نوالہ کھایا ہے۔ اس پر سب بے طرح سے ہنس پڑے۔

نبیل بھائی مالدیپ سے خاص کر جہاد کی غرض سے ہجرت کر کے وزیرستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۲۰۰۸ء کے مارچ میں، وانا کے مقام پر ایک شہری جنگ کا دورہ کر رہے تھے جب امریکہ جاسوس طیاروں (ڈرون) نے ان کے مرکز پر حملہ کیا۔ کئی میزائل داغے جس کے نتیجے میں ڈاکٹر ارشد وحید، کماندان افضل، ہشام بھائی سمیت کئی ساتھی شہید ہوئے اور نبیل بھائی سمیت کچھ ساتھی زخمی ہوئے۔

نبیل بھائی کی دائیں ٹانگ پر چھت سے شہتیر آ گرا۔ ٹانگ اتنی بری طرح دبی اور کچلی گئی کہ اس میں احساس یا لمس کی حس باقی نہ رہی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اٹھ کر جب کھڑے ہوئے تو اگلے ہی لمحے گر گئے اور یوں محسوس ہوا جیسے ان کی ٹانگ ہی نہ ہو۔ نبیل بھائی کی اس ٹانگ کا بہت علاج کروایا گیا۔ غالباً ایک سال سے زائد عرصہ اس کی مرہم و جراحی پر لگا۔ ان کی پوری ٹانگ میں پیپ پڑ گئی تھی اور ہر چند گھنٹوں بعد بستر پر بچھی چادر تبدیل کرنا پڑتی تھی۔ بالآخر ڈاکٹروں نے اس ٹانگ کو لا علاج قرار دے دیا، نتیجتاً ٹانگ کو جسم سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔ اللہ پاک اس تکلیف کو ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنا دیں، آمین۔

نبیل بھائی نے کئی ساتھیوں کو کمپیوٹر انکرپشن اور سکیورٹی کا دورہ بھی کروایا۔ وہ سنہ ۲۰۱۳ء میں ایک حساس ٹیکنالوجی کے منصوبہ پر کام کر رہے تھے اور کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا کہ امریکی جاسوسی طیاروں نے ان کو ان کے امیر اور ایک ساتھی سمیت، میران شاہ کے قریب نشانہ بنایا۔ تینوں ساتھی موقعے پر شہید ہو گئے۔ نبیل بھائی کی اہلیہ نے دیکھا کہ ان تینوں مجاہدوں کی گاہِ شہادت پر جب ڈرون کے میزائل لگے تو تین سبز پرندے وہاں سے نکلے اور اڑتے ہوئے آسمان کی طرف بلند ہو گئے۔

ہمارے نبیل بھائی ان شاء اللہ عرش کے سائے تلے، ذہبی قندیل میں ہوں گے اور جیسا کہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ شہداء سبز پرندوں کے پوٹوں میں بستے ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں گھومتے ہیں، او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام۔

اگر مجھے واقعات کا صحیح تسلسل یاد ہے تو چند روز بعد حافظ سعد صاحب ہمارے مرکز میں پہنچ گئے۔ حافظ سعد صاحب کو مرشد قاری اسامہ ابراہیم غوری رحمہ اللہ نے تاریخِ جہاد اور ساتھی مجاہدین سے جہاد میں شمولیت کے مقاصد سے متعلق گفتگو کی ویڈیو ریکارڈنگ کے لیے بھیجا تھا۔

یوں سب سے پہلے جس تاریخِ جہاد کے پہلو کو بصری صورت میں محفوظ کیا گیا وہ حضرتِ استاذ کی کہانی تھی۔ جوانی میں تعلیمی زمانے، دعوتی سرگرمیوں سے لے کر جہاد میں شمولیت اور پھر تاریخِ جہادِ عصرِ حاضر، برِّ صغیر میں جہاد کے معماروں اور مربیوں میں سے ایک یعنی استاذ کی زبانی۔

یہ تاریخ بیٹھ کر سننا ایک سعادت تھی۔ اس تاریخ کے جو پہلو مجھے یاد رہ گئے ہیں اور جن پہلوؤں کا امنیات سے تعلق نہیں وہ ان شاء اللہ جلد اسی سلسلے میں بیان کیے جائیں گے۔ اللہ پاک حفاظتِ تاریخِ جہاد کی خدمت اپنے بندوں سے لے لے اور ان کی سعی کو مقبولیت و قبولیت عطا فرما دے۔ لیکن یہ واقعات شاید بندہ ابھی بیان کرنے کے قابل نہ ہو۔ بہر کیف، ان سے آگے بڑھتے ہوئے آگے کی چند مجلسوں کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ پاک مجھے واقعات کو تسلسل اور سچے طریقے سے بیان کرنے والا بنائیں، آمین۔ خیر کو میرے لیے مقدر فرما دیں اور شر کو مجھ سے دور کر دیں، آمین یاربّ العالمین۔

نمازِ ظہر کے بعد استاذ نے مسنون اذکار یاد کروانے کی مجلس قائم کی اور عصر کے بعد حضرتِ استاذ نے یومیہ بنیادوں پر سلسلہ وار سورۃ آلِ عمران کا درس دینا شروع کیا۔ یہ سلسلۂ دروس مرد و خواتین دونوں ہی کے لیے تھا۔ ابتداً مرد ایک کمرے میں اور خواتین دوسرے کمرے میں ہوتیں اور خواتین تک استاذ کی آواز پہنچانے کے لیے مائیک اور سپیکر کا انتظام کیا گیا۔ لیکن یہ نظام زیادہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ پھر ایک ہی کمرے کے بیچ میں پردہ لٹکا کر مرد ایک طرف اور خواتین ایک طرف کو بیٹھ کر درس سنتے۔

ان دنوں میں وانا و اطراف میں ڈرون کی گردش نہ تھی۔ ایک رات ڈرون کی مکروہ بھنبھناہٹ سنائی دی۔ صبح صبح ہی استاذ کے نائب تشریف لے آئے، اللہ ان کی حفاظت فرمائیں۔ استاذ ان کو دیکھ کر بے قرار ہو کر کہنے لگے کہ جب سے یہ ڈرون رات کو آیا ہے مجھے ساتھیوں کی حفاظت کی فکر لاحق ہو گئی ہے۔ یہی احساسات استاذ کے نائب کے بھی تھی۔ دونوں بہت دیر تک بیٹھے دشمن کی چالوں اور حفاظتی تدابیر بارے گفتگو کرتے رہے۔

جب ساتھی مجاہدین کی شہادت، گرفتاری یا ان کے مصیبت میں پڑنے کی اطلاع ہوتی یا پھر حالات خطرناک ہوتے یا کسی ساتھی کے نیک احوال میں تغیر آجاتا تو استاذ کی حالت نمناک اور بے تحاشہ فکر مندی کی ہوتی۔ استاذ خاموش ہو جایا کرتے۔ آنسو جھلک پڑتے، کبھی کبھی آہوں کی آواز بھی آنے لگتی۔ پھر ان کی فکر مندی اکثر ان کی نمازوں میں ظاہر ہوتی۔ نمازوں کے بعد دعاؤں میں۔ الحاح وزاری، مالک سے گویا چمٹ کر مانگ رہے ہوں، جیسے ہونہار بچہ ماں سے چمٹ کر مانگے۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ فکر مندی قائدینِ اسلام اور اہلِ اسلام کو ورثے میں ملی ہے۔ استاذ نے اپنے لیے جہادی نام 'فاروق' اختیار کیا تھا اور وہ تھے بھی فاروق۔ ان کی شخصیت کے ساتھ فاروق ہی جچتا تھا!

الفاروق، رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کی کفار سے کوئی جنگ برپا ہوتی تو دن ہوتے ہی مدینہ طیبہ سے باہر نکل جاتے۔ شام تک مستقل ٹہلتے رہتے اور آنے جانے والے سے مسلمانوں کی جنگ میں حالت دریافت کرتے، یہاں تک کہ خیریت کی خبر مل جاتی۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حالت ایسی ہوتی گویا حاملہ اونٹنی کا آخری وقت ہو اور وہ بچے کو جننے کے لیے بے چین ہو۔ یہ حالت امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کے سبب ہوتی۔

استاذ بھی امتیوں کے غم میں یوں ہی بے چین رہتے۔ اللہ پاک ایسے غموں والا چین ہمیں بھی عطا فرما دے۔ جس غم میں ذکر اللہ ہو اور ذکر اللہ طمانیت قلب کی صورت چین کا سبب ہو، آمین یاربّ العالمین۔

غالباً اسی روز یا چند دن بعد، راقم مرکزی القاعدہ کے نشریاتی ادارے 'مؤسسة السّحاب' کی دستاویزی فلم 'العلم للعمل' اردو ترجمے کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ یہ دستاویزی فلم امریکہ میں نیویارک اور واشنگٹن کے عسکری و معاشی مراکز پر ہونے والے فدائی حملوں کے احوال اور امت کو عمل کی تحریض دلانے جیسے مضامین پر مشتمل ہے۔ ایسے میں اسی فلم میں 'ورلڈ ٹریڈ سنٹر، بلڈنگ سیون[5]' کی تباہی کا منظر دکھایا گیا۔ اس عمارت پر نہ کوئی جہاز ٹکرایا تھا اور نہ ہی کوئی اور حملہ کیا گیا تھا اور یہ عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کے 'ٹوئن ٹاورز[6]' پر جہازوں کے ٹکرانے کے کم از کم چھ سے سات گھنٹے بعد تباہ ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں فوراً وہ سازشی نکتہ آیا جو دنیا میں ایک کثیر لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا گیا ہے کہ نو گیارہ کے حملے مجاہدین نے نہیں کیے بلکہ ان عمارتوں میں بم نصب کیے تھے اور یہ عمارتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ پھر دلیل میں سب سے قوی دلیل بلڈنگ سیون ہی کی تباہی کی پیش کی جاتی ہے، جو شاید اس سازشی قیاس میں واحد قابلِ توجہ دلیل ہے، ورنہ باقی تو سب باتیں ہی بے ڈھنگی ہیں۔

گو کہ یہ اس بات کا مقام نہیں پھر بھی یہ واضح کرنا صائب ہو گا کہ تکنیکی طور پر[7]، کیسے یہ بلڈنگ جہازوں کے ٹکرانے کے چھ سات گھنٹوں بعد گری؟ اس کے لیے ہم صرف ایک ہی دلیل پیش کرتے ہیں جو آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا[8] میں بھی درج ہے۔ اور وہ یہ کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کے جڑواں ٹاوروں کی تباہی کے نتیجے میں ان دونوں ٹاوروں کا ملبہ اس عمارت پر آ گرا تھا، پھر اس عمارت میں آگ بھی بھڑک اٹھی تھی جس سے اس کے ستون کمزور ہوئے اور عمارت نتیجتاً منہدم ہو گئی۔ خیر یہ تو تکنیکی سی بات تھی، اب اصل بات اور

[5] World Trade Centre Building 7

[6] Twin Towers

[7] Technically

[8] Free Encyclopedia Wikipedia

اس کے اصل سبب کی طرف آتے ہیں۔ میں تو اس وقت اس عمارت کے گرنے کے مناظر پر چونکا تھا۔ استاذ سامنے ہی بیٹھے تھے سو میں نے فٹ سوال داغا: "یہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر بلڈنگ سیون' کیسے گری تھی؟"۔ استاذ نے بھی بلا توقف میرے سوال کی سرعت سے زیادہ رفتار کے ساتھ جواب دیا: "اللہ نے گرائی تھی!"۔

یہ جواب سننا تھا اور میں فوراً، صحبتِ با اہلِ دل، حضرتِ استاذ کے فیض سے بات سمجھ گیا۔ ایسا جواب جسے میں مانتا تو تھا کہ یہ کارروائی مجاہدین نے کی اور تباہی مچی لیکن کسی خانے میں اس پر تشفی نہ تھی۔ یہ تشفی استاذ کے اس عارفانہ جواب سے حاصل ہوئی۔

آج اس چار لفظی جواب کو حاصل کیے ایک زمانہ ہونے کو آیا لیکن اس کو سوچ کر آج بھی ایمان و توکل کا جو معنیٰ سمجھ میں آتا ہے وہ لازوال ہے۔ یہ جواب، چار الفاظ پر مشتمل تھا لیکن اس نے دل و دماغ کو کہیں اور ہی متوجہ کر دیا۔ ان چار الفاظ، ان کی ادائیگی، ان کی حدت، جس فہم سے یہ الفاظ ادا ہوئے... اس سب میں استاذ ایمان، توکل، اللہ کی قدرت، اللہ کی عظمت، اللہ ہی سے ہونے اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کے یقین جیسے عقائد و تصورات کی جانب رہنمائی فرما گئے۔

میں سوچتا ہوں کہ ہم انسان کتنے ناقص العقل، کتنے کم فہم ہیں۔ ہم اسبابِ دنیا کی ہر ہر چیز پر نظر رکھتے ہیں۔ درجنوں بلکہ بعض دفعہ سیکڑوں زاویوں سے چیزوں کو پرکھتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ جو کچھ ہے، اسی اللہ سے ہے اور جو نہیں ہے یا جو نہ ہو گا، یہ سب بھی اسی اللہ سے ہے! اللہ سے ہوتا ہے اور غیر اللہ سے نہیں ہوتا۔ اسباب کیا ہیں؟ ظاہری دکھلاوا ہیں۔ اصل تو اللہ ہے۔ ہماری عقل دو چار، سوڈیڑھ سو منزلہ ٹاوروں، چار جہازوں، انیس حملہ آوروں، پینٹاگون، نیویارک اور واشنگٹن میں پھنس جاتی ہے اور ہم امریکہ کو سپر پاور تسلیم کرتے ہوئے اصل طاقت کو بھول جاتے ہیں!

حالانکہ اللہ جو عزیز و قہار ہے، پہلے کی قوموں کے بارے میں فرماتا ہے:

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا [سورۃ الفاطر: ۴۴]

"اور کیا ان لوگوں نے زمین میں کبھی سفر نہیں کیا جس سے وہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں، ان کا انجام کیسا ہوا، **جبکہ وہ طاقت میں ان سے بہت زیادہ مضبوط تھے؟** اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں یا زمین کی کوئی چیز اسے عاجز کر سکے۔ بیشک وہ علم کا بھی مالک ہے، قدرت کا بھی مالک۔"

پس عاد و ثمود اور پچھلی قومیں جب طاقت میں آج والوں سے بہت زیادہ مضبوط تھیں اور جب اللہ نے ان کو ہوا اور آواز جیسی چیزوں سے تباہ کر دیا تو ان کے مقابلے میں آج کی پُر تکلف/sophisticated قوموں اور تہذیبوں کی کیا حیثیت؟

پس اللہ نے وقت کے ابرہہ امریکہ کا غرور، وقت کے خاک نشین ابابیلوں سے خاک میں ملوا دیا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے، وہ جیسے چاہتا ہے فرعونوں اور نمرودوں کو تباہ کرتا ہے۔ اس روز استاذ نے جو فرمایا "اللہ نے گرائی تھی!" تو اس میں استاذ کا اللہ پر اپنا ایمان، یقین اور توکل جھلکتا ہے۔ اسی کے ساتھ آج کی مجلسِ استاذ کو ختم کرتے ہیں۔

اللہ پاک مجھ سمیت سب ہی محبّانِ استاذ کو استاذ کے نقشِ پا پر چلا دے، ایمان و توکل کی دولت سے بہرہ مند فرمائے اور ویسے خاتمہ عطا فرمائے جیسے استاذ سے مجھے موصول ہونے والے آخری خط میں انہوں نے اپنے لیے دعا مانگی:

"اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر عطا فرمائیں۔ مقبلاً غیر مدبر"، آمین یا ربّ العالمین۔

نحسبه كذلك والله حسيبه۔ و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمين۔ و صلى الله على نبينا و قرة أعيننا محمد و على آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

"پس اے پاکستان میں بسنے والے مجاہدو! اے قربانیاں دینے کے باوجود آگے بڑھتے چلے جانے والے شیرو! اے شہادت کے طالبو! حوروں کے عاشقو! انسان کو موت تو ایک ہی دفعہ آتی ہے پس شہادت کے اس باغ میں کود پڑو جس کا دروازہ اللہ نے تمہاری سرزمین پر کھول دیا ہے۔ اور یوں ڈٹ کر کھڑے ہو جاؤ کہ اللہ تم سے راضی ہو جائے۔ اٹھو اور سب مل کر اس مرتد، مفسد، طاغوت کو مٹا ڈالو۔ اس کے لادین (سیکولر) طاغوتی نظام کو گرا دو۔ اس کی احمق فوج کے قلعوں اس کے ناپاک جاسوسی اداروں کی کمین گاہوں اور اس کی جاہلی حکومت کے مراکز کو تباہ کر دو۔ اور اپنے پڑوسیوں یعنی افغانستان کے خود دار لوگوں کی اقتدا کرو جنہوں نے اپنے ثبات، عزیمت، صبر کی قوت اور اپنے رب پر سچے توکل کے ذریعے اپنی زمین کو جابر و متکبر سلطنتوں کا ایسا مقبرہ بنا دیا ہے کہ جو بھی یہاں گھستا ہے۔ ذلیل و رسوا ہو کر شکست و ہزیمت کا دھبہ چہرے پر لگوا کر یہاں سے نکلتا ہے۔ اور اس کے تمام ذلیل کٹھ پتلی آلہ کار بھی اس کے ساتھ ہی جلا ڈالے جاتے ہیں"۔

شیخ ابو یحییٰ اللیبی شہید رحمہ اللہ

گوشۂ خاص شہدائے لال مسجد و جامعہ حفصہ

وانا آپریشن کے بارے میں پاکستان کے علما کا متفقہ فتویٰ

یہ وہ تاریخی فتویٰ ہے جس کی بنیاد پر صلیب کی محافظ فوج نے لال مسجد کے فرزندوں کو اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں حائل جانا اور اُنہیں اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے شہید کر دیا...یہ فتویٰ کئی فوجیوں کو ارتداد سے ایمان کی طرف لانے کا باعث بنا...اس فتوے کے مندرجات آج بھی وزیرستان، سوات، اور کزئی، مہمند اور پاکستان بھر میں مجاہدین کے ساتھ جنگ لڑنے والے فوجی اور پولیس ملازمین کو 'دعوت فکر' دے رہے ہیں۔[ادارہ]

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے فوجی وانا میں مجاہدین اور دیگر عوام کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر آپریشن کر رہے ہیں اور مزاحمت کرنے والے معصوم مسلمانوں کو گرفتار اور قتل کر رہے ہیں۔ دریں حالات علمائے کرام درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

سوال نمبر ۱: یہ کہ پاکستانی افواج کا اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲: کیا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا حکم اپنی رعایا یا اپنی فوج کو دے تو کیا اس حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ایسی صورت میں پاکستانی فوج کے لیے اس قسم کی کارروائیوں میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳: مذکورہ صورت میں جو فوجی آپریشن میں شریک ہیں تو ان کی موت کیسی موت ہے؟ آیا شہید ہیں یا حرام موت مارے جائیں گے؟ ایسی موت کی صورت میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھانا یا اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ٤: ان مجاہدین اور دیگر معصوم مسلمانوں، جن پر جنگ زبردستی مسلط کی گئی ہے ان کے مارے جانے کا کیا حکم ہے؟

کرنل (ریٹائرڈ) محمود الحسن

الجواب باسم ملھم الصواب

(۱) موجودہ حالات میں پاکستانی فوج کا وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اور ان کے حامی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا، کرانا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام اور سخت گناہ ہے، خواہ یہ کارروائی امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے ہو یا بغیر دباؤ کے ہو، دونوں صورتوں میں کافروں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی، خواہ وہ ان کو شہید کرنے کی صورت میں ہو یا ان کو گرفتار کر کے کسی کافر کے حوالے کرنے کی صورت میں، متعدد آیات و احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ فقہاء کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔ ان صریح آیات کی پیش نظر شریعت نے کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کارروائی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نیز اگر مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی ہو کہ اگر ہم نے غیر مسلموں کا یہ مطالبہ نہیں مانا تو غیر مسلم خود ہمیں قتل کر ڈالیں گے یا کسی شدید نقصان میں مبتلا کر دیں گے تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

(۲) حاکمِ وقت کے کسی ایسے حکم کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جو شریعت کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں، حرام ہے۔ لہٰذا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا اپنی رعایا یا اپنی فوج کو حکم دے تو اس حکم کی تعمیل ہرگز جائز نہیں۔ وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کارروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے اس لیے فوج کے لیے اس کارروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی کارروائی میں شریک ہونے سے انکار کر دیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۳) مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جو فوجی اس کارروائی میں شریک ہو گا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا اور اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اور اس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت، حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی آگے ہو۔

(٤) ایسے تمام افراد جو ان ظالمانہ فوجی کارروائیوں میں مارے جائیں چونکہ شرعاً وہ معصوم اور بے گناہ ہیں لہٰذا شرعاً وہ شہید ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

(۱) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء: ۹۳)

"رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے"

(۲) يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الممتحنہ: ۱)

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں"۔

(۳) بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (النساء:۱۳۸،۱۳۹)

اور جو منافق اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سنادو کہ ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔

(٤) وفی الحدیث عن البراء ﷺ بن عازب ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لزوال الدنیا وما فیها اهون عند اللہ تعالیٰ من قتل مؤمن ولو ان اهل السمٰوٰت واهل الارض اشترکوا فی دم مؤمن لادخلهم اللہ تعالیٰ النار (روح المعانی، جلد:۳، ص:۱۱۶)

حدیث میں حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ: دنیا و مافیہا کا تباہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل کیے جانے سے زیادہ ہلکی بات ہے۔ اگر آسمانوں اور زمین والے ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں پھینک دے گا

(٥) عن ابن عمر ﷺ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه(الی عدوه)الخ (متفق علیہ، ریاض الصالحین:۱۰۸)

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے اس کے دشمن کے حوالے کرتا ہے...

(٦) وفی احکام القرآن للجصاص(۲/ ۴۰۲) وهذا یدل علی انه غیر جائز للمومنین الاستنصار بالکفار علی غیرهم من الکفار اذ کانوا متی غلبوا کان حکم الکفر هو الغالب

احکام القرآن للجصاص میں درج ہے کہ: یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے لیے کافر دشمنوں کے مقابلے میں دیگر کافروں کی مدد طلب کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں جب (یہ معلوم ہو کہ) فتح یاب ہونے کی صورت میں کافروں کی حکومت غالب آجائے گی)

(۷) عن ابن عمر ﷺ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ حتی مالم یؤمر بمعصیة فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (بخاری، جلد:۱ص:۴۱۵)

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے خواہ اس کی بات اسے پسند ہو یا ناپسند ہو، بشرطیکہ وہ کسی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ پس اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ بات سنی جائے، نہ مانی

(۹) وفی شرح السیر جلد:۳، ص:۲۴۲: وان قالوا لهم قاتلوا معنا المسلمین والا قتلنا کم لم یسعهم القتال مع المسلمین لان ذلك حرام لعینه فلا یجوز الاقدام علیه بسبب تحدید بالقتل کما لو قال له اقتل هذا المسلم والا قتلتك۔

شرح السیر میں عبارت اس طرح ہے: جب کفار کہیں کہ "ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے" تو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ کفار سے مل کر مسلمانوں کو قتل کریں اس لیے کہ یہ حرام لعینہ (بالذات حرام) ہے، چنانچہ قتل کی دھمکی کے باوجود اس قسم کا اقدام حرام ہے... بالکل اسی طرح جیسے یہ جائز نہیں کہ اگر کسی مسلمان فرد کو دھمکی دی جائے کہ "فلاں مسلمان کو قتل کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا" اور وہ عملاً ایسا کر گزرے

(۱۰) وکذٰلك من . . . عدا علی قوم ظلما فقتلوه لا یکون شهیدا لانه ظلم نفسه۔ (بدائع، جلد: ۲ ص: ٦٦)

اسی طرح... وہ شخص جس نے کسی گروہ کے خلاف ظالمانہ طور پر چڑھائی کی اور ان لوگوں نے اس (حملہ آور) شخص کو قتل کر ڈالا تو وہ (مقتول) شہید نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے مرا

(۱۱) ومن قتل مدافعا عن نفسه اوماله اوعن المسلمین او اهل الذمة بایّ آلة قتل، بحدید اوحجراو خشب فھو شھید، کذا فی محیط السرخسی (ہندیہ، جلد:۱، ص:۱۶۸)

جو شخص اپنی جان، مال، مسلمانوں یا اہلِ ذمہ کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے، خواہ وہ کسی بھی آلۂ قتل... لوہے پتھر، لکڑی وغیرہ... سے قتل ہوا ہو

واللہ اعلم بالصواب

عبدالدیان عفا اللہ عنہ

دارالافتاء، مرکزی جامع لال مسجد (اسلام آباد)

اس فتوے پر پاکستان بھر کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ۵۰۰ سے زائد مفتیانِ عظّام، علمائے کرام اور شیوخ الحدیث کے دستخط ثبت ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف چند علماء کے نام و دستخط ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

(۱) مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، شیخ الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاؤن، کراچی۔

(۲) مولانا ظہور الحق صاحب، مدیر دارالعلوم معارف القرآن، مدنی مسجد، حسن ابدال۔

(۳) مولانا عبدالسلام صاحب، شیخ الحدیث اشاعت القرآن، حضرو، اٹک۔

(٤) قاری چمن محمد، مدرس اشاعت القرآن، حضرو۔

(٥) مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، رئیس دارالافتاء، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(٦) مولانا عبدالرحیم صاحب، خطیب جامع مسجد ۳۳، جنوبی سرگودھا۔

(۷) فتح محمد صاحب، مدیر جامعہ صدیقیہ، واہ کینٹ۔

(۸) مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب، مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاؤن، کراچی۔

(۹) مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۰) مفتی شیر محمد صاحب۔

(۱۱) مفتی زکریا صاحب، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۲) مولانا محمد اسحاق صاحب، مہتمم مدرسہ تدریس القرآن و خطیب مرکزی جامع لالہ رخ، واہ کینٹ۔

(۱۳) مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ زڑہ میانہ، نوشہرہ۔

(۱۴) مفتی حبیب اللہ صاحب۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی۔

(۱۵) مولانا محمد صدیق صاحب، مہتمم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ

(۱۶) مولانا عبدالمعبود صاحب، جامع مسجد پھولوں والی، رحمن پورہ، راولپنڈی

(۱۷) قاری سعید الرحمٰن صاحب، مدیر جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی۔

(۱۸) قاضی عبدالرشید صاحب، مہتمم دارالعلوم جامعہ فاروقیہ، دھمیال کیمپ، راولپنڈی۔

(۱۹) مولانا محمد صدیق اخونزادہ صاحب۔

(۲۰) مفتی ریاض احمد صاحب، دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی۔

(۲۱) مولانا محمد عبدالکریم صاحب، مدیر جامعہ قاسمیہ، ایف سیون فور، اسلام آباد۔

(۲۲) مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی۔

(۲۳) مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب، خطیب جامع مسجد دارالاسلام، جی سکس ٹو، اسلام آباد۔

(۲۴) مولانا فیض الرحمٰن عثمانی صاحب، رئیس ادارۂ علوم اسلامیہ، سترہ میل، بہارہ کہو، اسلام آباد۔

(۲۵) مولانا عبداللہ حقانی صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ و جامعہ خدیجۃ الکبریٰؓ، اسلام آباد۔

(۲۶) مولانا محمود الحسن طیب صاحب، مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

(۲۷) مولانا محمد بشیر سیالکوٹی صاحب، مدیر معھد اللغۃ العربیۃ و مدیر بیت العلم، اسلام آباد۔

(۲۸) مولانا وحید قاسمی صاحب، جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوت و مدیر مدرسہ فاروقیہ، اسلام آباد۔

(۲۹) مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۳۰) مولانا مفتی مختار الدین صاحب، کربوغہ شریف، خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ۔

(۳۱) مولانا فضل محمد صاحب، استاد الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاؤن، کراچی۔

(۳۲) مولانا سعید اللہ شاہ صاحب۔ استاد الحدیث۔

(۳۳) مولانا سبحان اللہ صاحب، مفتی جامعہ امداد العلوم، صدر، پشاور۔

(۳۴) مولانا محمد قاسم ابن مولانا محمد امیر بجلی گھرؒ، پشاور۔

(۳۵) مفتی غلام الرحمٰن صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ، صدر، پشاور۔

(۳۶) مولانا مفتی سید قمر صاحب، دارالافتاء دارالعلوم سرحد، دارالعلوم آسیا گیٹ، پشاور۔

(۳۷) مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ، شاھو وام، ہنگو۔

(۳۸) مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ صاحب۔

(۳۹) مفتی دین اظہر صاحب۔

(۴۰)مولانا مفتی عبد الحمید دین پوری صاحبؒ۔

(۴۱)مفتی ابو بکر سعید الرحمٰن صاحب۔

(۴۲)مفتی محمد شفیق عارف صاحب۔

(۴۳)مفتی انعام الحق صاحب۔

(٤٤)مفتی عبد القادر، جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۴۵)مولانا سید سلیمان بنوری صاحب ،نائب مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۴٦)مفتی جمال احمد صاحب، دار العلوم فیصل آباد۔

(۴۷)مولانا محمد زاہد صاحب، جامعہ امدادیہ، فیصل آباد۔

(۴۸)پیر سیف اللہ خالد صاحب، مدیر جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۴۹)مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۵۰)مولانا احمد علی صاحب مدرسہ الحسنین، گرین ایریا، فیصل آباد۔

(۵۱)مفتی محمد عیسیٰ صاحب، دار العلوم اسلامیہ، کامران بلاک، لاہور۔

(۵۲)مولانا رشید احمد علوی صاحب، مدیر دار العلوم اسلامیہ۔

(۵۳)قاضی حمید اللہ صاحبؒ، مرکزی جامع مسجد شیراں والا باغ، گوجرانوالہ

(۵۴)مولانا فخر الدین صاحب، جامعہ اشرف العلوم، گوجرانوالہ۔

(۵۵)مفتی عبد الدیان صاحب، مفتی مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(۵٦)مفتی محمد فاروق صاحب، رئیس دار الافتاء جامعہ فریدیہ، اسلام آباد۔

(۵۷)مولانا محمد عبد العزیز صاحب، خطیب مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(۵۸)مفتی سیف الدین صاحب، جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور، اسلام آباد۔

مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کا فتویٰ:

اگر کسی فوجی کو ''ایک مسلمان کے قتل'' اور ''پھانسی یا کورٹ مارشل'' کے درمیان (کسی ایک چیز کے اختیار کرنے کا) فیصلہ کرنا پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون میں اس کے لیے اخروی لحاظ سے آسان، سہولت دہ اور جائز یہی ہے کہ وہ اپنے لیے ''کورٹ مارشل'' اور ''تختۂ دار'' کا راستہ اختیار کر لے۔

کوہاٹ کے مفتیان کا فتویٰ:

''شریعت کی رو سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے فوجی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں اور ان کا مرنا حرام موت ہے اور ان کا حکم ''قطّاع الطریق'' یعنی راہزن اور ڈاکو کا ہے۔ نمازِ جنازہ کے لیے جو حکم راہزن اور ڈاکو کا ہے وہی ان کا ہے''۔

دار العلوم اکوڑہ خٹک کے مفتیانِ کرام کا فتویٰ:

''فقہ کی معتبر اور مشہور کتب درمختار و ردمختار میں ہے کہ عصبی (جو وطن یا قوم کی عصبیت میں لڑتا ہوا مارا جائے) پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی''۔

☆☆☆☆☆☆

• ۱جولائی کا دن غموں کے پہاڑ لیے نمودار ہوتا ہے۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلتے ہیں اس دن سورج کی کرنیں بھی روتی ہوئی بوجھل سی افسردہ نظر آتی ہیں، اپنے ہی دل کی دھڑکنیں بے ربط سے محسوس ہوتی ہیں... کب سے سوچ رہا ہوں یہ ہر چیز کیوں مجھے معمول کر محسوس ہو رہی ہے؟ پھر مجھے یاد آیا کہ اس دن تو سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی ورثا نے دوبارہ ان کی تاریخ کو زندہ کر کے حقِ وفا ادا کیا تھا۔ یہی دن تھا جب معصوم کلیاں' نفاذِ شریعت کے خواب آنکھوں میں سجائے رب کی جنتوں کی طرف روانہ ہو چکی تھیں۔ وقت کا فرعون ان کے مقدس لہو سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا۔ چشم تصور سے اس منظر کا نظارہ کرنے اور اس درد کا ادراک کرنے کی کوشش کر رہا ہوں' جو اس وقت اُس بیٹے نے محسوس کیا ہو گا جب ان کی والدہ ان کی گود میں شہید ہو رہی ہوں گی۔ اے شہید وفا! آپ کی استقامت کو سلام! سب کہتے ہیں نا کہ مائیں تو مائیں ہوتی ہیں... آسمان نے ایک اور منظر بھی دیکھا اس وقت تو آسمان بھی رو پڑا ہو گا، جب ایک ماں اپنے اکلوتے بیٹے کو خود قتل گاہ میں چھوڑ کے آ رہی تھی... بیٹے تو جان سے بھی عزیز ہوتے ہیں اور اکلوتا بیٹا اور نوجوان وفا شعار بیٹا! لیکن میری ماں! یہ آپ کا جگر تھا ورنہ سب تو یہی کہتے ہیں کہ بیٹے تو جان سے پیارے ہوتے ہیں! ہاں جان سے پیارے ہوتے ہیں لیکن آپ نے بتایا کہ ایمان سے پیارے نہیں ہوتے!

اے وفا کے پیکرو!

تمہیں تمہاری منزلیں مبارک

تمہیں تمہاری شہادتیں مبارک

تمہیں تمہاری عظمتیں مبارک

تمہیں جنت میں صحابہ کی مجلسیں مبارک

تمہیں اللہ وحدہ کی طرف سے ملنے والی رحمتیں مبارک

تمہیں رسول اللہ کی رفاقت کی برکتیں مبارک

اے شہیدو تمہیں ہمارا اسلام

حی علی الجہاد

۲۰۰۷ء میں لال مسجد کی شہادت کے بعد محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کا تاریخی پیغام

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سئیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلاہادی لہ ونشہد ان لا الہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، امابعد

پاکستان میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیوں کے نام:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے نبی! جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں کے خلاف اور ان پر سختی کیجیے۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے"۔ (التوبۃ:۷۳)

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"جو مسلمان بھی کسی ایسے موقع پر دوسرے مسلمان کا ساتھ چھوڑے جہاں اس کی عزت گھٹائی جارہی ہو اور اس کی حرمت پامال کی جارہی ہو، تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے موقع پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جہاں وہ چاہ رہا ہوتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کریں۔ اور جو مسلمان بھی کسی ایسے موقع پر دوسرے مسلمان کی مدد کرے جہاں اس کی عزت گھٹائی جارہی ہو اور اس کی حرمت پامال کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے موقع پر اس کی مدد فرماتے ہیں جہاں وہ چاہ رہا ہوتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کریں"۔ (أبو داؤد: کتاب الأدب ،باب من رد عن مسلم غیبة)

پرویز کا 'شہر اسلام' اسلام آباد میں واقع لال مسجد پر حملہ اتنا ہی اندوہ ناک واقعہ ہے جتنا اندوہ ناک ہندوؤں کا بابری مسجد پر حملہ اور اس کو مسمار کرنے کا جرم تھا۔ یہ واقعہ بہت سی اہم اور خطرناک باتوں پر دلالت کرتا ہے، جن میں سے اہم ترین امور یہ ہیں:

سب سے پہلی بات جو اس واقعے سے صاف ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پرویز اب بھی پورے شدّو مدّ سے امریکہ سے دوستی، امریکہ کی کامل فرماں برداری اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی نصرت کرنے کے رستے پر قائم ہے۔ اور یہ فعل اسلام کے دائرے سے خارج کرنے والے ان دس نواقض میں سے ایک ہے جو کہ علمائے دین کے یہاں معروف ہیں۔ اور ایسے حاکم کے خلاف مسلح خروج کرنا اور اسے ہٹانا واجب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا ساتھی نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص بھی ان کو اپنا ساتھی بنائے وہ ان ہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے"۔ (المائدۃ: ۵۱)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "تم میں سے جو شخص بھی ان (کافروں) کو اپنا ساتھی بنائے گا وہ ان ہی میں سے ہے"..... یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ کافروں کا ساتھ دینے والا کفر میں بھی ان کے ساتھ شریک ہے، جیسا کہ اہلِ تفسیر نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ یہی وہ حکمِ شرعی ہے جس کا فتویٰ مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیا تھا اور (گیارہ ستمبر کو) نیو یارک پر ہونے والے مبارک حملوں کے بعد جاری کردہ اپنے مشہور فتوے میں اس مسئلے کو خصوصیت سے اجاگر کیا تھا۔ آپؒ اس فتوے میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر ایک اسلامی ملک کا حاکم بلادِ اسلامیہ پر حملے میں کسی کافر ملک کی مدد کرے تو شریعت کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اسے حکومت سے بزور ہٹائیں اور اسے شرعاً اسلام اور مسلمانوں کا غدار گردانیں"۔

پس اے اسلامیانِ پاکستان! بلاشبہ مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کاندھے پر موجود بھاری ذمہ داری کا حق ادا کر دیا تھا۔ آپؒ نے ڈنکے کی چوٹ پر کلمۂ حق کہا اور مخلوق کی ناراضی کی کچھ پرواہ نہ کی، اور اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈالتے ہوئے پرویز کے بارے میں اللہ کا حکم پوری وضاحت سے بیان کر ڈالا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا غدار ہے اور اسے ہٹانا واجب ہے۔ یہی وہ فتویٰ ہے جس نے پرویز اور اس کے امریکی آقاؤں کو غصہ دلایا، اور میرے خیال میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قاتل بھی ان کے سوا کوئی نہیں۔ مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ اپنا فرض ادا کر کے چلے گئے اور علمائے سوء کے رویے کے برعکس حق بات کو باطل سے نہیں بدلا۔ لیکن ہمارے حصے کا فرض اب بھی ہم پر باقی ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں پہلے ہی ہم سے بہت تاخیر ہو چکی ہے کیونکہ یہ فتویٰ صادر ہوئے تو اب چھ سال گزر چکے ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ اب ہم اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، امید ہے کہ یوں اللہ میری اور آپ کی تقصیر معاف فرما دیں گے۔

دوسری اہم بات جو لال مسجد کے واقعے سے پتہ چلتی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت کا مولانا عبدالعزیز کو ذرائع ابلاغ پر عورتوں کے لباس میں پیش کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پرویز اور اس کی حکومت اسلام اور مخلص علمائے اسلام کے لیے کس قدر بغض و نفرت رکھتے ہیں، اور کس طرح وہ ان کے ساتھ استہزا کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ بغض و نفرت رکھنا اور یہ استہزا کرنا کفرِ اکبر ہے اور ان کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ اصل میں وہی مجرم تھے"۔ (التوبۃ:۶۵، ۶۶)

اگر آپ چاہیں تو تفسیر ابنِ کثیرؒ میں ان آیات کی تشریح خود پڑھ کر دیکھ لیجیے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ ایسے ہی نازک واقعات لوگوں میں تمیز کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ رحمان کے ساتھی اور شیطان کے ساتھی چھٹ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پس وہ حقیقی علمائے دین جو اولیائے رحمان ہوتے ہیں ایسے مواقع پر بھی کھل کر حق بات کہتے ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے بے بس ہو جائیں یا کمزور پڑ جائیں تو خاموش ہو جاتے ہیں، لیکن کسی ایک بھی قول یا عمل سے باطل کا ساتھ دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن جہاں تک اولیائے شیطان کا تعلق ہے تو پاکستان کی فوج اور خفیہ ایجنسیاں انہیں کھینچ کر قولِ باطل کہنے اور اہلِ باطل کی نصرت کرنے کی راہ پر لے آتی ہیں۔ پس ان میں سے کوئی تو پرویز اور اس کی فوج کے ساتھ اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے، کوئی طاغوتی افواج کے خلاف فدائی حملوں کو حرام قرار دیتا ہے اور کوئی براہِ راست مجاہدین پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے، اور بلاشبہ یہ منافقین کا ساطرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔ پھر جب خوف و دہشت (کا وقت) آتا ہے تو تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں اس طرح گھوم رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں طعن و تشنیع کرنے لگتے ہیں اور یہ مال کے بڑے ہی حریص ہیں۔ یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ اور یہ اللہ کے لیے نہایت آسان تھا“۔ (الأحزاب:۱۹)

جو کوئی بھی ہمارے امام، مولانا عبد الرشید غازیؒ کی نصرت سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھا رہا تو اس کا شمار اللہ کے یہاں بھی ”قاعدین“ (بیٹھے رہنے والوں) ہی میں ہو گا۔ اور جو کوئی اس سے بھی آگے بڑھا اور پرویز کا ساتھ دیتے ہوئے اس نے آپؒ کی مخالفت کی، یہ دعویٰ کیا کہ اسلام ایسے قتال کا قائل ہی نہیں، قتال فی سبیل اللہ کی مذمت کرتے ہوئے اسے دہشت گردی قرار دیا اور یہ کہا کہ اصل رستہ تو پر امن مظاہرات اور جمہوری ذرائع کو اختیار کرنے کا رستہ ہے تو ایسا شخص یقیناً گمراہ ہے اور درحقیقت اس نے منافقین کا رستہ اختیار کیا ہے۔

جس طرح آج سے تقریباً دو دہائیاں قبل پاکستان کی سرزمین نے ائمۂ اسلام میں سے ایک عظیم امام، بطلِ جہاد امام عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دیکھی تھی اور یہاں کی مٹی ان کے پاکیزہ خون سے سیراب ہوئی تھی، اسی طرح آج ایک مرتبہ پھر ہمیں اسی سرزمین پر ایک اور عظیم امام دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، جو محض اہلِ پاکستان ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے ایک امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ امام مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپؒ نے، آپؒ کے ساتھیوں اور طلبا نے اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کے عطا کردہ دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ یہ سب لوگ درحقیقت اسی عظیم مقصد کی خاطر قتل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں“۔ (الذاریات:۵۶)

انہوں نے اپنی سب سے قیمتی متاع اس راہ میں لٹا دی اور اپنا دین بچانے کی خاطر اپنی جانیں قربان کر ڈالیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان سب کی شہادتیں قبول فرمائے!

بلاشبہ لال مسجد کے ان شہدا کو بدعہدی اور خیانت سے قتل کیا گیا۔ مرتد و کافر پرویز اور اس کے ساتھیوں نے ان شہدا کے لہو سے ہاتھ رنگے، حالانکہ ان سب کا دعویٰ تھا کہ اس فوج کا مقصد تو کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی حفاظت کرنا ہے۔ لیکن یہاں تو اس کے بالکل برعکس اسی فوج نے مسلمانوں کے قتلِ عام میں کفار کے مددگار اور آلہ کار کا کردار ادا کیا۔ اسی پرویز نے مسئلہ کشمیر کو دریابرد کر دیا اور ہندوؤں اور عیسائیوں کو راضی کرنے کے لیے آزادئ کشمیر کی خاطر لڑنے والے مقاتلین پر ہر طرح کی پابندیاں لگا دیں۔ پھر اسی پرویز نے اپنے فوجی اور ہوائی اڈے امریکہ کے لیے کھول دیے تاکہ وہ افغانستان کے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکے۔ پھر یہ سب کچھ بھی آپ لوگوں نے دیکھا کہ اس فوج نے اہلِ سوات پر چڑھائی کی کیونکہ وہ نفاذِ شریعت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ پھر اسی طرح یہ فوج وزیرستان پر بھی حملہ آور ہوئی۔ اور یہ عظیم غداری تو اس کے علاوہ ہے کہ اسی فوج نے عرب مجاہدین کو، صحابہ رضوان اللہ علیہم کی اولادوں کو، پکڑ پکڑ کر عالمی کفر کے سردار امریکہ کے حوالے کیا۔

چنانچہ پرویز، اس کے وزرا، اس کی افواج اور وہ تمام لوگ جنہوں نے ان کی مدد کی، مسلمانوں کا خون بہانے میں باہم شریک ہیں۔ جس نے جانتے بوجھتے اور پوری رضامندی کے ساتھ پرویز کی مدد کی تو وہ بھی پرویز کی طرح کافر ہے۔ اور جس نے جانتے بوجھتے مگر جبر و اکراہ کے تحت اس کی مدد کی تو یہ جبر و اکراہ شرعاً کوئی عذر نہیں بن سکتا، کیونکہ جس شخص کو قتل پر مجبور کیا جا رہا ہو اس کی جان مقتول کی جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتی (کہ وہ اپنی جان بچانے کی خاطر دوسرے مسلمان کی جان لے لے)۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”اگر آسمان و زمین کے تمام لوگ ایک مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے“۔
(ترمذي،كتاب الديّات عن رسول اللّٰه صلىٰ اللّٰه عليه وسلم، باب الحكم في الدماء)

میں پاکستانی فوج کے نمازی فوجیوں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ تم پر لازم ہے کہ تم اپنی نوکریوں سے استعفے دو، اور پھر سے اسلام میں داخل ہو اور پرویز اور اس کے شرک سے براءت کا اعلان کرو۔

عین ممکن ہے کہ بعض منافقین، مثلاً علمائے سوء وغیرہ یہ بات کہیں کہ اسلام تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم سب... یعنی عوام، فوج اور حکومت... باہم مل جل کر رہیں تا کہ یک جان ہو کر بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا جاسکے اور فتنہ وفساد سے بچا جاسکے۔ میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی بھی یہ بات کرے وہ درحقیقت اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ یہ حکومت اور فوج تو خود امت کے دشمن بن چکے ہیں اور ان کی حیثیت محض کفار کے ہاتھوں میں موجود اسلحے کی سی ہے جس کا رخ ہمیشہ مسلمانوں ہی کی طرف ہوتا ہے۔ یہ زندگی کے تمام معاملات میں دینِ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکاری ہیں، خواہ سیاست ہو یا اقتصادیات، معاشرت ہو یا کوئی بھی دیگر شعبۂ حیات۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان جیسے دیگر دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان کے ساتھ اکٹھے ہونے اور انہی سے چمٹے رہنے کا، جیسا کہ ان منافقین کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لیے ہو جائے“۔ (الأنفال: ۳۹)

اگر دین کچھ تو اللہ کے لیے ہو اور کچھ غیر اللہ کے لیے، تو قتال واجب ہو جاتا ہے تا آنکہ پورے کا پورا دین اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے افغان مجاہدین کے ساتھ مل کر (پہلے افغان جہاد میں) روس کے خلاف لڑے تھے۔ اس وقت افغانی فوج کی حیثیت بھی بس کفار کے ہاتھوں میں موجود اسلحے کی سی تھی جو صرف ہمارے خلاف ہی استعمال ہوتا تھا۔ وہ افغانی فوجی بھی نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ لیکن عالمِ اسلام کے کبار علما نے اس وقت اس افغان فوج کے خلاف جنگ کرنے کا فتویٰ دیا تھا، اور یہ فتویٰ دینے والوں میں پاکستان کے علما بھی شامل تھے۔ پھر روس کے نکلنے کے بعد پاکستان کے علما نے شمالی اتحاد کے خلاف جنگ میں بھی طالبان کی تائید کی تھی، حالانکہ شمالی اتحاد والے بھی نمازیں پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے۔ تو کیا پرویز و افواجِ پرویز اور احمد شاہ مسعود، ربانی اور سیاف وغیرہ کی افواج کے مابین کوئی فرق ہے؟ یقیناً کوئی فرق نہیں! ان میں سے ہر ایک نے صلیبیوں کی طرف سے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف لڑنے کی خدمت اپنے ذمے لی ہے۔ جو لوگ پرویز اور اس کی افواج کے خلاف لڑنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور ایک حکمِ عام سے انہیں مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں مرض ہے اور انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”کیا تمہارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے (پہلی) کتابوں میں کوئی معافی لکھ دی گئی ہے؟“ (القمر: ۴۳)

میں پرویز اور اس کی فوج سے کہتا ہوں کہ تمہارا بھانڈا پھوٹ گیا ہے اور پوری امت، بالخصوص اہلِ پاکستان سے تمہاری غداریوں کا حال بھی کھل کر سامنے آگیا ہے۔ اب یہ لوگ تمہاری عسکری نمائشوں کے اس دھوکے میں نہیں آنے والے کہ تم ہر مرتبہ اپنے ہی لوگوں پر مصائب ڈھانے، بالخصوص اپنے ہی سرحدی علاقوں میں مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے کے بعد توجہ ہٹانے کے لیے کسی نئے میزائل کا تجربہ کر لیتے ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے تم نے لال مسجد میں قتلِ عام کرنے کے بعد ایک نئے میزائل کا تجربہ کیا۔ آخر امت کو تمہارے اس اسلحے کا کیا فائدہ ہے؟ تمہارے ان تجربات، حتیٰ کہ تمہارے ایٹم بم کا بھی اسلام کو کیا فائدہ ہے؟ اس سارے اسلحے کے باوجود جب امریکی وزیر خارجہ پاول تمہارے پاس آیا تو تم لوگوں نے بالکل بزدلی کا مظاہرہ کیا، اس کے سامنے رکوع میں چلے گئے اور ذلیل غلاموں کی طرح اس کے سامنے بچھ کر سرزمینِ اسلام پاکستان کی فضائیں، زمین اور پانی، سب صلیبی امریکی افواج کے لیے کھول دیے، تاکہ یہ صلیبی لشکر پہلے افغانستان اور پھر وزیرستان میں بسنے والے مسلمانوں کو قتل کر سکے۔ بربادی ہو تمہارے لیے! اور تُف ہو تم پر!

کیا عام مسلمانوں پر شیر بن کر حملہ آور ہوتے ہو؟

اور دشمن کو دیکھ کر خرگوش اور شتر مرغ بن جاتے ہو؟

اور (اے پرویز!) تُو بھی یاد رکھ کہ تیرا مکہ مکرمہ جانا اور بیت اللہ کا طواف کرنا بھی تیرے کسی کام نہ آئے گا جب تک تُو کفر پر قائم ہے اور اسلام و اہلِ اسلام کے خلاف مصروفِ جنگ ہے۔ اگر کفر کے ساتھ کعبہ جانے سے کسی کو نفع پہنچتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کو تو ضرور ہی پہنچتا!

اسی طرح، ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ پرویز کے خلاف مسلح خروج خوں ریزی کا سبب بنے گا۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اگر تو مرتد حاکم کے خلاف قتال کا حکم انسانوں ہی میں سے کسی شخص نے دیا ہوتا تو پھر تو اس مسئلے میں عقل لڑانا، اپنی آرا پیش کرنا اور اس بارے میں بحث مباحثہ کرنا جائز ہوتا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ لیکن اب، جب کہ آپ جانتے ہیں کہ مرتد حاکم کے خلاف قتال کا حکم اللہ تعالیٰ کی شریعت کا عطا کردہ حکم ہے، تو ایسے میں کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بالمقابل اپنی رائے لائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

”اور کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا“۔ (الأحزاب: ۳۶)

جب بھی استطاعت پائی جائے، مرتد حاکم کے خلاف خروج کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور آج عملاً یہی معاملہ ہے (یعنی مطلوبہ استطاعت موجود ہے)۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ خروج کے لیے درکار قوت ابھی تک فراہم نہیں ہوئی، تو اس پر یہ بات واجب ہے کہ وہ تیاری مکمل کرے اور جیسے ہی مطلوبہ قوت جمع ہو جائے مزید ٹال مٹول کیے بغیر پرویز اور اس کی افواج کے خلاف مسلح خروج کرے۔

پرویز، بلکہ مسلمانوں پر مسلط بیشتر حکمران چھلانگ لگا کر کرسیٔ اقتدار پر قابض ہو گئے ہیں اور اسلحے کے زور سے ہم پر غیر الٰہی قوانین کے مطابق حکومت کر رہے ہیں۔ پس یہ معاملہ انتخابات، مظاہرات اور چیخنے چلانے سے واپس جگہ پر نہیں آئے گا۔ چنانچہ ان شرکیہ انتخابات اور ان بے مقصد راستوں سے بچو، کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے، اور کافروں کا زور توڑنے کی واحد راہ قتال فی سبیل اللہ اور دیگر مسلمانوں کو اس پر ابھارنا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''پس تم اللہ کی راہ میں لڑو۔ تم اپنی ذات کے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں۔ اور دیگر مومنوں کو بھی ابھارو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو توڑ دے گا اور اللہ زورِ جنگ میں بہت شدید ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے''۔(النساء:۸۴)

قتال فی سبیل اللہ ایک عبادت ہے اور اس عبادت کی بنیاد ہی جانیں قربان کرنے پر کھڑی ہے۔ اس راہ میں مسلمانوں کو دین کی حفاظت کی خاطر اپنا خون تو پیش کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس دین کی حفاظت کی خاطر جو ہم تک بھی تبھی پہنچ پایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہوئے، آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک زخمی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون سے تر ہو گیا۔ اور دنیا کے بہترین لوگوں، یعنی حضرت حمزہؓ، حضرت مصعبؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم جیسوں کے لہو بہے۔ یہی اصل رستہ ہے سو اسی کی پیروی کرو۔

لوگ فتح کا رستہ بھول گئے ہیں

اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہ بہت راحت و آسانی سے مل جاتی ہے

اور خون بہے بغیر ہی حاصل ہو جاتی ہے

آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا جہاد آج کہاں چلا گیا؟

الغرض، میری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ پرویز، اس کی حکومت، اس کی فوج اور اس کے تمام معاونین کو ہٹانے کی خاطر جہاد و قتال کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ ان پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ ایک امیر المؤمنین پر متفق ہو کر اس کی بیعت کریں جو پرویزی نظام کے خود ساختہ شرکیہ دستور کی بجائے اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا اہتمام کرے۔ نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ یہاں بسنے والے مسلمان کبھی بھی پرویز اور اس کے شرکیہ قوانین کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ ان علمائے سوء اور قائدین کے اثر سے آزاد نہ ہو جائیں جو اسلام کی طرف اپنی جھوٹی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ وہی در حقیقت پرویز، اس کی حکومت اور اس کی افواج کے دفاع کا خطِ اوّل ہیں۔ آپ حضرات پہلے بھی اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کے مؤقف کا مشاہدہ کر چکے ہیں جب یہ کفر کے نرغے میں پھنسے ہوئے افغانی مسلمانوں کی نصرت کے لیے تو نہ اٹھے، لیکن ان فوجی مراکز اور ہوائی اڈوں کا محاصرہ ختم کرانے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے جو پرویز نے امریکہ کو دیے تھے، اور انہی ہوائی اڈوں سے امریکہ کے جنگی جہاز روزانہ اڑتے تھے اور ہم پر تورابورا، کابل، قندھار، پکتیا اور ننگرھار وغیرہ میں بم باری کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی معلومات کے لیے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ پرویز نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر حملے کی جرأت بھی تبھی کی تھی جب اس کو یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ بیشتر علما اور دینی جماعتوں کے قائدین اس شرعی جہاد کو چھوڑ چکے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حق واضح کرنے کے لیے اپنی شریعت کا حصہ بنایا اور جس کا علم سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بلند فرمایا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ ان لوگوں نے آگے بڑھتے ہوئے شرعی جہاد کو شرکیہ جمہوری طریقوں، پر امن مظاہرات اور جھوٹے وعدوں کی راہ سے بدل ڈالا، تاکہ یوں عام مسلمانوں کا غصہ بھی کسی مصروفیت میں لگ کر ٹھنڈا ہو جائے۔ پرویز تو اس دن بھی ان کا امتحان لے چکا تھا جب اس نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ یہ سب اس کے بعد خوشی خوشی، اپنی مرضی سے شرکیہ پارلیمنٹ میں شریک ہونے کے لیے پھر سے آ گئے، گویا کہ کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔

اے پاکستان میں بسنے والے مسلمانو! ''حق'' ہر ایک سے بڑا ہے، ہر چیز پر مقدم ہے۔ اگر حق کو ہر ایک پر مقدم نہ رکھا جائے، اگر ہم قوی و ضعیف سب پر یکساں انداز سے حدود اللہ لاگو نہ کریں، تو یہی در اصل ہلاکت کا راستہ ہے، جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتلا گئے ہیں کہ:

> ''تم سے پہلی امتیں اس وجہ سے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد (سزا) قائم کر دیتے۔ اور خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی للہ علیہ وسلم) بھی چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا''۔(بخاري: كتاب أحاديث الأنبياء، باب الغار)

اے پاکستان میں بسنے والے اہلِ اسلام! آپ میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے تنہا پیش ہو گا۔ ہر ایک سے صرف اس کے اپنے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اپنا فرض ادا کرنے کی فکر کرو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> ''عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد آنے والے (مراحل) کے لیے عمل کرے۔ اور احمق وہ ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہشات کے پیچھے چلائے اور پھر اللہ سے امیدیں باندھ لے''۔(مسند أحمد: مسند شداد بن اوسؓ)

اور جان لو کہ جہاد جب فرضِ عین ہو جائے، جیسا کہ آج ہے، تو پھر دو ہی راستے باقی رہ جاتے ہیں، کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔ یا تو راہِ جہاد، جو کہ در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی راہ ہے۔ دوسرا جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے والوں کا راستہ، جو دراصل مذبذبین اور منافقین کا راستہ ہے۔ اپنے لیے کوئی ایک رستہ چن لو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یہ اس بات پہ خوش ہیں کہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ (گھروں میں بیٹھ) رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے، پس یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن پیغمبر اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے، سب اپنے مال اور جان سے لڑے۔ ان ہی لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں"۔(التوبۃ:۸۷،۸۸)

ہم، یعنی جماعۃ القاعدہ کے ساتھی، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم مولانا عبد الرشید غازی اور ان کے ساتھیوں کے خون کا بدلہ پرویز اور اس کے ساتھیوں سے ضرور لیں گے۔ اور اسی طرح ہم ہر اس طاہر و پاکیزہ خون کا بدلہ لے کر رہیں گے جو ان ظالموں کے ہاتھوں بہا ہے، جن میں سرِ فہرست ابطالِ اسلام کا وہ لہو ہے جو وزیرستان میں بہایا گیا، خواہ شمالی وزیرستان میں ہو، یا جنوبی وزیرستان میں۔ اور اسی پاکیزہ لہو میں دو محترم قائدینِ جہاد، کمان دان نیک محمد اور عبد اللہ محسود رحمۃ اللہ علیہما کا خون بھی شامل ہے۔ یقیناً وزیرستان کے قبائل نے عالمی کفر...یعنی امریکہ، اس کے حلیفوں اور اس کے آلہ کاروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استقامت کے ساتھ ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ایک ایسا عظیم کردار جو بڑے بڑے ممالک بھی ادا کرنے سے عاجز رہے۔ ان کی اس ثابت قدمی کا اصل سبب ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اسی پر توکل ہے۔ انہوں نے اللہ ہی کی خاطر عظیم جانی اور مالی قربانیاں دیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو کچھ ان سے چھن گیا اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہت بہتر نعم البدل عطا فرمائے! مسلمان کبھی بھی اہلِ وزیرستان کا یہ عظیم کردار نہ بھولیں گے۔ نہ ہی علمائے اسلام، قائدینِ امت اور ابنائے ملت کا یہ خون یوں ہی رائیگاں جانے دیا جائے گا، جب تک کہ ہمارے جسم و جاں میں خون کا آخری قطرہ تک موجود ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمارے جو بھائی اور بہنیں قتل کر ڈالے گئے ان کی شہادتیں قبول فرما اور زخمیوں کو اپنے خصوصی کرم سے شفا دے! اے اللہ ان کی قبروں کو ان پر کشادہ کر دے! ان کے اہل و عیال میں ان کا خلیفہ بن جا! اور علیین میں ان کے درجات بلند فرما!

اے اللہ! بلاشبہ پرویز، اس کے وزرا، اس کے علما اور اس کی افواج نے افغانستان و پاکستان میں تیرے اولیا سے دشمنی لگائی، بالخصوص وزیرستان، سوات، باجوڑ اور لال مسجد میں تو دشمنی کی حد کر دی۔ اے اللہ! پس تو ان کی کمر توڑ دے! ان کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے! ان کی وحدت پارہ پارہ کر دے! اے اللہ! تو ان سے ان کے عزیز و اقارب چھین لے جیسے انہوں نے ہم سے ہمارے عزیز و اقارب چھینے!

اے اللہ ہم ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور آپ کو ان کی گردنوں پر مسلط کرتے ہیں!

اے اللہ! ان کی تدبیروں کو ان ہی کی تباہی کا سبب بنا دے!

اے اللہ! تو جیسے بھی چاہے ان کے مقابلے میں ہمارے لیے کافی ہو جا!

اے اللہ! تو ان کو اپنی گرفت میں لے لے کیونکہ بلاشبہ وہ تجھے عاجز نہیں کر سکتے!

اے اللہ! تو ان میں سے ایک ایک کو گن لے! ان کو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال! ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ!

اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے!

اللّٰھم صل و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

☆☆☆☆☆

تاریخ لال مسجد و جامعہ حفصہ کے شہدا بالخصوص علامہ عبد الرشید غازی شہید کو فاتح لکھ چکی ہے کہ جنھوں نے اپنی جانوں کی تو قربانی دے دی لیکن اپنے موقف سے اور اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ تاریخ لال مسجد و جامعہ حفصہ پر حملہ آور ہونے والے اس فرعونی لشکر کو شکست خوردہ قرار دے چکی ہے کہ جو لال مسجد و جامعہ حفصہ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے کے بعد روایتی وکٹری کا نشان بنا کر اپنی نام نہاد فتح کا اعلان کر رہے تھے۔ شہید اسلام علامہ عبد الرشید غازی شہید کے کارواں میں شامل محبان اسلام آج بھی پاکستان میں آزاد اور پوری محنت و لگن سے اسلامی نظام کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں جبکہ پرویز مشرف اور اس کا طاغوتی لشکر ذلت و رسوائی کی علامت بن رہا ہے۔ علامہ عبد الرشید غازی شہید اپنی آخری وصیت میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ "میں آخر میں وصیت کے طور پر اسلام پسند عوام، تحریک سے وابستہ لوگ، طلبہ و طالبات، ان کے لواحقین اور ذرائع ابلاغ کے سامنے اپنی بات دہراؤں گا کہ ہم نے یہ تحریک نیک مقاصد کے حصول کے لیے شروع کی ہے، ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر قائم ہیں، ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے ایثار، قربانی اور وفا کی راہ کا انتخاب کیا، ہم نفاذ اسلام کے مطالبے پر جان دینا سعادت سمجھتے ہیں، کسی کو تو نفاذ اسلام کے لیے آگے بڑھ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ ہمارا لہو انقلاب کی نوید بنے گا، دنیا والوں نے کبھی ہمیں ایجنسی کا کارندہ کہا، کبھی پاگل، آج بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں، بے شک اہل حق پر مصائب آنا حقیقت ہے، اگر ہمارے امیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بے بسی میں شہید ہوئے تو ہم بھی اسی قافلے کے راہی ہیں، اسلامی انقلاب اس ملک کا مقدر بنے گا اور ان شاء اللہ اس فرسودہ نظام کو اسلام کے عادلانہ نظام سے بدلنا ہو گا۔

لال مسجد... میرے احساسات... میری گواہی

میاں سعد خالد

میں ابھی سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک روز سکول سے فارغ ہوا اور گھر جانے کی خواہش تھی۔ انتظام نہ تھا کہ گھر جاتا۔ پیدل ہی قدم اٹھانے لگا۔ چلتے چلتے لال مسجد پہنچ گیا۔ نمازِ ظہر کا وقت تھا۔ وضو کیا، نماز باجماعت ادا کی۔ چونکہ انتظام نہ تھا کہ گھر کے لیے روانہ ہوتا تو مسجد کے مرکزی ہال کی آخری صف میں بیٹھ گیا۔ نمازی آہستہ آہستہ جاتے رہے اور مسجد تقریباً خالی ہوگئی۔ ایسے میں ایک درمیانی عمر کے صاحب، باشرع حلیہ اگلی صفوں سے پیچھے کی طرف آئے، ان کے ساتھ ایک دو طالبِ علم بھی تھے۔ دریافت کیا کہ یہاں کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے وجہ بتائی۔ پھر پوچھا کھانا کھایا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہنے لگے گھر چھوڑ آؤں؟ میں نے کہا کہ گاڑی آئے گی لے جائے گی۔ کہنے لگے کوئی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا۔ میں نے سر ہلا کر جواب دیا۔

چند جملوں کا تبادلہ تھا۔ لیکن شیریں اور اپنائیت و محبت سے بھرپور انداز۔ پھر سوچنے لگا کیسے اچھے آدمی ہیں... سنہ ۲۰۰۷ء کے جولائی کی خون آشام راتوں کے بعد، ٹی وی پر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ شفیق شخصیت غازی عبد الرشید صاحب تھے اور پاک فوج نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

... .

لال مسجد اس وقت میرے لیے باقی مساجد کی طرح ایک مسجد تھی۔ وقت گزرتا گیا۔ پھر معلوم ہوا کہ لال مسجد کے طلباء و طالبات نے 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' کی تحریک شروع کی ہے۔ پھر چند دن میں 'آنٹی شمیم' نامی بدنامِ زمانہ رافضی طوائف کی تادیب کی خبر ملی۔ اس پر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں اپنے بچپن میں (بد قسمتی سے) آنٹی شمیم کے پڑوس میں رہا تھا۔ ہمیں تو خبر نہ تھی کہ یہ کون ہے؟ کیا گھرانہ ہے؟ بس بچپن تھا۔

بہر کیف اس بچپن میں بھی کچھ باتیں عجیب سی لگتی تھیں۔ آنٹی شمیم کا اڈّہ ہمارے گھر سے چار پانچ گھر چھوڑ کے تھا۔ میں نماز پڑھنے کے لیے قریبی مسجد جایا کرتا تھا اور کبھی کبھار چھوٹا موٹا سودا سلف لینے قریبی دکانوں تک۔ اس منحوس گھر کے آگے سے دن میں پانچ چھ بار گزر ہو ہی جایا کرتا تھا۔ گھر کی مرکزی دیوار جو ایک طرف کو ہی تھی، زمین سے تین چار فٹ اونچی ہوگی۔ پھر اسی سائز کا گیٹ تھا، جو ہر وقت کھلا رہتا۔ گیٹ کی بالکل سیدھ میں گھر کا لکڑی کا دروازہ تھا، میں نے جب دیکھا یہ کھلا ہوتا تھا۔ اس لکڑی کے دروازے سے ایک گلی نما (corridor) نظر آتا تھا جو ہمیشہ اندھیرا رہتا، بس ایک رنگین بلب اس میں روشن ہوتا جو لوگ رات کو جلا کر سوتے ہیں۔ کبھی کبھی مرکزی دیوار اور گیٹ پر ایک حیا باختہ، درمیانی عمر کی عورت، کھڑی ہوتی۔ اس گھر کے آگے اور اس کے ساتھ متصل گلی میں اکثر بڑی بڑی گاڑیاں کھڑی ہوتیں۔ ایک سپورٹس کار بھی کھڑی ہوتی جس کے بارے میں معروف تھا کہ اس عورت کے بیٹے کی ہے۔

ہم جلد ہی یہ محلہ چھوڑ کر چلے گئے۔ سب ہی اس لعنت کے وجود سے تنگ تھے۔ اب جو طالبات نے اس کی اصلاح کی تو سب ہی خوش تھے۔

... .

جب لال مسجد آپریشن جاری تھا، تب میرا ایک بازو ایک حادثے کے سبب جھلسا ہوا تھا۔ میں بستر پر پڑا تھا۔ اکثر ہسپتال کا چکر لگتا تھا۔ ایک روز ڈاکٹر کے کلینک پر گیا تو وہاں ایک دیہاتی شخص کہنے لگا۔ یہ کیسے مولوی ہیں کہ مسجد میں اسلحہ رکھا ہوا تھا؟ مولوی کا اسلحے سے کیا کام؟

میرے ماموں مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے تھے۔ اس شخص کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھا کر کہنے لگے۔ دیکھو یہ لال مسجد والے تو چھوٹے مولوی ہیں۔ سب مولوی چھوٹے ہیں اور ان سب کے ایک بڑے مولوی ہیں اور وہ ہیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم[9]۔ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو تلواریں آپ کے کمرے کی دیوار سے لٹک رہی تھیں۔ اب ان کی پیروی یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی اسلحہ ہو۔ یہ بات وہ دیہاتی سمجھ گیا اور سر ہلانے لگا۔

... .

میں نے دیکھا تھا کہ پورے شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ پھر ایک 'جھوٹے' کا اخباری کالم پڑھا۔ یہ کالم سچائی تھا، لیکن لکھنے والا اس حدیث کے مصداق تھا 'صدق وھو کذوب'، اس جھوٹے نے سچ کہا۔ یہ کالم پڑھ کر اشک رواں ہوگئے۔ میں تو ایک دور کے شہر میں بستر پر پڑا تھا۔ سارے خاندان کو جمع کیا اور ان کو یہ کالم پڑھ کر سنایا۔ سب پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اس کالم میں لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ میں بیتنے والے، روح و بدن دہلا دینے والے واقعات دو بہنوں کی زبانی بیان ہوئے تھے۔

... .

ایک بزرگ لال مسجد آپریشن کے بعد لال مسجد میں لے جائے گئے۔ انہوں نے خود بیان کیا اور میں نے ان سے سنا کہ فوجی کیسے صحابیات رضی اللہ عنہن کا نام بے ادبی سے لے رہے تھے اور انہوں نے ایک فوجی کو اس پر ٹوکا۔ اس معائنے کے بعد ان بزرگ کی حالت کئی روز تک خراب رہی۔

... .

(بقیہ: صفحہ ۴۴ پر)

---

[9] اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بعد از خدا بزرگ و برتر ہیں، یہ انداز صرف ایک عامی کو سمجھانے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔

ہم شہادت دیتے ہیں!

پاکستان میں ''شریعت یا شہادت'' کا نعرہ لے کر اٹھنے والی تحریک کے دس سال

مصدر: شریعت یا شہادت

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین محمد و علی آلہ و صحبہ و ذریتہ و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین و بعد

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا

''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا تھا کہ: کیوں نہیں؟ ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۷۲)

ہمارا محبوب ربّ جس کی خاطر ہم نمازیں قائم کرتے ہیں، قربانیاں پیش کرتے ہیں، جس کی خاطر ہم جیتے ہیں اور جس کی خاطر ہم مرتے ہیں نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں بتلا دیا کہ ایک ایسا دِن بھی آیا تھا جب ہمارے خالق و مالک نے ہمیں پیدا کیا تھا اور ہم سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ اور ہم سبھی نے اس بات کا اقرار کیا تھا، بلکہ اس اقرار میں شاید حیرت کا عنصر شامل تھا کہ آپ کیوں نہیں ہیں ہمارے ربّ؟! آپ ہی تو ہیں! اور پھر ہم نے یہی کہہ کر بس نہیں کیا تھا، بلکہ اس میں خوب قوت سے اضافہ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں، ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے مولا ہیں، آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں، آپ ہی ہمارے آقا ہیں، آپ ہی ہمارے ربّ ہیں! غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر لمحہ اسی سوال اور پھر اقرار یا انکار کی صورت ہوتا ہے۔ کہیں یہ سوال بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہمارے سامنے آتا ہے تو کہیں یہی سوال جانیں دینے اور جانیں لینے کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

آج سے ٹھیک دس سال پہلے، اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک، وطنِ عزیز پاکستان کے دار الحکومت اسلام آباد میں، ہمیں اسی سوال کا سامنا تھا۔ کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ اور اس کے جواب دو طرح کے تھے:

1) کیوں نہیں مالک؟! آپ ہی تو ہمارے ربّ ہیں۔ مساجد کے دفاع کی خاطر، اسلام کی عظمت کی خاطر، جانیں دینے کے فیصلے ہو چکے، وصیتیں لکھی جا چکیں، کشتیاں جلائی جا چکیں، اب شریعت ہو گی یا شہادت ہو گی، لبیک لبیک، اللھم لبیک۔ اے اللہ آپ ہی تو ہمارے رب ہیں!
2) کیوں نہیں مالک؟! آپ ہی تو ہمارے ربّ ہیں۔ دنیا کے تحفظ کی خاطر، دہشت گردی کے قلع قمع کی خاطر، اپنے کمانڈر پرویز اور اس کے آقا بش کی خاطر، ہم ہر حد سے گزر جائیں گے، گولیاں بھری جا چکیں، فاسفورس پھینکا جا چکا، عزتیں لوٹی جا چکیں، اب آئین کی بالا دستی ہو گی، میری آخری وار ننگ ہے باہر نکل آؤ ورنہ مارے جاؤ گے! اے امریکہ ہم تیرے ہیں فرنٹ لائن اتحادی ہیں!

شہادتیں یعنی گواہیاں ہر دو طرف ہی تھیں۔

آج سات جولائی ۲۰۱۷ء ہے اور یہ ہر گز یومِ سیاہ نہیں۔ جس دن ایمان و شہادت اور جرأت و شہادت کی داستان کے ایک نئے باب کا آغاز ہو وہ یومِ سیاہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ذرا دس سال گزرنے پر اس اقرار و انکار کا جائزہ لیتے ہیں۔

اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور اسی کی خاطر شہادتیں پیش کرنے کی بدولت:

- پاکستان میں نفاذِ شریعت کی ایک زبردست تحریک شروع ہوئی، جس کا نعرہ شریعت یا شہادت تھا۔
- سیکولر ازم، لبرل ازم، عریانی و فحاشی، بے دینی و لادینیت کا جو طوفان پرویز مشرف کی قیادت میں زور دار طریقے سے آگے بڑھا تھا وہ ٹوٹ گیا۔
- جن دشمنانِ شریعت کو کبھی شکست نہ اٹھانے کا دعویٰ تھا، گلیوں، بازاروں، شہروں، دیہاتوں، بندوبستی و قبائلی علاقوں میں شدید ہزیمت کا سامنا ہے۔
- پاکستان کا وہ مقدس 'اسلامی' آئین و قانون جو چند فرنگی لارڈوں نے تخلیق کیا تھا اور جعل سازوں نے اس پر 'اسلامی' ملمع سازی اور سونے کا پانی چڑھایا تھا کہ بارے میں ہر عام و خاص مسلمان آج جانتا ہے کہ یہ آئین و قانون کتنا اسلامی ہے؟
- آج پاکستان کا بچہ بچہ ''شریعت یا شہادت'' کے نعرے اور اس نعرے کے مطلب کو جانتا ہے۔ یہ نعرہ اسی نعرے کا تسلسل ہے جو آج سے ستّر برس پہلے یہاں کے اہلِ دین نے بلند کیا تھا کہ: پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ!
- کل تک جو فوجیں، حکومتیں اور ادارے اپنے باطل نظریات کو بچانے کی خاطر اور اہلِ ایمان پر باطل عقائد و کفریات مسلط کرنے کی خاطر لال مسجد و جامعہ حفصہ کو تباہ کرنے کے لیے اتری تھیں آج اپنا وجود بچانے کی خاطر تگ و دو کر رہی ہیں۔
- ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ کی عزت و ناموس کی حفاظت پاکستان کے ہر طبقہ ہائے فکر کی بنیادی ترجیح اور حق و باطل کو ماپنے کا پیمانہ بن چکا ہے۔ شہید غازی ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ کے جنازے میں ٹھاٹیں مارتا اہلِ ایمان کا لشکر اسی کی ایک جھلک ہے۔

اس کے برعکس، امریکہ کا ورلڈ آرڈر ماننے اور فرنٹ لائن اتحادی بن کر ''شہادتیں'' پیش کرنے کے صلے میں:

- فرنگی کا قانون نافذ کرنے اور اس کا دفاع کرنے والے ہزاروں کارندے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔
- حکومتی و بین الاقوامی تمام ہی مشینریاں شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل بوجہلی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے میدان میں اتر آئی ہیں۔

- جو حکومتیں اور ادارے آنے والے دنوں کی حکمتِ عملیاں (strategies) اور آنے والے دنوں کے لیے واقعات 'تخلیق' کیا کرتی تھیں آج، اپنا 'آج' بچانے کی خاطر اپنی قوتیں صرف کر رہی ہیں۔
- میڈیا اور کفر کے بنائے 'فکر و دانش' کے بت کدوں میں بیٹھے روافض و سیکولر، مرتد و کافر دماغ جو کل تک اسلام کے وجود پر ہی سوالیہ نشان اٹھاتے اور اس کی جگہ قدیم بت پرست اور جدید الحاد و لادینیت کے نظام 'جمہوری سیکولرازم' کو مسلط کرنے کی باتیں کرتے تھے، آج صلیبی، درباری و سرکاری علمائے سُو کے 'اعلامیوں' اور 'بیانیوں' کی صورت میں اس حق و باطل کے معرکے کو 'شریعت' کی رُو سے باطل قرار دینے پر بغلیں بجا رہے ہیں۔
- آج پاکستان کا بچہ بچہ یہ جان گیا ہے کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" کے اصل دشمن یہ حکومتیں، فوجیں، انٹیلی جنس ایجنسیاں، شریعت کی دشمن پولیس اور فرنگی قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں۔
- ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والوں پر گولیاں چلانا، گستاخ بلاگروں کو پکڑنا اور یہ کہہ کر چھوڑ دینا "یہ بلاگر توہینِ مذہب نہیں توہینِ ریاست کے جرم میں اٹھائے گئے تھے" خود حق و باطل کو ماپنے کا پیمانہ بن گیا ہے۔ شہید غازی ممتاز حسین قادری رحمہ اللہ کو پھانسی پر چڑھانے سے ان کے جنازے میں شریک ہونے والوں پر اپنے ہتھ کنڈے آزمانا اس 'فرنٹ لائن اتحادی' کے باطل ہونے کی ایک جھلک ہے۔

ان دو طریقوں، اقرار یا انکار کی صورت میں دو شہادتیں دی جا رہی ہیں۔ یہی شہادتیں ابراہیم و نمرود، موسیٰ و فرعون، محمدِ مصطفیٰ و ابو جہل سے لے کر آج تک دی جا رہی ہیں۔ بس انتخاب یہ کرنا ہے کہ شہادت کس کی خاطر دینی ہے۔ اللہ کے لیے یا امریکہ کے لیے۔

ان دو ناموں پر غور کیجیے اور انتخاب کیجیے کہ کس کا ساتھی ہونا ہمیں پسند ہے:

- مولانا عبد الرشید غازی شہید
- یا چیف آف آرمی سٹاف، صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف؟

ان دو میں سے کون سی تہذیب ہمیں پسند ہے:

- جامعہ حفصہ اور فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہن کی عفت و پاکیزگی
- یا آنٹی شمیم اور حیا باختہ مغربی جہالت؟

حق تو یہ ہے کہ "شریعت یا شہادت" کا نعرہ دس سال پہلے غازی عبد الرشید اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے نہیں بلکہ چودہ صدیاں پیش تر، بلکہ اس سے بھی پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کے دور میں لگایا گیا تھا!

یہی نعرہ فتح یاب ہے! یہی نعرہ کامیاب ہے! ہم گواہی دیتے ہیں، ہم شہادت دیتے ہیں!

وما علینا الا البلاغ المبین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: لال مسجد... میرے احساسات... میری گواہی

میں نے بہت تھوڑے لوگوں سے تعامل کیا تھا۔ لیکن کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس پر مغموم نہ ہو۔ اپنے محسنین اور قائدین کا رویہ بھی دیکھا تھا۔ بظاہر کعبہ میں نمازیں پڑھانے والے سدیس کی موٹی عقل بھی دیکھی تھی جو پرویز مشرف کے لیے دعائیں کرواتا رہا۔ نصرت کی دعائیں... کس کے خلاف؟ لال مسجد میں موجود اللہ والوں کے خلاف!!!

پھر وقت گزرتا گیا۔ غازی صاحب قبول بھی ہوئے اور مقبول بھی۔ نوجوانوں نے غازی صاحب کی طرح سرخ ٹوپی پہننا شروع کر دی، جو غازی ٹوپی کہلائی۔ اس ٹوپی کی سرخی بھی حضرتِ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے سر پر بندھی سرخ پٹی کی مانند تھی۔

ایک طوفان برپا ہوا۔ صفیں بننے لگیں۔ ایک لال مسجد والوں کی اور ایک ان کے خلاف والوں کی۔

اہلِ دل، اہلِ ایمان لال مسجد والوں کے ساتھ ہو گئے۔

آج اس سب کو گیارہ برس بیت گئے ہیں۔

جنگ ہے، ایمان و مادّیت کی۔ جنگ میں پانسہ پلٹتا ہی رہتا ہے۔ کبھی ہم، کبھی تم۔ لیکن فتح ہمیشہ ہماری رہی ہے۔ آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آنے والے عیسیٰ علیہ السلام تک۔ فتح تو ہماری ہی ہے!

ہم نے اندلس کو نہیں بھلایا۔ ہمیں قرطبہ و غرناطہ یاد ہیں۔ فرانس بھی ہمارا ہے۔ آسٹریا، رومانیا بھی۔ ہند و سندھ ہمارے ہیں۔ برما و چین ہمارے ہیں۔ ہماری ماؤں نے ہمیں طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، ٹیپو سلطان اور غازی عبد الرشید علیہم الرحمۃ کے نام کی لوریاں دی ہیں۔ ہمیں لال مسجد میں جو ہوا سب یاد ہے!

آج کی مائیں بھی وہی لوریاں دے رہی ہیں۔ ہم مضبوط تر ہو کر، اپنی اولادوں کے ساتھ آ رہے ہیں!

ہم نے فیصلہ کر لیا ہے! تم نے بھی فیصلہ کر لیا ہے!

ہم لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ والیوں کے ساتھ ہیں!

تم آنٹی شمیم کے ساتھ!

یہ ایک جوان کے احساسات ہیں، کروڑوں لکھنا نہیں جانتے لیکن ان کروڑوں کی آنکھوں کی چمک، ان کے ہاتھوں کی حرکت کہہ رہی ہے:

فتح اور شکست کا فیصلہ ہو چکا ہے! اہلِ ایمان کو فتح و ظفر مبارک ہو!

☆☆☆☆☆

علمائے کرام اپنے مجاہد بیٹوں کی رہ نمائی کریں

جماعۃ قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب کے رہ نما شیخ خالد بن عمر باطرفی حفظہ اللہ کا ادارہ الملاحم کو دیے گئے انٹرویو کو اردو ترجمہ

الحمد للہ رب العالمین الصلواۃ والسلام علی رسولہ کریم و آلہ و اصحابہ،اما بعد :

ہمارے مسلمان بھائیو!السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم الملاحم میڈیا مجاہد شیخ خالد بن عمر باطرفی حفظہ اللہ سے انٹریو پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔اس انٹرویو میں شیخ خالد سے یمن کے مجاہدین اور وہاں کی جنگی صورت حال کے متعلق پوچھیں گے۔

سوال: ہمیں یمن کے مجاہدین کی صورت حال اور ان کی حکمت عملی کے متعلق بتایئے؟

جواب: الحمد للہ رب العالمین الصلواۃ والسلام علیٰ رسولہ کریم و آلہ و اصحابہ اما بعد

الحمد للہ یمن میں چھاپہ مار جنگ کی حکمت عملی کے سبب مجاہدین کی صورت حال بہتر ہو رہی ہے۔الحمد للہ مجاہدین اپنی صلاحیتیں مزید بہتر بنا رہے ہیں تاکہ وہ یہ جہاد کر سکیں اور بیرونی غاصبوں اور ان کے مددگاروں سے لڑ سکیں۔گزشتہ کچھ عرصے میں دشمن نے دھوکے سے ہمارے کچھ مجاہدین بھائیوں کو شہید کیا، لیکن الحمد للہ ہم دشمن کے اہم قید خانوں کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔آنے والے دنوں میں ان شاءاللہ ایسے حقائق سامنے آئیں گے جو مجاہدین کے لیے خوشخبری لائیں گے اور مسلم عوام کو دشمن کے پر فریب اور گھناؤنے طریقوں سے باخبر کر دیں گے جو وہ اسلام اور مسلمانوں اور مجاہدین کے خلاف جنگ میں استعمال کرتے ہیں۔

سوال: آپ کو کن رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟

جواب: انسان کی ہر سرگرمی (اور مقصد) کو بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے کچھ مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اسی طرح ہمارے جہاد کو سیکورٹی خطرات اور مجاہدین کے خلاف چلائی جانے والی میڈیا مہم اور اسباب وذرائع جیسی مزاحمتوں کا سامنا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں مسلمانوں کی لاشعوری اور بے علمی بھی چبھتی ہے، جس کی وجہ سے وہ دشمن کی جانب سے میڈیا کے ذریعے کی جانے والی مجاہدین مخالف ذہن سازی کا شکار ہو جاتے ہیں۔لیکن ان رکاوٹوں اور مزاحمتوں کے باوجود ہم اس جہاد کا روشن مستقبل دیکھتے ہیں(باذن اللہ)۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد کی بدولت ہم اپنے مطلوب مقاصد جلد حاصل کر لیں گے۔

سوال: آپ اپنے اور دوسرے اسلامی گروپوں کے مابین تعلق کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب: الحمد للہ مسلمانوں کے ساتھ ہمارا تعلق بالعموم بہت اچھا ہے۔جب کوئی ہمیں مشورہ دیتا ہے تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جب ہم کسی میں کوئی غلطی دیکھتے ہیں تو اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ہمارے دروازے ہر اس مسلمان کے لیے کھلے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور دین کی سربلندی چاہتا ہے۔ایسے ہی کچھ گروپوں کے ساتھ ہم نے حوثیوں کے خلاف لڑنے میں مدد کی۔ہم ایسے گروپوں کے ساتھ روابط قائم رکھنے اور تعاون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ہم ایسے گروہوں کو ہمارے ساتھ تعاون کرنے کہ دعوت دیتے ہیں تاکہ رفضیوں کے ساتھ لڑ سکیں اور اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر سکیں۔

سوال: یمن میں متحدہ عرب امارات کی مہم کا کیا راز ہے؟

جواب: یمن میں اماراتی مہم کوئی راز نہیں ہے بلکہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ امریکی غلامی کے زیر اثر ہیں جو اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں اور جہاں بھی مسلمان اسلام کی سربلندی کے لیے اٹھتے ہیں،وہ ان سے لڑتے ہیں۔ان کے رہ نماؤں کی طرف سے سیکولر، لادین حکومت کے قیام کے متعلق بیانات سامنے آتے رہتے ہیں جن کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔وہ باقی ماندہ ممالک کو بھی اپنی طرح بدعنوان بنا دینا چاہتے ہیں جہاں شراب اور فحاشی کی کھلی چھوٹ ہو اور ان کی حیثیت عام اشیاء کی طرح ہو جس پر کوئی پابندی نہ ہو۔وہ ایسے لوگوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی اور نظام کے اپنانے کو تیار نہیں ہیں اور صرف اسلام ہی کو نظامِ حیات کے طور پر نافذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ایسے ظالم پہلے گمراہ لوگوں کی طرح اپنے انجام کو پہنچیں گے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ لوگ اللہ کے دین کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دینا چاہتے ہیں۔اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو برا ہی لگے“۔(التوبۃ: ۳۲،۳۳)

سوال: علماء اور بزرگان دین کے قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور ان کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب: جو گروہ اس مجرمانہ اور مکارانہ فعل میں ملوث ہے اس کو اماراتی تعاون حاصل ہے۔یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے، میڈیا پر اس حوالے سے رپورٹ چلائی گئی ہے۔ہمارے پاس بھی ثبوت موجود ہیں جو ہم ان شاءاللہ صحیح وقت آنے پر ظاہر کریں گے۔ہم نے تحقیق اور تفتیش کی اور اللہ تعالیٰ ے فضل وکرم سے ایسے عناصر تک پہنچے اور انہیں پکڑنے میں کامیاب ہوئے جن کی براہ راست بھرتی امارات کی طرف سے کی گئی تھی۔جہاں تک ان قتل کے پیچھے مقصد کا سوال ہے تو وہ عناصر اور گروہ ہر اس شخص سے لڑتے ہیں جس کا اسلام سے کوئی واسطہ ہو اور جو دین کی کسی بھی طرح مدد کر رہا ہو۔امارات اور اس کے اتحادی مسلمانوں کے دین وایمان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں اس لیے وہ کسی بھی ایسے عالم اور مبلغ سے ہرگز خوش نہیں ہوں گے جو ان کی راہ میں رکاوٹ بنے (اور مسلمانوں کی دین حق

کی طرف رہنمائی کرے)۔ بالکل یہی عمل ابن سلمان حرمین شریفین میں کر رہا ہے۔ وہ ہر اس عالم و اکابر کو گرفتار کروا رہا جو محض زبان کی حد تک بھی اس کے فسق و فجور کی مخالفت کرے۔ تاکہ اس کی بے حیائی کرنے کے لیے راستہ صاف ہو جائے اور مخالف ارد گرد موجود نہ رہے۔

سوال: کیا آپ وہاں باقی رہ جانے والے علما کو کوئی مشورہ دینا چاہیں گے ؟

جواب: ہم اپنے علما و اکابرین سے یہ گزارش کریں گے کہ وہ ان (مکروہ حرکتوں اور) قتل عام سے کمزور نہ پڑ جائیں بلکہ آس پاس موجود برائیوں کے خلاف اپنی کوششیں اور بھی تیز کر دیں، ان ظالموں کا آسان شکار نہ بنیں، ہتھیار چلانا اور اٹھانا سیکھیں تاکہ اپنے اور اپنے ایمان کا دفاع کر سکیں اور ان مجرموں کے خلاف اپنے ہاتھ مجاہدین بھائیوں سے ملا لیں۔ ہم ان معزز اور بہادر علماء اور بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہر دم چوکس اور محتاط رہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بتائے گئے طریقے کے مطابق عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اے ایمان والو! (جہاد کے لیے) ہتھیار لے لیا کرو پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب ساتھ نکلا کرو“۔ (النساء: ۷۱)

> مشرکوں نے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو سلوک کیا، اللہ تعالیٰ اسے کے متعلق فرماتے ہیں
>
> ”اور یاد کرو جب کافر آپ کے بارے میں چال چل رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا جان سے مار دیں یا (علاقے سے) نکال دیں تو وہ چال چل رہے تھے اور اللہ بھی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے“۔ (الانفال: ۳۰)

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”اور ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کیے کہ ان میں مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انہی کو ہے اور (وہ اس سے) بے خبر ہیں“۔ (الانعام: ۱۲۳)

اور سورۃ ابراہیم کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہے کہ

> ”اور کافر کہتے تھے اپنے پیغمبروں سے کہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے یا ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ تو پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے“

سوال: المجلس الانتقالی الجنوبی

Southern Transitional Council

کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا آپ جنوبی یمن کی علیحدگی کے حق میں ہیں؟

جواب: ہمارا سمجھتے ہیں کہ یہ علیحدگی پسند کاؤنسل جاہلیت کی پکار ہے اور یمن کے لوگوں کے لیے ایک مصیبت ہے۔ یہ جنوب کے مسلمانوں کو کمیونسٹ دور کی تاریکی میں دھکیل دے گا۔ وہ دور جس نے مسلمانوں کو اپنے دین، ایمان، اخلاقیات اور مذہبی روایات سے دور کرنے کے لیے ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کیے تھے۔ جہاں تک جنوب کہ علیحدگی کا تعلق ہے، ہم اس کی حمایت میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ سارے مسلمان اسلام کے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں اور سب خلافت اسلامیہ کے تحت زندگی گزاریں ان شاءاللہ۔ اس علیحدگی پسند تحریک کی شروعات ہی میں ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا تھا۔ ہمارے امیر شہید شیخ ابو بصیر رحمہ اللہ نے اس موضوع پر تقریری بیان جاری کیا تھا جس کا عنوان تھا ”جنوب میں بسنے والے ہمارے بھائیوں“ اور الملاحم میڈیا کہ جانب سے بھی ایک تصنیف شائع کی گئی تھی جس کا عنوان تھا ”عزت کی زندگی کی خاطر“۔

سوال: عرب امارات، یمن کو کیوں تقسیم کرنا چاہتا ہے؟ ان کے اس منصوبے کے کیا نتائج نکلیں گے؟

جواب: یمن کو تقسیم کرنے میں اماراتی حکومت کا مُطمحِ نظر یہ ہے کہ ان کے مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل با آسانی ہو جائے اور یہ کہ وہ امریکہ سے اپنی وفاداری کا ثبوت دے سکیں اور خباثت پھیلا سکیں۔ جہاں تک ان کے مکروہ مقاصد کے نتائج کا سوال ہے تو ان شاءاللہ وہ اپنے منصوبوں میں ناکام و نامراد ہونگے۔ یمن کی عوام اب ان خبیث منصوبوں سے بیوقوف ہونے والی نہیں ہیں۔ یمن کے لوگ باعمل مسلمان ہیں اور وہ کسی طرح کی منکرات کو قبول نہیں کریں گے جو اماراتی یہاں پھیلانا چاہتی ہے۔

سوال: اماراتی قبضے کے خلاف آپ کے کیا منصوبے ہیں؟ کچھ علاقوں میں مجاہدین کے خلاف ان کی بڑھتی ہوئی مہم کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب: امارات اپنی ایجنسی کے حوالے سے بدنام ہے اور وہ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ ان سے لڑنا اور ان کو روکنا مجاہدین کی ذمہ داری ہے۔ جہاں تک اماراتی کاروائیوں کا تعلق ہے جو وہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کرواتے ہیں جس کو ابیان اور عدن میں حذرمی الیٹ یا شعبانی الیٹ یا سکیورٹی بیلٹ کہا جاتا ہے، تو وہ ناکامی سے دوچار ہوئے ہیں اور ان حملوں کا الٹا ان پر اثر ہوا ہے۔ الحمد للہ مجاہدین نے اماراتی غاصبوں اور ایجنٹوں پر متعدد حملے کیے۔ ان کی طرف سے کیے گئے کچھ حملوں کا مجاہدین نے بھرپور جواب دیا اور حذرموت کے ساحل اور ہجر اور سیتان کی وادی میں ان کے کئی فوجی دستے ہلاک کر ڈالے الحمد للہ۔ شبوا اور ابیان میں بھی دشمن پر بھرپور حملے کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم واپس پلٹ دیے اور انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جہاں تک میڈیا پر ان کی فتح و کامیابی کی خبروں کا تعلق ہے تو وہ جھوٹ اور من گھڑت ہیں اور حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سوال: کچھ علاقوں میں القاعدہ کی کاروائیوں میں کمی اور ان کی غیر موجودگی کا کیا سبب ہے؟

جواب: ہم جس ماحول میں کام کر رہے ہیں وہ تضادات اور عجائبات سے بھری ہوئی ہے۔ ہمارے لیے بہت سے ٹارگیٹ موجود ہوتے ہیں لیکن ملک اس وقت جس صورت حال سے گزر رہا ہے تو اگر ہم کسی ایک گروہ کو نشانہ بنائیں گے تو اس کا فائدہ دوسرا دشمن گروہ اٹھا سکتا ہے۔ ہم اپنے فائدے پر ہمیشہ عوام کے فائدے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب ہمیں درست موقع ملتا ہے تو ہم اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کی خاطر آپریشن کرتے ہیں۔ ان شاءاللہ ہر کوئی دشمن کے خلاف ہمارے آپریشن اور ہماری قوت کا مظاہرہ دیکھے گا۔

سوال: آپریشن Decisive Storm (عملیۃ عاصفۃ الحزم) کے تین سال گزرنے کے بعد آپ صورت حال کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: ہر اہلِ نظر اور اہلِ بصیرت کے لیے یہ بات بالکل واضح ہے کہ تین سال گزرنے کے بعد یہ آپریشن ہر سطح پر بد سے بد تر ثابت ہوا ہے۔ ایک طرف لوگوں کے ایمان و اخلاقیات کو بگاڑنے کے اقدام کیے جا رہے ہیں اور دوسری طرف ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جا رہا جیسا امریکہ چاہتا ہے۔ لوگوں کے جان، مال، عزت کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہ صورت حال ہر علاقے کی ہے چاہے وہ حوثیوں کے قبضے میں ہو یا اتحادیوں کے کنٹرول میں ہو۔ اقتصادی صورت حال یہ ہے کہ اشیاء کی قیمتیں بڑھی ہوئی ہیں، زرِ مبادلہ کی شرح زیادہ ہے اور لوگوں کی آمدنی بالکل کم ہے۔ سیاسی منظر نامہ یہ ہے کہ اقتدار کے ساتھ رسہ کشی کرنے والی پارٹیاں بیرونی منصوبوں کے نفاذ کو اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ پھر چاہے وہ حوثی ہوں جو رافضی ایران کے وفادار ہوں یا عبد ربوہ کی حکومت اور اتحادی ہوا جو صلیبی امریکہ کے وفادار ہیں۔ سیاسی و اقتصادی صورت حال کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی نے بھی لوگوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وبائی بیماریاں جیسے کالرا، خناق وغیرہ پھیل رہی ہیں۔ زمینی، فضائی اور سمندری راستوں کی بندش نے لوگوں کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا۔ اس سب صورت حال کی وجہ ہزاروں مسلمان جان سے جا چکے ہیں، بس اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی ہمارا مددگار ہے۔ حوثیوں کے قبضے اور آپریشن ڈسائیسو اسٹورم نے حالات مزید کشیدہ کر دیے ہیں۔

سوال: حوثیوں کے بڑھتے ہوئے قبضے کے خلاف آپ کی کیا کوششیں ہیں اور آپ کے پاس موجود محاذ کتنے اہم ہیں؟

جواب: حوثیوں کے خلاف ہماری کوششوں کی بات ہے تو الحمد للہ ان کے خلاف لڑنے میں ہم پہل کرنے والوں میں شامل تھے۔ ان کے ساتھ ہماری کئی جھڑپیں اور مقابلے ہوئے اور وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔ در حقیقت ہم نے اس ملک پر ان کے قبضہ کرنے کے سارے راستے بند کر دیے۔ ہم ہر جگہ ان کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور اس ملک کی معدنیات اور تیل کے ذخائر پر ان کا قبضہ نہیں ہونے دیا۔ المکولہ میں ہمیں مالِ غنیمت ملا۔ شبوا، ابیان، عدن، تعز، البیضاء، ردعا اور دوسرے محاذوں پر ہم ہتھیار اور اسلحہ سپلائی کرتے ہیں۔ ہم ان محاذوں پر حوثیوں کے خلاف اپنے بھائیوں، بیٹوں اور قبائل کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔ قیفہ اور البیضاء کے محاذوں پر اب بھی ہمارے بھائی اور قبائل موجود ہیں جو حوثی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جہاں تک ان محاذوں کی اہمیت کا تعلق ہے تو یہ محاذ آرائی کی لکیر پر واقع ہیں۔ قیفہ اور البیضاء حوثیوں کے محاذ مارب، ذمار، تعز اور شبوا کے درمیان واقع ہے۔ ہمارے محاذ ابیان اور عدن کے کناروں پر بھی قائم جہاں حوثیوں کو شکست ہوئی ہے اور اس بنا پر یہ حوثیوں کے لیے بڑے دھچکے کی بات ہے۔ اسی لیے امریکہ ایران کے اتحادیوں کو مضبوط کر رہا ہے کہ وہ دوبارہ ان محاذوں پر قبضہ جما سکیں تاکہ ملک پر کنٹرول حاصل کر سکیں۔ امریکہ ہم پر ڈرون حملے کرتا ہے لیکن الحمد للہ ہمارے قدم اور ارادے مستحکم ہیں اور ہم اپنی بھائیوں کی مدد کرنے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے پھر چاہے تمام ممالک ہی ہمارے خلاف کیوں نہ ہو جائیں۔

سوال: کیا آپ ہمیں امارات اور سعودی عرب کے بیچ موجود اثر و رسوخ کے تنازعہ کے متعلق بتا سکتے ہیں؟

جواب: امارات اور سعودی عرب ایک دوسرے کے اختلافی ساتھی ہیں۔ ان کی پوری توجہ اس بات پر ہے کہ کون اپنے آقا ٹرمپ کو زیادہ خوش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اسے خوش کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کے اختلافات کی لکیریں ان کے آقا کی جانب سے کھینچی گئی ہیں۔ ہم نے دبئی میں ایک فرضی آپریشن کرنے کے لیے کچھ اقدام کیے، تاکہ سعودی عرب کے ایک جاسوس کو پکڑ سکیں جو مجاہدین کے خلاف سرگرم تھا۔ الحمد للہ ہم نے اس جاسوس کو پکڑ لیا اور اس سے خفیہ قید خانوں اور دوسرے معاملات کے متعلق راز اگلوائے، جو ہم منظر عام پر لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا یہ آپریشن کامیاب رہا جس کے مجاہدین سعودی انٹیلیجنس کو جھانسا دینے میں کامیاب رہے۔ اس آپریشن نے سعودی عرب کی اپنے اتحادی متحدہ عرب امارات سے چھپی عداوت بھی عیاں کر دی۔ اس آپریشن کی تفصیلات ہم ان شاءاللہ امت کے سامنے لائیں گے۔ ہم پورے جذبے کے ساتھ کام رہے ہیں۔ اللہ کی مدد ہم دشمن کے مکروہ عزائم عوام پر ظاہر کریں گے جو وہ اپنے جاسوسوں کے ذریعے سے کرواتے تھے۔

سوال: سرزمینِ حرمین شریفین میں ہونے والی حالیہ تبدیلیوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: سرزمینِ حرمین شریفین میں ہونے والی حالیہ تبدیلیاں در حقیقت مسلمانوں کے دین پر حملہ ہیں جو ان کے عقائد و ایمان کو مسخ کر دیں گی اور انہیں ملحد مغرب کی گود میں بٹھا دیں گی۔ یہ دین اسلام، مسلمانوں، علماء، مبلغین اور مجتہد دین کے خلاف ہے۔ وہاں

علماء اور دیندار طبقے کے خلاف ہونے والی گرفتاریوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے۔ جہاں تک ابن سلمان کا تعلق ہے تو وہ سعودی شہزادوں، تاجروں اور دوسرے با اثر افراد کی گرفتاریاں کروا کے اپنا رعب جمانا چاہتا ہے اور ملک کے سارے معاملات اپنے ہاتھ میں مضبوط لینا چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ امریکہ اور اس کے صدر ٹرمپ کہ مدد سے اور متحدہ عرب امارات کے ولی عہد محمد بن زید کی براہ راست ترغیب سے ہو رہا ہے۔ اس صورت حال سے سعودی پر حکومت کرنے والے جابر خاندان السعود کا خاتمہ ہو گیا، جنہوں اپنے قیام کی شروعات ہی سے اسلام اور مسلمانوں سے لڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ موجودہ حکومتی ڈھانچہ امریکہ کی قیادت میں مسلمانوں کے خلاف اللہ کے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا پر امریکی غلبہ کی بقا کا ایک سبب یہ حکومت بھی ہے۔ میری اپنے مسلمان بھائیوں اور علماء سے گزارش ہے کہ وہ اس فاسد حکومت کی حقیت کو سمجھیں اور پھر عوام کو بھی اس سچائی سے آشکار کریں، انہیں جہاد کے لیے تیار کریں اور صحیح وقت پر اس سے نجات حاصل کریں۔ تاکہ رافضیوں اور ملحدوں کے لیے راستے نہ بننے پائیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ موجودہ حکومت کی طرف سے کیے گئے سارے برے اقدام کے نتائج ان شاء اللہ انہی پر بھاری پڑیں گے۔

سوال: کیا القاعدہ کے خلاف امریکی جنگی حکمت عملی میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟

جواب: عسکری حوالے سے تو کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ تاہم یہ ضرور ہوا ہے کہ ہمارے خلاف جنگ جاری رکھنے کی امریکی بے صبری کی وجہ سے وہ الجھن کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف جنگ کو جلدی جیتنا چاہتے تھے اس لیے انہوں بہت سے آپریشن کیے اور چھاپے مارے اور اس سے عام مسلمان بڑی تکلیف سے دوچار ہوا۔ اس امریکی الجھن کی وجہ سے ان کا جاسوسی نظام بری طرح متاثر ہوا جس پر ان کا بہت زیادہ انحصار ہوتا ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جب جزیرہ نما عرب میں مجاہدین کے خلاف جنگ میں ناکامی کا سامنا ہوا تو امریکہ اور اس کے السعود اور الزید ایجنٹوں نے مجاہدین کے خلاف ایسے گندے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کیے جس کی مثال دورِ جاہلیت میں بھی نہیں ملتی۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو نیند کی گولیاں دے کر ان کی قابلِ اعتراض وڈیو بنائی اور پھر انہیں بلیک میل کیا گیا کہ مجاہدین کے خلاف جاسوسی کا کام کریں۔ الحمد للہ ہم دشمن کا یہ مکروہ منصوبہ سرعام لائے اور اس مجرمانہ حرکت میں ملوث لوگوں کو گرفتار کیا۔ وہ تمام مرد و عورت جو اس برے کام میں خوشی سے کا بلیک میلنگ سے ملوث ہیں، ہم ان سے مخاطب ہیں کہ وہ یہ کام چھوڑ کر اللہ کے حضور توبہ کرلیں اور مجاہدین سے رابطہ کریں۔ ایسے تمام لوگوں کو معاف کیا جائے گا اور ان کو امان دی جائے گی۔ ان شاء اللہ اس گھناؤنی حرکت کے اصلی مجرموں کو سزا دی جائے گی۔ ایسا کوئی مجرم اگر کبھی مجاہدین کے ہاتھ لگا تو وہ ذلت ورسوائی دیکھے گا اور اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔

سوال: جہاد کے سفر میں علماء کا کردار کتنی اہمیت رکھتا ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد کے سفر میں علماء کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جہاد کے فرض کو قرآن و سنت ہے مطابق ادا کرنے کے لیے علماء کی ہدایت لازمی ہے اور ضروری ہے کہ وہ نہ صرف مجاہدین کے ساتھ بلکہ ان سے آگے ان کی رہنمائی کے لیے کھڑے ہوں۔ تاریخ میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ہر کامیاب جہادی تحریک کے بیچ علماء کا واضح کردار رہا ہے۔ ماضی قریب سے لے کر آج تک ہم نے بہت سے ایسے علماء دیکھے جنہوں نے اس حوالے سے اپنا کردار بخوبی نبھایا اور جامِ شہادت نوش کیا جن میں شیخ عبداللہ عزام، شیخ عمر عبدالرحمٰن، شیخ عبدالرشید غازی، ملا محمد عمر، شیخ ابو یحییٰ، شیخ عطیا اللہ، شیخ انور شعبان، شیخ ابو انس الشامی، شیخ انور العولقی، شیخ ابو الحسن البلیدی، شیخ حارث النظاری، شیخ ابراہیم الربیش اور بہت سے دوسرے رحمھم اللہ شامل ہیں۔ جبکہ بہت سے شہادت کی آرزو لیے جہاد کے رستے میں محو سفر ہیں۔ جو علماحیات ہیں جیسے شیخ ابو محمد المقدیسی، شیخ ابو قتادہ الفلسطینی حفظہ اللہ اور دوسرے، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں حفاظت میں رکھے اور انہیں ان کی حق گوئی پر ثابت قدم رکھے۔ علماء کرام کو اس مبارک جہاد کی قیادت کرنی چاہیے اور وہ اپنے کردار کی اہمیت کو ہرگز کم نہ جانیں۔ ہم امت کے تمام علماء کرام کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ خود جہاد کے میدانوں میں آئیں اور اس مبارک فریضہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں اور اپنے مجاہد بیٹوں کی رہنمائی کریں۔ واللہ ان کو اپنے مجاہد بیٹوں سے بہت زیادہ عزت واطاعت ملے گی جو اللہ کو پسند ہے۔

☆☆☆☆☆

"تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کسی خطہ زمین کے دار الاسلام ہونے کا مدار اس بات پر نہیں ہے کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب کیا ہے، بلکہ اس کا مدار قانونِ اسلام کے نفاذ پر ہے۔ جس ملک میں برسرِ اقتدار طبقہ کی جانب سے عوام کو اسلامی قانون کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے، جہاں کفر اور جاہلیت کا آئین و قانون مسلط ہو اور جہاں کے بے بس عوام مسلسل احتجاج کے باوجود خدائی قانون کے بجائے طاغوتی قانون کے مطابق اپنے مقدمات فیصل کرانے پر مجبور ہوں، اسے ہزار بار مسلمانوں کا ملک کہہ لیجیے، لیکن اسے حقیقی معنی میں اسلامی مملکت اور دار الاسلام کہتے ہوئے حیا آتی ہے"۔

محدثِ عصر علامہ سید یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ

ایمان اور کفر... قرآن و سنت کی روشنی میں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کسی مدعیٔ اسلام کی تکفیر میں انتہائی احتیاط:

مذکور الصدر تقریر سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہر قبلہ کی طرف منہ کرنے والے کو "اہلِ قبلہ" نہیں کہتے۔ یہ شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جو صرف اُن لوگوں کے حق میں بولا جاتا ہے جو ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں اور ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار یا تحریف نہ کریں۔ جس کی بنا پر بہت سے ایسے لوگوں کو بھی کافر قرار دینا پڑے گا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور نماز، روزہ بھی ادا کرتے ہیں، قرآن کی تلاوت اور خدمت بھی کرتے ہیں مگر اسلام کے قطعی اور ضروری احکام میں سے کسی حکم کے منکر ہیں۔

لیکن اس جگہ ایک دوسری بے احتیاطی کا خطرہ ہے کہ مسلمانوں میں باہمی تکفیر کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ جو ان کے لیے تباہی کا راستہ ہے، اور ایک زمانہ سے یہ خطرہ صرف خطرہ نہیں رہا بلکہ ایک واقعہ بن گیا ہے کہ حقائقِ دین سے ناواقف کچھ نام کے علما نے یہ پیشہ بنالیا کہ ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو کافر قرار دینے لگے، باہمی کفر کے فتوے چلنے لگے، اس میں ان لوگوں کو کتبِ فقہ کے ان مسائل سے بھی دھوکا لگا کہ جو کلماتِ کفریہ کے نام سے بیان کیے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں باتیں کلمۂ کفر ہیں، جن کا حاصل اس کے سوا نہیں کہ جس کلمہ سے قطعیاتِ اسلام میں سے کسی چیز کا انکار نکلتا ہے، اس کو کلمۂ کفر قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضراتِ فقہانے اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ ان کلمات کے کلماتِ کفر ہونے یہ یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جس شخص کی زبان سے یہ کلمات نکلیں اس کو بے سوچے سمجھے اور بدون تحقیقِ مراد کے کافر کہہ دیا جائے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی مراد وہی معنی و مفہوم ہیں جو کافرانہ عقیدہ یا کسی ضروری اسلام کا انکار ہے۔ لیکن حقیقتِ حال سے ناواقف لوگوں نے ان کلمات ہی کو فیصلہ کا مدار بنالیا، اور تکفیر بازی شروع کر دی۔ جس کی ایک بھاری مضرت تو یہ ہوئی کہ ایک مسلمان کو کافر کہنا بڑا سخت معاملہ ہے جس کے اثرات پورے اسلامی معاشرے پر پڑتے ہیں، اس کے علاوہ اس میں اپنے ایمان کا خطرہ ہوتا ہے، جس کا بیان گزر چکا ہے۔ دوسری طرف سے تکفیر بازی سے یہ شدید نقصان پہنچا کہ فتوائے کفر ایک معمولی چیز ہو کر رہ گئی ہے جو مدعیٔ اسلام در حقیقت کافر ہیں ان کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ لوگ تو ایک دوسرے کو کافر کہا ہی کرتے ہیں، ہم بھی اس تکفیر بازی کا شکار ہیں۔

اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اس جگہ اس کو بھی واضح کر دیا جائے کہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کافر قرار دینے میں انتہائی احتیاط لازم ہے۔ معمولی باتوں پر یا کسی محتمل اور مبہم کلام پر بغیر تحقیقِ مراد کے ایسا فتویٰ دینے میں اپنے ایمان کا خطرہ ہے۔ اس بے احتیاطی کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل مقالہ آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں، مزید توضیح و تاکید کے لیے مندرجہ ذیل سطور اور لکھی جاتی ہیں۔

تکفیرِ مسلم خود کفر ہے:

حدیثِ صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماکفر رجلٌ رجلا الا باء احدھما بہ، ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ۔وفی روایۃ: فقد وجب الکفر علی احدھما۔

(ترغیب وترھیب المنذروا کفار ص:۵۰)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تکفیر کرتا کوئی شخص کسی شخص کی مگر ان دونوں میں سے ایک کفر کا مستحق ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر وہ شخص فی الواقع کافر تھا تو وہ کافر ہو اہی، ورنہ یہ تکفیر کرنے والا اس کی تکفیر کے سبب کافر ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: ان دونوں میں سے ایک پر کفر واجب ہو گیا"۔

ایک شبہ اور جواب:

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو کافر کہا گیا ہے، اگر وہ واقع میں کافر نہیں ہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا، لیکن کفر کی جو تعریف بنصِ قرآن اوپر لکھی گئی ہے وہ بظاہر اس شخص پر منطبق نہیں ہوتی جس نے کسی کو بلاوجہِ شرعہ غلط طور پر کافر کہہ دیا، کیونکہ ایسا کہنے والے نے نہ خدا کی تکذیب کی اور نہ اس کے رسول کی۔ اس لیے بعض فقہانے اس کو محض تہدید اور تخویف پر محمول کیا ہے۔ جیسے ترکِ صلوٰۃ پر "فقد کفر" کے الفاظ بطورِ تہدید کے آئے ہیں، جن سے حقیقی کفر مراد نہیں۔

اور مختصر مشکل الآثار میں (حسبِ منقول از اکفار الملحدین ص:۵۱) اور امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ایثار الحق علی الخلق ص ۴۳۲ میں اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے اس جگہ یہ مراد ہے کہ اس کے عقائد و خیالات کفریہ ہیں تو اگر فی الواقع اس کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں بلکہ سب عقائد ایمان کے ہیں تو گویا ایمان کو کفر کہنا لازم آئے گا، اور ایمان کو کفر کہنا بلاشبہ اللہ اور رسول کی تکذیب ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ (المائدۃ:۵)

"اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اس کے عمل ضائع ہو گئے"۔

حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے عقائد میں کوئی چیز کفر کی نہیں خواہ اعمال اس کے کتنے ہی خراب ہوں، اس کو کافر کہنا جائز نہیں۔ بلکہ ایسے شخص کو کافر کہنے سے خود کہنے والے کا ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، کیونکہ اس کو کافر کہنے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ گویا ایمان کو کفر کہہ رہا ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس شخص کے عقائد میں کوئی عقیدہ کفریہ ہے اس

کی وجہ سے اگر کسی نے اس کو کافر کہہ دیا تو کہنے والا بالاتفاق کافر نہیں ہو گا کیونکہ اس نے ایمان کو کفر قرار نہیں دیا۔ اگرچہ حضراتِ فقہانے اور علمائے محققین نے ایسی حالت میں بھی اس کا کافر کہنے میں جلد بازی سے سختی سے منع کیا ہے جب تک کہ اس کے عقیدۂ کفریہ اور کلمۂ کفریہ کی کوئی جائز تاویل ہو سکتی ہے'اس کو کافر کہنا جائز نہیں سمجھا۔ تاہم اگر کسی کے کسی عقیدہ یا کلمۂ کفر کو سن کر جلد بازی میں کافر کہہ دیا تو کہنے والا بالاجماعِ فقہا کافر نہیں ہو گا۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو کسی کے متعلق غلط خبر یا غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے کسی عقیدۂ کفریہ کا دھوکہ اور مغالطہ ہوا، مثلاً اس کا خیال ہوا کہ فلاں آدمی نے (معاذ اللہ) کسی نبی کی توہین کی ہے یا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے تو ایسی صورت میں لازم تو یہ تھا کہ وہ اس خیال کی تحقیق کرتا اور خلافِ واقعہ پا کر بدگمانی سے باز آجاتا، لیکن اس نے بے احتیاطی سے محض اپنے خیال کی بنا پر اس کو کافر کہہ دیا۔ اس صورت میں بھی کہنے والے نے چونکہ ایمان کو کفر نہیں کہا اس لیے کہنے والا کافر نہیں ہو گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بے احتیاطی کی وجہ سے گناہ گار ہو۔

حضراتِ فقہانے اس معاملہ میں اس درجہ احتیاط کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہو جائے جس میں سو احتمال میں سے ننانوے احتمالاتِ مضمون کفر ہونے کے ہوں اور صرف ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کہ اس کے کوئی صحیح اور جائز معنی بن سکتے ہیں تو مفتی پر لازم ہے کہ ننانوے احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور اس کو کافر کہنے سے باز رہے۔ بشرطیکہ وہ خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کر دے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جن سے کفر عائد ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> اذا كان في المسئلة وجوهٌ توجب الكفر ووجه واحدٌ يمنع فعلى المفتى ان يميل الىٰ ذٰلک الوجه الا اذا صرح بارادة يوجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذٍ
>
> "جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ کفر کی موجب ہوں اور ایک وجہ مانع کفر ہو، تو مفتی کے ذمہ ضروری ہے کہ اس ایک وجہ کی طرف مائل ہو۔ مگر جب کہ قائل اُس وجہ کی تصریح کر دے جو موجبِ کفر ہے تو پھر تاویل سے اس وقت کوئی فائدہ نہ ہو گا"۔

تنبیہ: یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فقہا کے اس کلام کے یہ معنی نہیں جو بعض جہلا نے سمجھے ہیں کہ کسی شخص کے عقائد واقوال میں ایک عقیدہ و قول بھی ایمان کا ہو تو اس کو مومن سمجھو، کیونکہ اگر یہ معنی ہوں تو پھر دنیا میں کوئی کافر حتیٰ کہ شیطان ابلیس بھی کافر نہیں رہتا، کیونکہ ہر کافر کوئی نہ کوئی عقیدہ اور قول تو ضرور ہی ایمان کے موافق ہوتا ہے۔ بلکہ مقصد حضراتِ فقہا کا یہ ہے کہ کسی شخص کی زبان سے نکلا ہوا کوئی کلمہ جو لغت و عرف کے اعتبار سے مختلف معانی پر محمول ہو سکتا ہے جن میں ایک معنی کے اعتبار سے یہ کلمہ عقیدۂ کفر سے نکل جاتا ہے اور دوسرے تمام معانی اس کو عقیدۂ کفریہ ٹھہراتے ہیں تو ایسی حالت میں مفتی پر لازم ہے کہ اس کے کلام کو صحیح معنی پر محمول کر کے اس کو مومن ہی قرار دے۔ بشرطیکہ وہ خود ایسی تصریح نہ کر دے کہ اس کے مراد معنی کفری ہیں۔

الغرض حدیثِ مذکور میں کسی مسلمان کو غلط طور پر کافر کہنے کو خود کہنے والے کے لیے کفر قرار دیا ہے، خواہ محض تہدید و تخویف کے لیے ہو۔ جیسا کہ بعض فقہا نے سمجھا ہے (الیواقیت للشعرانی) یا اس سے حقیقتاً کفر مراد ہو۔ بہر دو صورت حدیث سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ کسی مدعیٔ اسلام کو کافر کہنے میں سخت احتیاط لازم ہے۔ اور اسی بنا پر محققین علما و فقہانے ایسے کلمات وعقائد کی بنا پر جن کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو یا اس کے کوئی صحیح معنی کسی تاویلِ جائز سے بن سکتے ہوں، کسی مسلمان کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھا۔

احتیاط کا دوسرا پہلو:

جس طرح فروعی اختلافات کی وجہ سے کسی محتمل اور مبہم کلام کی وجہ سے یا کسی ایسے عقیدہ و کلمہ کی وجہ سے جس کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو، کسی مسلمان کو کافر کہنا سخت بے احتیاطی اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایمان کو کفر کہنا لازم آتا ہے، ٹھیک اسی طرح کسی یقینی کافر کو مسلمان ٹھہرانا بھی نہایت خطرناک جرم اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ اس سے کفر کو ایمان قرار دینا لازم آتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان کو کفر یا کفر کو ایمان قرار دینا اگر اپنے اختیار وارادہ سے ہو تو بلاشبہ کف رہے، ورنہ کفر کے خطرہ سے تو خالی نہیں۔

علاوہ ازیں کسی کافر کو مسلمان کہہ دینا محض ایک لفظی سخاوت نہیں بلکہ ملت اور اسلامی معاشرہ پر ظلمِ عظیم ہے۔ کیونکہ اس سے پوری ملت کا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ نکاح، نسب، میراث، ذبیحہ، امامتِ نماز اور اجتماعی اور سیاسی حقوق سبھی پر اثر پڑتا ہے، اس لیے کفر کی وہ صورت جس کو حسبِ تقریرِ مذکور اصطلاحِ شرع میں زندقہ اور الحاد کہا جاتا ہے، جس میں ایک شخص خدا اور رسول کے ماننے کا دل سے اور زبان سے معترف بھی ہے، اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ شعائرِ اسلام کا پابند بھی ہے، مگر اس کے ساتھ کچھ عقائدِ کفریہ رکھتا ہے یا ضرورتِ دین میں تاویلِ باطل کر کے احکامِ دین کی تحریف کرتا ہے، اس کا معاملہ نہایت خطرناک مزلۃ الاقدام ہے۔ اس میں ذرا سی بے احتیاطی ایک حقیقی مسلمان کو اسلام سے خارج کر سکتی ہے اور ایک دشمنِ اسلام کافر کو اسلامی برادری کا مارِ آستین بھی بنا سکتی ہے۔ اور یہ دونوں خطرے ملت کے لیے بڑے عظیم اور ان کے عواقب ونتائج نہایت دور رس ہیں۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ... مقصد اور منہج

مولوی ابو عبداللہ

دنیا میں وہی قوم اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہتر بنا اور سنوار سکتی ہے، جو اپنے ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر اس سے سبق حاصل کرے۔ اپنے اسلاف واکابر کے واقعات و حالات اور ان کے افکار و نظریات سے واقفیت حاصل کر کے انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ برِ صغیر (پاک وہند) کے اکابر علما کی شان دار دینی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ انہی اکابر میں سے ایک عظیم شخصیت استاذ المفسرین و المحدثین والفقہاء، شیخ الشیوخ والصلحاء، امام المجاہدین والشہداء، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمہ اللہ کی ہے۔ جن کی ہمہ جہت شخصیت اور کارہائے نمایاں سے اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ افسوس! کچھ عرصے سے حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے ایسی باتیں کی جا رہی اور آپ کی طرف ایسے افکار و نظریات منسوب کیے جا رہے ہیں، جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ستم یہ کہ اب تو حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور آپ کے مشن کے نام نہاد وارث اپنی 'جمہوری سیاست' کو فروغ دینے، حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے محبت و عقیدت رکھنے والوں، آپ کے مشن سے وابستگی اور اس کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھنے والوں کو 'انتخابی سیاست' میں ملوث کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کا نام استعمال کر رہے ہیں اور اس میں روز بروز شدت آ رہی ہے۔

اگر یہ امر تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر پیش کرنے تک محدود ہوتا تو ایک حد تک نظر انداز کرنے کے قابل تھا۔ چونکہ صورتِ حال یہ ہے کہ تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر کی بنیاد پر حال اور مستقبل کی تعمیر کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا اور اس کے مطابق پوری عمارت کھڑی کی جا رہی ہے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ تاریخی حقائق پیش کر کے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی جائے، تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے قربانیاں دینے والا قافلۂ حق صحیح راستے پر رواں دواں ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچے۔

یاد رہے مصنف نے آئندہ سطور میں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد، جمعیۃ علمائے ہند اور اس کی سیاسی پالیسیوں کے حوالے سے جمہوری وانتخابی سیاست، 'عدم تشدد اور پُر امن جدوجہد' کے بارے میں تاریخی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کا اجمالی طور پر جائزہ لیا ہے۔ باقی رہا جمہوری وانتخابی سیاست، 'عدم تشدد اور پُر امن جدوجہد' کا شرعی حکم اور اس بارے میں قرآن، سنت اور فقہ کے دلائل و براہین... تو یہ مستقل موضوع ہے، جسے یہاں زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔

دعا ہے اللہ رب العزت ان سطور کے راقم اور امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو راہِ ہدایت پر چلنے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے صحیح منہج کے ساتھ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین [ادارہ]

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد:

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا مقصد محض ایک دینی درس گاہ کا قیام نہ تھا، بلکہ وہ احیائے اسلام اور قیامِ ملت کی ایک ہمہ جہت تحریک تھی۔ اس میں دینی و اسلامی علوم و فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ مسلمانوں کی ذہنی، فکری اور عقائد و رسوم کی اصلاح اور دعوت و ارشاد بھی شامل تھے۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام بھی اس کی ایک جہت تھی۔ اسلامی زندگی کا قیام اور ملک و قوم کی آزادی بھی اس کے مقاصد کے دائرے میں آتی تھی۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مصنف سید محبوب رضوی لکھتے ہیں:

> "تیرہویں صدی ہجری کے ہندوستان میں مسلمانوں کے سامنے دو اہم مسئلے تھے۔ ایک مسئلہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کا تھا۔ اور دوسرے کی نوعیت سیاسی تھی۔ جس کا مقصد ہندوستان کو سامراجی اقتدار سے نجات دلانا تھا۔ ہندوستان میں مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ اسلامی زندگی کی قدریں بھی تباہ ہو گئی تھیں۔ اسلام کے سیدھے سیدھے فطری اصولوں کی جگہ شرک و بدعت اور رسوم و رواج نے لے لی تھی۔ توحید کا وہ خالص اعتقاد، جو اسلامی عقیدے کی جان ہے، اسلامی تعلیم کی یہ روح شرک و بدعت کے پیہم حملوں سے مضمحل ہو گئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے بعد حضرت سید احمد شہید، حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ نے اسلامی روح کی حفاظت کی اور تحریک کو آگے بڑھانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے اعتقادی اور معاشرتی اصلاح کی زبردست جدوجہد کی۔ انہوں نے اسلامی مسائل کو عقلی دلائل سے مستحکم کیا۔ تباہ کن رسم و رواج کی مخالفت کی۔ بیواؤں کے نکاح، عورتوں کے حقِ وراثت اور معاشرتی اونچ نیچ کے خاتمے کی بھرپور کوشش کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی مساعی کا ہندوستان کے ہر گوشے پر اثر پڑا۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد اس سے متأثر ہوئی۔ یہ حالات تھے، جن میں اکابر دارالعلوم نے اسلامی عقائد، دینی تعلیم و تربیت اور سیاسی جدوجہد کے گوناگوں مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے دینی مدارس کے قیام کو

ضروری قرار دیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ا ص ۱۴۰ تا ۱۴۲)

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ لکھتے ہیں:

"ان واقعات سے پوری طرح واضح ہے کہ مدرسہ دیوبند کے قیام کا جذبہ اولاً سر خیل جماعت حاجی امداد اللہ قدس سرہ، کے اندر اُبھرا۔ پھر اُن سے ان کی جماعت میں منتقل ہوا۔ یہ سب ہی حضرات اربابِ باطن تھے۔ اس لیے ہر ایک کے باطن میں قیامِ مدرسہ کا یہ جذبہ جاگزیں ہو گیا، جسے ہم نے سابقہ سطور میں 'باطنی اجتماع' سے تعبیر کیا ہے۔ مگر عمومی طور پر ان سب اکابر میں یہ تخیل قیامِ مدرسہ ہی کی حد تک تھا۔ جس کا حاصل تعلیم دین اور اس راستے سے اس ملک میں مسلمانوں کا تحفظ اور بقا پیش نظر تھا، لیکن جہاں تک مدرسے کے ساتھ اس کی مرکزی فکر اور اس کے ہمہ گیر نصب العین، نیز انگریزوں کے لائے ہوئے ملحدانہ اور دنیا پرستانہ نظریات کا ایک ہمہ گیر علمی تحریک کی صورت سے مقابلہ اور ساتھ ہی بکھری ہوئی قوم کی شیرازہ بندی اور اخص الخصوص اس ملک میں شوکتِ رفتہ کی بازیافت یا کم از کم خود اختیاری کے جذبے کے ساتھ پورے عالم اسلام تک اس کے اثرات پھیلا دینا وغیرہ کے ہمہ گیر جذبات اور نظام ہائے عمل صرف اُن ہی میں موجزن تھا، جو جہادِ شاملی میں امامِ جہاد حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کی سر کردگی میں شریکِ معرکہ ہو کر مسلمانوں کی لاشوں کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ ان میں بھی بالخصوص حضرت حاجی صاحب کے دست راست حضرت قاسم ورشید تھے، جن میں صرف مدرسہ کا نہیں، بلکہ اس کی اجتماعیت کے تصورات بھی سامنے تھے۔ اس نقطۂ اجتماعیت کے معیار سے ان جذبات میں حضرت قاسم العلوم رحمہ اللہ سب سے آگے آگے تھے۔ جنہیں خود ان کے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ ہی اپنے مکنوناتِ قلبی کا ترجمان فرما چکے تھے۔ جیسا کہ حضرت حاجی صاحب نے حضرت قاسم العلوم کو مولانا رومی سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ 'مولانا رومی تو شمس تبریز کی زبان تھے۔ جن کے ذریعے اُن کے علوم و معارف اور مکنوناتِ باطن ظاہر ہوئے اور مجھے مولوی محمد قاسم زبان بنا کر دیے گئے ہیں۔ یعنی میرے علوم و معارف اور قلبی دواعی ان کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ امدادالٰہی کیفیات خاص طور سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ میں سب سے زیادہ اُبھریں۔ جوں ہی حضرت حاجی صاحب نے علمِ جہاد بلند کیا تو سب سے پہلے اُس جھنڈے کے نیچے حضرت قاسم العلوم رحمہ اللہ ہی موجود تھے۔ انہوں نے ہی حضرت گنگوہی کو بھی پانچ چھ ماہ کی گفت و شنید سے آمادۂ جہاد کیا۔ اسی طرح اس مدرسۂ زیر تجویز اور اس کے فکر و مقصد میں بھی امدادی جذبہ تھا۔ جیسا کہ واقعۂ بالا سے ظاہر ہوا۔ وہی آگے آسکتے تھے، جو خود شیخ ہی کے اعلان کے مطابق ان کے باطنی ترجمان تھے"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج ا ص ۱۴۰ تا ۱۴۲)

مولانا مناظر احسن گیلانی دارالعلوم کے قیام کا پس منظر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"جس وقت شاملی کے میدان سے وہ خود (حضرت قاسم نانوتویؒ) اور ان کے رفقائے کار بظاہر ناکامی کے ساتھ واپس ہوئے تو یقیناً ان کی یہ واپسی یاس اور نامرادی کی واپسی نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ واپس تو وہ بے شک ہوئے تھے، لیکن یقیناً یہ واپسی 'مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ' (جنگ ہی کے لیے کتراتے ہوئے یا کسی ٹولی سے ملنے کے لیے) ہو سکتی تھی اور یقیناً اسی کے لیے تھی بھی۔ جس کی تصدیق تو آپ کے آئندہ اقدامات اور دفاعی مجاہدات سے ہوتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی کشمکش کی ناکامی کے بعد قتال اور آویزش کے نئے محاذوں اور میدانوں کی تیاری میں آپ (حضرت نانوتویؒ) کا دماغ مصروف ہو گیا۔ دارالعلوم دیوبند کا تعلیمی نظام، اس لائحہ عمل کا سب سے زیادہ نمایاں اور مرکزی و جوہری عنصر تھا"۔

(سوانح قاسمی، ج:۲، ص:۲۲۳، ۲۲۲)

مولانا مناظر احسن گیلانی دارالعلوم کے مقصدِ قیام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مَیں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمہ اللہ (جو اُس وقت دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم تھے) کے فرستادہ کی حیثیت سے حضرت الاستاذ شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بطور پیغام رساں حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کا صحیح سیاسی مسلک کیا ہے؟ یہ پیغام سناتے ہی مَیں نے دیکھا کہ حضرت پر ایک خاص حال طاری ہے۔ ارشاد فرمایا:

"حضرت الاستاذ (حضرت مولانا نانوتویؒ) نے کیا اس مدرسے کو درس و تدریس، تعلیم و تعلم کے لیے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم

ہوا۔ جہاں تک مَیں جانتا ہوں۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیرِ اثر لوگوں کو تیار کیا جائے، تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے"۔

آخر میں ارشاد فرمایا:

"صرف تعلیم و تعلم، درس و تدریس، جن کا مقصد اور نصب العین ہے۔ مَیں اُن کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں، لیکن مَیں نے اپنے لیے تو اسی راہ کا انتخاب کیا ہے، جس کے لیے دارالعلوم کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ نے قائم کیا تھا"۔

مدرسہ دیوبند کی یہی وہ اساسی خصوصیت تھی، جس نے اس مدرسہ کے تمام کاروبار، حتی کہ تعلیم میں بھی ایسی ہی حریت پرور خصوصیات پیدا کیں۔ وہ دینی اور مذہبی حمیت و غیرت کا ہندگیر ہی نہیں، عالمگیر جامعہ اور اقامتی ادارہ بن گیا۔ اس کے فضلاء کا ایک خاص مکتبِ خیال نمایاں ہوا۔ اس کے مستفیدین ایک ایسا خاص مِلا جُلا اور مرکب نصب العین لے کر باہر نکلے۔ جس میں سب پر چھا جانے کی اسپرٹ موجود تھی"۔

(سوانح قاسمی، ج:۲، ص:۲۲۷، ۲۲۶)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنی دوسری تصنیف 'احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن' میں حضرت شیخ الہندؒ کا مذکورہ بالا ارشاد نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس کے بعد دو راہیں مختلف ہو گئیں۔ ایک راہ تعلیم و تعلم اور دینی نشر و اشاعت کی تھی اور دوسری راہ وہی تھی، جسے بالآخر حضرت شیخ الہندؒ نے اختیار فرمایا اور اسی مسلک کے ساتھ اپنے مالک سے جا ملے۔ خیال آتا ہے کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"فرائض الٰہیہ جس حد تک بن پڑا، ادا کرتا رہا۔ اب آخری کام رہ گیا ہے، جسے اپنی حد تک تو مَیں کر گزروں گا"۔

اور اِسی کو وہ کر گزرے۔

(احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن)

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے حوالے سے حضرت شیخ الہندؒ کا مذکورہ بالا ارشاد نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"چنانچہ حضرت (نانوتویؒ) نے احاطۂ مدرسہ میں طلبہ کو فنونِ سپہ گری سکھلانے کا بندوبست بھی فرمایا، تاکہ علم کے ساتھ سپاہیانہ اسپرٹ بھی اُن میں قائم رہے۔ محکمۂ قضا بھی قائم فرمایا، تاکہ تنفیذِ احکامِ شرعیہ کی خُو بھی ان میں محفوظ رہے۔ ترکوں کی امداد کے لیے بھی مساعی فرمائیں۔ سلطانِ ترکی کی مدح میں قصائد بھی لکھے، تاکہ خلافتِ اسلامیہ سے مدرسہ کے نونہالوں کا ربط قائم رہے۔ انگریزی تسلط کے بعد ایسی اجتماعی انجمنوں کی حمایت و تائید بھی کی، جو انگریزوں سے ملکی حقوق حاصل کرنے کے لیے قائم کی گئیں وغیرہ۔ جو جامع مسجد کے صحن میں انجام نہیں پا سکتی تھیں۔ یہ تمام مقاصد اسی ذریتِ قاسمی میں پرورش پاتے رہے۔ اُنہی کے تحت حضرت کی وفات کے بعد اُن کے علمی جانشین شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان ملّی مقاصد کو آگے بڑھایا اور پھر ان کے تلامذہ نے بھی تعلیمی لائنوں کو مضبوط کیا۔

مگر اجتماعی خدمات سے کبھی کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ آزادی کی تمام تحریکات میں قائدانہ حصہ لیا اور ان کے سرخیل اگر انگریزوں کے مقابلہ میں میدان شاملی میں سربکف تھے تو اُن کی ذریت اُسی انگریز کے مقابلہ میں قید و بند اور جیلوں میں سربکف رہی۔ اور آج بھی کلمۂ حق آگے ہی آگے ہے"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج۱، ص:۱۴۱ تا ۱۴۵)

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کی روایت نقل کرتے ہوئے دارالعلوم کی مستقل عمارت کے سنگِ بنیاد رکھے جانے کا واقعہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس ولی اللّٰہی اور امداد اللّٰہی تصور میں اوپر تعلیم کا پردہ تھا اور نیچے اُسی تعلیمی لائن سے اعلائے کلمۃ اللہ، مسلمانوں کی آفاقی عزت و شوکت اور ملت کی عالم گیر خدمت کے اجتماعی جذبات پنہاں تھے"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج۱، ص:۱۴۱ تا ۱۴۵)

دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا اپنے محبوب استاذ حضرت

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ساتھ استادی و شاگردی کے ساتھ ساتھ جو تربیتی و روحانی اور فکری و نظریاتی تعلق تھا، مولانا سید محمد میاںؒ اُسے واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ تعلق درس کی حد تک نہیں رہا، بلکہ آپ بیعت بھی حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے ہوئے اور روحانی تربیت بھی آپ نے حضرت نانوتوی ہی سے حاصل کی۔ ظاہری تعلیم اور باطنی تربیت کا اثر لامحالہ یہی ہونا چاہیے تھا اور یہی ہوا کہ جذباتی لحاظ سے بھی شاگرد، استاد کا ہم رنگ ہو گیا۔ یہ استاد اور مرشد وہی مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ ہیں، جو چند سال پہلے ۱۸۵۷ء میں برطانوی فوج سے نبرد آزما تھے۔ شکست نے جذبات ختم نہیں کیے، صرف راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ تجویز کردہ راستہ یہی 'دارالعلوم دیوبند' ہے، جو بقول مولانا محمود حسنؒ اسی لیے قائم کیا گیا تھا کہ ۱۸۵۷ء کی تلافی ہو سکے"۔

(اسیرانِ مالٹا، ص: ۲۶ تا ۲۹)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (بانی، دارالافتاء والارشاد کراچی) قیامِ دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہاں ایک بات خاص طور پر سمجھ لیں اور آگے زیادہ سے زیادہ دوسروں تک پہنچائیں۔ وہ یہ کہ سب لوگ دارالعلوم دیوبند سے متعلق عموماً یہی سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک علمی ادارہ ہے۔ علوم نبوت کی حفاظت و بقا کے لیے اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی یا اس سے بڑھ کر کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دیوبند ظاہری علوم کے علاوہ باطنی فیوض اور احسان و سلوک کا بھی گہوارہ تھا۔ اس ادارہ کو چلانے والے تمام علما صرف جید علما ہی نہیں، بلکہ اپنے وقت کے صاحبِ نسبت بزرگ بھی تھے۔ بس دارالعلوم دیوبند کا مقصدِ تاسیس لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا۔ یہ بات آج کے اکثر علماء کی نظروں سے اوجھل ہے۔ دیوبند کو صرف علم و تحقیق اور درس و تدریس کا مرکز سمجھتے ہیں۔ جب احسن الفتاویٰ کی ساتویں جلد شائع ہونے لگی تو مجھے خیال آیا کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ پہلو بھی لوگوں پر ظاہر کرنا چاہیے۔ اس لیے کتاب کے شروع میں جہاں فہرست ختم ہوتی ہے، اس سے اگلے ورق پر ایک جانب دارالعلوم دیوبند کے دارالتفسیر اور دارالحدیث کی پُر شکوہ عمارت کا نقشہ دیا ہے۔ اور اسی ورق کی دوسری جانب جہاد کا جھنڈا بنایا ہے، تاکہ دیکھنے والوں کو یقین آجائے کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد دنیا میں علَمِ جہاد بلند کرنا ہے۔ اسی طرح خانقاہ تھانہ بھون کو اس زمانے کے علماء بھی خانقاہ ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ تو جہاد کا مرکز تھا۔ اور جہاد کا آغاز ہی وہیں سے ہوا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت حاجی امداد اللہ اور آپ کے خلفاء حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم و عرفان اور بزرگی کے واقعات تو لوگوں میں بہت مشہور ہیں، مگر یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جہاد کے لیے امیر المؤمنین منتخب کیا گیا تھا۔ اور آپ کی امارت کے تحت جلیل القدر خلفاء حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمہم اللہ نے جہاد کے بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصوف اور بزرگی کے واقعات لوگ دل چسپی سے سنتے اور پڑھتے ہیں۔ ان واقعات کو ذہنوں میں محفوظ بھی رکھتے ہیں۔ مگر جہاد سے چونکہ دل چسپی نہیں، اس لیے جہاد کے واقعات کو نہ کوئی اہمیت دیتے ہیں نہ ہی یاد رکھتے ہیں۔

جذبۂ جہاد تو ہر مسلمان کے خمیر میں تھا، لیکن انگریز مردود نے یہ جذبہ مسلمانوں کے ذہنوں سے کھرچ کر ایسا صاف کر دیا کہ وہ جہاد کی تیاری یا جہاد کی گفتگو تو در کنار، جہاد سے متعلق کچھ سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دل میں جہاد کا خیال آنا بھی گویا ایک گناہ کا وسوسہ ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ صرف مولوی یا صوفی ہی نہیں تھے۔ بہادر مجاہد بھی تھے۔ شاملی کے جہاد میں حضرت گھمسان کی جنگ لڑتے لڑتے تھوڑی دیر کے لیے میدانِ جنگ سے ایک طرف کو ذرا دم لینے کے لیے کھڑے تھے۔ انگریزی فوج کا ایک دیو پیکر عفریت قالب سکھ سپاہی، جو جسامت میں حضرت نانوتوی سے چار گنا زیادہ تھا، اس نے دور سے حضرت نانوتوی کو میدان کے کنارے دیکھا تو غصہ میں لپک کر اس طرف آیا اور حضرت نانوتوی کو ڈانٹ کر کہا کہ 'تم نے بہت سر اُبھارا ہے۔ اب آ! میری ضرب کا جواب دے۔' پھر تلوار بلند کرتے ہوئے چلایا کہ 'یہ تیغہ تیرے لیے موت کا پیغام ہے۔' وہ دودھارا تیغہ پوری قوت سے اٹھا کر حضرت نانوتوی پر چلانا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا: 'باتیں کیا بنا رہا ہے، اپنے پیچھے کی تو خبر لے۔' اس نے مُڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ اس کا مُڑنا تھا کہ آپ بجلی کی طرح تڑپے اور اس کے دائیں کندھے پر تلوار کی ضرب اِس قوت سے لگائی کہ تلوار دائیں کندھے

کو کاٹ کر گزرتی ہوئی پاؤں پر آکر رُکی۔ اس سپاہی کا عفریتی جسم اس طرح خاک پر پڑا ہوا تھا کہ سر سے پاؤں تک دو ٹکڑے ہو کر آدھا اِدھر اور آدھا اُدھر گرا ہوا تھا۔ آپ تھک کر ذرا دم لینے کے لیے کھڑے تھے۔ اس واقعہ سے تازہ دم ہو گئے۔ آپ اس مردار پر پاؤں رکھتے ہوئے پھر صفِ قتال میں آ گئے۔ یہ ہیں مولانا قاسم نانوتویؒ دشمنوں کی گردنیں اُڑانے والے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک چپ چاپ سے صوفی تھے۔ یاد رکھیے! دارالعلوم دیوبند کی بنیاد صرف درس و تدریس کے لیے نہیں رکھی گئی تھی، بلکہ اصل مقصد احیائے جہاد تھا''۔

(عیسائیت پسند مسلمان، ص:۳۲تا۳۴)

مولانا سید محمد میاں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کی صورت حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سیاست کے نام پر کوئی تحریک انگریزی پالٹیکس میں حرام تھی۔ 'تنظیمِ قوم' اول تو خود خطرناک چیز تھی، پھر کسی مقصد تنظیم کے بغیر ناممکن۔ تنظیم بذاتِ خود کبھی بھی کامیاب نہیں۔ ہاں کوئی مقصد خود بخود نظم پیدا کر دیا کرتا ہے۔ محض وعظ و تبلیغ یا فتویٰ نویسی موجودہ نسلوں کے لیے مفید ہو جاتی ہے، مگر آئندہ کے لیے ان چیزوں میں تحفظِ ملت کی کوئی قوت نہیں۔ ہاں ایک چیز اور صرف ایک چیز تھی، جس کا نقشہ عہدِ رسالت علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام میں صفہ کی صورت میں نظر آیا تھا۔ اب اس کو مدرسہ کی شکل دی گئی''۔

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، حصہ اول، ص:۷۷)

مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا سید محمد میاں، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہم اللہ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا اصل مقصد احیائے جہاد اور انگریزی استعمار کو برصغیر سے نکال کر اسلامی اقتدار کی بحالی تھا، لیکن حالات کے پیشِ نظر اس مقصد کے حصول کی حکمت عملی یہ طے کی گئی کہ تعلیمی ادارے قائم کر کے اس مقصد کے لیے افراد تیار کیے جائیں۔ یعنی ''اوپر تعلیم کا پردہ ہو اور نیچے اصل مقصد جہاد کے لیے افراد تیار کیے جائیں''۔

احیائے جہاد اور انگریزی استعمار کو برصغیر سے نکال کر اسلامی اقتدار کی بحالی کا نظریہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم و تربیت پانے والی نسلوں میں کس قدر منتقل ہوا؟ اس کے بارے میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں:

''یہ تمام مقاصد اسی ذریتِ قاسمی میں پرورش پاتے رہے۔ اُنہی کے تحت حضرت کی وفات کے بعد اُن کے علمی جانشین شیخ الہند رحمہ اللہ نے ان ملّی مقاصد کو آگے بڑھایا اور پھر ان کے تلامذہ نے بھی تعلیمی لائنوں کو مضبوط کیا۔ مگر اجتماعی خدمات سے کبھی کنارہ کشی اختیار نہیں کی، بلکہ آزادی کی تمام تحریکات میں قائدانہ حصہ لیا۔ ان کے سرخیل اگر انگریزوں کے مقابلے میں میدانِ شاملی میں سربکف تھے تو اُن کی ذریت اُسی انگریز کے مقابلے میں قید و بند اور جیلوں میں سربکف رہی۔ آج بھی کلمۂ حق کہنے میں آگے ہی آگے ہے''۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج۱، ص۴۵،۴۱)

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنی دوسری تصنیف 'احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن' میں حضرت شیخ الہندؒ کا مذکورہ بالا ارشاد نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس کے بعد دو راہیں مختلف ہو گئیں۔ ایک راہ تعلیم و تعلم اور دینی نشر و اشاعت کی تھی اور دوسری راہ (تحریکِ جہاد) وہی تھی، جسے بالآخر حضرت شیخ الہندؒ نے اختیار فرمایا اور اسی مسلک کے ساتھ اپنے مالک سے جا ملے۔ خیال آتا ہے کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''فرائضِ الٰہیہ جس حد تک بن پڑے، ادا کرتا رہا۔ اب آخری کام (تحریکِ جہاد) رہ گیا ہے، جسے اپنی حد تک تو مَیں کر گزروں گا''۔

اور اسی کو وہ کر گزرے۔ (احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن)

دارالعلوم دیوبند مذکورہ بالا مقصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہوا، اس بارے میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دارالعلوم نے اپنی علمی خدمات سے (شمال میں) سائبیریا سے لے کر (جنوب میں) ساٹرا اور جاوا تک اور مشرق میں برما سے لے کر مغربی سمتوں میں عرب اور افریقا تک علومِ نبوی کی روشنی پھیلا دی۔ جس سے پاکیزہ اخلاق کی شاہراہیں صاف نظر آنے لگیں۔ دوسری طرف سیاسی خدمات سے بھی اس کے فضلاء نے کسی وقت بھی پہلو تہی نہیں کی۔

(بقیہ: صفحہ ۵۸ پر)

مسلمانوں پر جہاد فرض ہے!

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے یہ درس' ۲۰۰۱ء میں امارت اسلامیہ افغانستان پر صلیبی حملے کے تقریباً ایک ہفتے بعد ارشاد فرمایا۔ اس درس میں فضیلت جہاد کا بھی ذکر ہے اور فرضیت جہاد بھی... جہادی امور کی انجام دہی کے سلسلے میں کن کن کاموں کے ذریعے نصرتِ جہاد کا فریضہ ادا ہو سکتا ہے' اس کا بھی بیان ہے اور مسلمان ممالک میں قائم خائن حکومتوں کے کردار کا بھی تذکرہ ہے.... حضرت نے یہ سب کچھ شرعی احکامات و تعلیمات کے مطابق بیان کیا ہے۔ اور اسے کچھ زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا، محض سترہ سال ہی بیتے ہیں لیکن آج لمحۂ موجود یعنی ۲۰۱۸ء میں اِن شرعی احکامات کی بجا آوری کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے والوں کے لیے ''پیغامِ پاکستان'' جیسے سرکاری و درباری فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں اور صلیبی لشکروں اور اُن کے غلام جرنیلوں کے غیض و غضب سے خود کو بچانے کے لیے دین و شریعت سے صریح متصادم موقف اختیار کر کے امت آئمۃ الکفر اور اُن کے غلام حکمرانوں کی غلامی در غلامی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شریعتِ اسلامیہ سے اس علمی و عملی انحراف کرنے والوں کے شر سے محفوظ رکھے، اپنے دین کی علو و برتری کے لیے تمام طواغیت عالم کے خلاف جہاد و قتال کے شرعی منہج پر مضبوطی سے جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور نفاذِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں آنے والی آزمائشوں، مصائب و ابتلا اور کٹھن و دشوار منزلوں کو دیکھ کر ایسی مداہنت و ذلت میں پڑنے سے محفوظ رکھے کہ جس کے بعد معرکہ ایمان و کفر میں ہمارا سارے کا سارا وزن کفر کے سرداروں اور اُن کے غلاموں کے پلڑوں کو مضبوط کرنے کا سبب بن جائے، آمین۔ [ادارہ]

مگر جہاد کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں... جہاد کے طریقے مختلف ہوتے ہیں... جہاد کے معنی اصل میں عربی زبان میں کوشش کے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ہے اللہ کے راستے میں کوشش کرنا۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ براہ راست میدان میں جا کر لڑائی میں شامل ہوں یہ قتال فی سبیل اللہ ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ اس راستے یعنی قتال فی سبیل اللہ کے معاون جتنے کام ہیں ان کے ذریعے مدد پہنچائے اگرچہ یہ قتال فی سبیل اللہ نہیں ہے مگر جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہے... اب آج کی جنگ کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہے کہ اگر پاکستان کے سارے لوگ افغانستان کی سرحد پر کھڑے ہو جائیں اس خیال سے کہ ہم جا کر لڑائی میں شامل ہوں تو اس سے فائدہ پہنچنے کی بجائے الٹا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور ان کے لیے مسائل پیدا ہوں گے تو میں نے جو کہا ہے کہ جہاد فرض ہو جاتا ہے تو اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ سب آدمی جا کر اُن کی سرحد پر کھڑے ہو جائیں بلکہ جہاد اس معنی میں فرض ہو جاتا ہے کہ ان کو مدد پہنچانے کا، ان کی اعانت کرنے کا جو طریقہ جس شخص کے اختیار میں ہے وہ اپنائے اور اس کو اختیار کرے۔

جس شخص کے اختیار میں جو مدد پہنچانا ممکن ہے اس کے لیے ضروری ہے، واجب ہے کہ وہ مدد پہنچائے، اب ان میں جو لوگ اس جنگ کے لیے تربیت یافتہ ہیں، جنہوں نے باقاعدہ ٹریننگ لی ہوئی ہے اگر وہاں کی ہدایات اور حالات کے مطابق ان کا جانا مفید ہو تو وہ جائیں اور جا کر وہاں لڑائی میں بھی شریک ہوں۔ لیکن جو لوگ تربیت یافتہ نہیں وہ لوگ وہاں جائیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، ہاں ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اپنا جائزہ لے کہ میں اپنے بھائیوں کی کیا مدد کر سکتا ہوں، ان کو پیسے کی بھی ضرورت ہے، ان کو اموال کی بھی ضرورت ہے، ان کو اسلحہ و سازوسامان کی بھی ضرورت ہے، ان کو ادویات و طبی امداد کی بھی ضرورت ہے، جتنی بھی ضرورتیں ہیں تو ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر سوچے کہ میں ان کو کیا مدد پہنچا سکتا ہوں، پیسے بھجوا سکتا ہے تو پیسے بھیجے، اگر کوئی ڈاکٹر ہے اور وہاں علاج کے لیے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے تو وہ ڈاکٹر اپنی خدمات مہیا کرے، اسی طرح جس نے ابتدائی طبی امداد کی تربیت لی ہوئی ہے اور وہ ابتدائی طبی امداد دے سکتا ہے تو وہ اپنی خدمات پیش کرے اور وہاں جائے مگر ایک منظم طریقے کے ساتھ اور انتظام کے ساتھ... کوئی شخص ہے کہ جو دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی ہے جو جا کر براہ راست لڑائی میں حصہ لے سکتا ہے، جہاد میں حصہ لے سکتا ہے مگر وہ اپنے گھر والوں کی وجہ سے مجبور ہے کہ اس کے پیچھے اس کے ماں باپ، بیوی بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا، تو کوئی شخص اگر کہے کہ تم بے فکر جہاد پر جاؤ اور اگر اپنے گھر والوں کی مالی و گھریلو ضروریات کی فکر ہے تو ان کی دیکھ بھال ہم پوری کریں گے اور ہم ان کی مالی کفالت کے لیے موجود ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> مَنْ جَهَّزَ غَازِياً فِي سَبِيلِ الله فقد غزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِياً فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا
>
> ''جو شخص کسی جہاد پر جانے والے کے لیے سامان تیار کرے وہ بھی غازی ہے اور جو جہاد پر جانے والے کے جانے کے بعد ان کے گھروں کی نگرانی کرے اور اس کے گھر والوں کی کفالت کرے تو اسے بھی وہی ثواب ملے گا جو جہاد کرنے والوں کو ملتا ہے''۔

اس کے علاوہ ان کو مدد پہنچانے کے لیے، ان کو سپورٹ کرنے کے لیے جو شخص اگر اپنے قلم سے کام لے سکتا ہے تو قلم کو حرکت میں لائے، زبان سے کام لے سکتا ہے تو زبان کو حرکت میں لائے اور جو حکومتیں غلط راستے پر چل رہی ہیں، ہماری حکومت پر بھی افسوس ہے کہ غلط فیصلہ کر لیا اور غلط راستے پر چل رہی ہے تو ان حکومتوں کے سامنے مجاہدین کی حمایت میں احتجاج کرے تو یہ بھی جہاد (کی مدد) کا ایک حصہ ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ اس احتجاج میں شرعی احکام کی رعایت رکھی جائے اس میں کوئی کام شریعت کے خلاف نہ ہو، عوامی املاک کی توڑ پھوڑ، آگ لگانا اور نقصان پہنچانا حرام ہے، کسی بھی مسلمان کی املاک کو نقصان پہنچانا حرام ہے... حرام کر کے کوئی آدمی جہاد نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس سے ہر قیمت پر خود بھی گریز کریں اور اپنے ملنے جلنے والوں کو بھی متوجہ کریں اور اگر کوئی کرنا چاہے تو اسے روک دیں کہ یہ حرام کام ہے اور حرام کام پر اللہ کی مدد نہیں آتی اور ویسے بھی توڑ پھوڑ اور جلانے کے نتیجے میں تحریک کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، اس سے بچتے ہوئے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے احتجاج کے جو طریقے ہیں ان کے اندر حصہ لے تو یہ بھی ان مسلمانوں اور جہاد مدد کا ذریعہ ہیں، ہر شخص اپنے طور پر جائزہ لے کہ میں اپنے بھائیوں کی کیا مدد کر سکتا ہوں، کس شکل میں کر سکتا ہوں تو اس شکل میں مدد کرے اور مدد کرنے کے ساتھ جب اپنا قدم بڑھادے تو پھر حسبنا اللہ و نعم الوکیل، حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہے اور اللہ پر بھروسے کا اظہار کرے تو ان شاء اللہ، اللہ سے امید ہے کہ اس متکبر کے دن اب گنے جا چکے ہیں... ان شاء اللہ! ان شاء اللہ!

میں اللہ کی رحمت کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ امریکہ کا غرور ٹوٹ کر رہے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا سر نیچا کر کے دکھائیں گے اور اس کا غرور خاک میں ملے گا ان شاء اللہ! اور یہ کم سے کم مدد تو ہر مسلمان کر ہی سکتا ہے کہ جس حال میں بھی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اللہ تعالیٰ کی طرف انابت کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کام کے لیے دعائیں مانگے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر گڑگڑا کر دعائیں مانگے کہ یا اللہ اس متکبر کا انجام ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھا دیجئے، اس متکبر کے غرور کا انجام اپنی آنکھوں سے دکھا دیجئے، اللہ تعالیٰ نے ایک سپر پاور کا انجام ان گناہ گار آنکھوں کو دکھا دیا اور اس سے مسلمانوں کا دل ٹھنڈا کر دیا اب جس نے (امریکہ نے) خدائی کا دعویٰ کیا ہوا ہے دنیا کے اوپر، اللہ تعالیٰ اس کے غرور کا انجام بھی اپنی آنکھوں سے دکھائے اس کو اپنی شب و روز کی دعاؤں میں چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ حدیث پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

> لا تتمنوا لقاء العدو واسألوا الله العافية فإذا لقيتموهم فاصبروا
>
> ”اپنی طرف سے دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اپنی طرف سے تمنا نہ کرو لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو اب ثابت قدم رہو اور مقابلہ کرو“۔

قرآن کریم نے اس کے لیے یہی فرمایا کہ

> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الانفال:۴۵)

ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے رہو ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ جل جلالہ سے اپنا رابطہ بھی استوار رکھتا ہے اس کی زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور اللہ پاک سے دعائیں ہوتی ہیں... چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتے رہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ امتِ مسلمہ کی مدد فرمائے اور اس کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرمائے اور ان کے غرور کو خاک میں ملائے...

یہ کام کرنے کا ہے بھائی! اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس کام کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے ذمے فرض ہے، اے اللہ اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں اس کے اوپر جما دیجئے اور اپنی رحمت سے اس کی توفیق بھی عطا فرما دیجئے۔

جو اس وقت ہمارے سامنے راستے ہیں جو مستند ادارے ہیں الرشید ٹرسٹ اور الاختر ٹرسٹ، حضرت مولانا حکیم اختر صاحب (رحمہ اللہ) کا ٹرسٹ، تو ان کے ہاں سے اور ان کی معرفت سے امداد بھیجی جا سکتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ بڑھ چڑھ کر زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ ان کے ذریعے روانہ کریں۔ اب دعا فرمالیجئے!

اللهم صلى على سيدنا محمد و على اله سيدنا محمد وعلى اصحاب سيدنا محمد و بارك وسلم

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ۔ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ، وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

یا ارحم الرحمین اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ ہمارے تمام چھوٹے بڑے، اگلے پچھلے، خفیہ اعلانیہ ہر طرح کے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ ہماری شامت اعمال کو دور فرما، اے اللہ ہماری شامت اعمال کو دور فرما، اے اللہ ہماری شامت اعمال کو دور فرما، اے اللہ آپ کے راستے میں جو لوگ جہاد کر رہے ہیں اپنی رحمت سے ان کو اپنی امداد و نصرت سے نوازیئے، یا اللہ اپنی امداد و نصرت نازل فرما، یا اللہ اپنی رحمتیں نازل فرما، یا اللہ اپنی برکتیں نازل فرما، یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کے کرشمے ان کے ہاتھوں دکھا دیجئے، یا ارحم الرحمین اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو شکست فاش فرما، یا اللہ ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما، یا اللہ ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما، اے اللہ ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما، اے اللہ اپنی رحمت سے ان کو تاخت و تاراج فرما، اے اللہ ان کو ہلاک و تباہ و برباد فرما، یا ارحم الرحمین اپنے فضل و

کرم سے اپنی رحمت سے ہمیں اپنی نصرت کاملہ عطا فرما، اے اللہ امت مسلمہ کو فتح مبین عطا فرما، یا اللہ امت مسلمہ کو فتح مبین عطا فرما، اے اللہ اس امت پر جو ذلت مسلط رہی ہے اپنے فضل و کرم سے اسے دور فرما دیجئے، اے اللہ اپنی رحمت سے عزت و سربلندی عطا فرما، فتح و نصرت عطا فرما، کامیابی و کامرانی نصیب فرما، اے اللہ اپنے دین کو غالب فرما، اپنے کلمے کو غالب فرما، اے اللہ اپنے دین کو سربلند فرما، اپنے دین کو غلبہ عطا فرما، اہلِ دین کو غلبہ عطا فرما، یا اللہ جو لوگ اہلِ دین کو مٹانے پر تل گئے ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا فرما اور ہدایت ان کے مقدر میں نہیں تو ان کو ہلاک و برباد فرما، یا اللہ اپنی رحمت سے اور فضل و کرم سے ہمیں اپنی امداد و نصرت سے نواز دیجئے، یا اللہ ہمارے دلوں کو صحیح راستے پر قائم فرما دیجئے، یا اللہ ہمیں ثابت قدمی عطا فرمائیے، یا اللہ ہمیں سلامتِ فکر عطا فرمائیے، اے اللہ ہمیں سلامتِ عمل عطا فرمائیے، اے اللہ ہر طرح کے شر اور فتنے سے ہماری حفاظت فرمائیے، یا اللہ اس جہاد کے دوران جو لوگ شہید ہوئے ہیں یا اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیے، یا اللہ جو لوگ زخمی ہوئے ہیں انہیں اپنی رحمت سے صحت کاملا عاجلہ عطا فرمائیے اور انہیں مجاہدین کی قوت کا ذریعہ بنائیے، یا اللہ جو لوگ اس راستے کے اندر کوششیں کر رہے ہیں ان کی کوششوں میں برکت عطا فرمائیے، یا اللہ ہمیں بھی اس سلسلے میں اپنا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیے... آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد و علی آلہ و آصحابہ اجمعین.

☆☆☆☆☆

بقیہ: تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ... مقصد اور منہج

حتیٰ کہ ۱۸۰۳ء سے ۱۹۴۷ء تک اس جماعت کے افراد نے اپنے اپنے رنگ میں بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں، جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ کسی وقت بھی ان بزرگوں کی سیاسی و مجاہدانہ خدمات پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ خصوصاً تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں مغلیہ حکومت کے زوال کی ساعتوں میں بالخصوص حضرت شیخ المشائخ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب کی سرپرستی میں ان دو مریدانِ خاص حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ اور منتسبین و متوسلین کی مساعیِ انقلاب، جہادی اقدامات، حریت و استقلال کی فداکارانہ جدوجہد اور گرفتاریوں کے وارنٹ پر ان کی قید و بند وغیرہ سب تاریخی حقائق ہیں، جو جھٹلائے جا سکتے ہیں اور نہ بھلائے جا سکتے ہیں۔ جو لوگ ان حالات پر محض اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ وہ خود اس راہِ سرفروشی میں قبول نہیں کیے گئے تو اس سے خود اُنہی کی نامقبولیت میں اضافہ ہو گا۔ اس بارے ہندوستان کی تاریخ سے باخبر اور اربابِ تحقیق کے نزدیک ایسی تحریریں خواہ وہ کسی دیوبندی النسب کی ہوں یا غیر دیوبندی کی، جن سے ان بزرگوں کی ان جہادی خدمات کی نفی ہوتی ہو، لایعبابہ اور قطعاً نا قابلِ التفات ہیں۔ اگر حسنِ ظن سے کام لیا جائے تو ان تحریرات کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ ایسی تحریریں وقت کے مرعوب عوامل کے نتیجے میں محض ذاتی حد تک خوف و احتیاط کا مظاہرہ ہیں۔ ورنہ تاریخی اور واقعاتی شواہد کے پیشِ نظر ان کی کوئی اہمیت ہے اور نہ وہ قابلِ التفات ہیں۔ ان خدمات کا سلسلہ مسلسل آگے تک بھی چلا اور اُنہی متوارث جذبات کے ساتھ ان بزرگوں کے اَخلافِ رشید بھی سرفروشانہ انداز سے قومی و ملی خدمات کے سلسلے میں آگے آتے رہے۔ خواہ وہ تحریکِ خلافت ہو یا استخلاصِ وطن... بروقت انقلابی اقدامات میں اپنے منصب کے عین مطابق حصہ لیا"۔

(مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، ج۷، ص ۲۷۲،۲۷۱)

سید محبوب رضوی دارالعلوم دیوبند کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دارالعلوم دیوبند نے مسلمانوں کی فکر و نظر کو تازگی و پاکیزگی، قلب کو عزم و حوصلہ اور جسم کو قوت و توانائی بخشنے میں بڑا کام کیا ہے۔ اس کا فیضان عام ہے۔ اس سے ایسے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی تشنگی بجھائی ہے، جن کے علمی شوق کو پورا کرنے کے لیے اسباب مہیا نہ تھے۔ اسی کے ساتھ دارالعلوم کے نقشِ قدم پر، بہت سے علمی اور دینی چشمے جاری ہو گئے، جن میں سے ہر چشمہ اپنے افادۂ فیضان کا ایک خاص دائرہ رکھتا ہے۔ یہ سب اسی نظامِ شمسی کے ستارے ہیں، جن کی روشنی سے برصغیر میں مسلمانوں کی علمی اور دینی زندگی کا گوشہ گوشہ روشن ہے۔ ان دینی مدارس کے اس فیض کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے کہ ان کی بدولت لاکھوں گھرانوں کی حالت سُدھر گئی۔ مسلمانوں کا احساسِ کمتری دور ہوا۔ ان کی بدولت ملت کو ایسے بے شمار افراد میسر آگئے، جنہوں نے حالات اور وقت کے مطابق زندگی کے مختلف گوشوں میں مسلمانوں کی رہ نمائی کی۔ انہوں نے احیائے اسلام کی عظیم خدمات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کیا۔ آزادی کی جدوجہد میں قائدانہ حصہ لیا۔ جس کے نتیجے میں برصغیر کے ملکوں کو آزادی حاصل ہوئی"۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ا، ص ۶۲،۶۱)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

مجاہدین کو اجتماعیت اور اتحاد کی جانب دعوت

کاتب: شیخ ابو منذر ساعدی

مترجم: مولوی عبد اللہ عزّام سندھی

اور جب امام ابن تیمیہ نے سفر کے مسئلے اور اس کی مقدار اور اس پر مرتب ہونے والے احکامات سے بحث کی اور جو ان کے نزدیک راجح تھا اس کو دلائل سے ثابت کیا، پھر فرمایا: کہ لیکن یہ اجتہادی مسائل ہیں پس جو بھی اس مسئلے میں کسی بھی عالم کے قول پر عمل کرے، نہ اس منع کیا جائے نہ اس سے قطع تعلق کیا جائے۔[ج ۲۴ ص ۱۲]

آپ سے اجتہادی مسائل میں تقلید کرنے والے کسی شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کو منع کیا جائے یا چھوڑ دیا جائے؟ اسی طرح دو اقوال میں سے ایک پر عمل کرنے والے کے متعلق پوچھا گیا؟ انہوں نے جواب دیا:

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اجتہادی مسائل میں جو بھی کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا اس پر نہ منع کیا جائے گا نہ اس سے علیحدگی کی جائے گی، اور جو دو اقوال میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا اس کو بھی منع نہیں کیا جائے گا، اور اگر کسی مسئلے میں دو قول ہیں پس اگر انسان کے لیے ان دونوں اقوال میں سے ایک کی جانب رجحان ظاہر ہو جائے وہ اس پر عمل کرے، اور اگر اس کے لیے رجحان ظاہر نہ ہو تو وہ جن علماء پر اس کو اعتماد ہو ان کے راجح قول کی تقلید کرے۔ واللہ اعلم"[ج ۲۰ ص ۲۰۷]

ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وہ اصولی اور فروعی امور جن میں امت میں اختلاف پایا جائے، اگر ان امور کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ لوٹا گیا تو ان میں حق واضح نہیں ہو گا بلکہ یہ ان مسائل میں تمام فریق بلا دلیل چلتے رہیں گے، پس اگر اللہ نے ان پر رحم کیا، تو وہ ایک دوسرے کو اس کی رائے پر بر قرار رکھیں گے اور ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کریں گے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت میں اجتہادی مسائل میں اختلاف کیا اور پھر بھی ہر ایک نے دوسرے کو اس کی رائے پر ہی رہنے دیا اور ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی اور عداوت نہیں کی، اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہ فرماتا تو اس طرح کا مذموم اختلاف ان کے درمیان پایا جاتا اور ایک دوسرے پر قولاً یا فعلاً ظلم کرتے۔ یا تو ایک دوسرے پر کفر اور فسق کا حکم لگاتے، یا ایک دوسرے کو قید کرتے، یا مارتے، یا قتل کرتے۔ جب انسانوں پر اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی چیزوں میں سے کچھ مخفی ہو جائے، پھر وہ اس مسئلے میں یا اعتدال کو اختیار کرتے ہیں یا حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ظالم ہوتے ہیں، پس انسانوں میں معتدل وہ ہے جو ایسے مسائل میں انبیاء کی جانب سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرے، اور دوسرے پر ظلم نہ کرے۔

اور ظالم وہ ہے جو دوسرے کے ساتھ زیادتی کرے، اور ان میں اکثر وہ ہیں جو کہ یہ جانتے ہیں کہ ہم زیادتی کر رہے ہیں اس کے باوجود ظلم کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما اختلف الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما جاءهم العلم بغياً بينهم

"اور اہل کتاب نے باہمی دشمنی کی بنیاد پر علم آجانے کے بعد ہی اختلاف کیا"۔

لیکن اگر یہ لوگ اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنے علم پر چلتے اور دوسروں کو ان کی رائے پر رہنے دیتے جیسا کہ فقہائے کرام کے مقلدین کرتے ہیں، وہ مقلدین جنہوں نے یہ اعتراف کیا کہ وہ ان مسائل میں اللہ اور اس کے رسول کی حکمت کو پہچاننے سے قاصر ہیں تو انہوں نے فقہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب تسلیم کیا، اور کہا کہ ہماری علمی طاقت کی یہ ہی انتہا ہے۔ پس ان لوگوں میں اعتدال پسند لوگ کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرتے، اور نہ کسی پر قول و فعل کے ذریعے زیادتی کرتے ہیں۔ مقلد کی زیادتی اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے امام کی رائے بغیر دلیل کے صحیح ہے، اور اپنے مخالف کی مذمت کرے باوجود اس کے کہ وہ معذور ہے۔ [شرح الطحاویہ ۵۱۳، ۵۱۴]

اجتماعیت کے لیے مستحب کو چھوڑنا مستحب ہے:

بعض دفعہ کسی عمل کا کرنا مستحب ہوتا ہے کبھی اس کا ترک کرنا مستحب ہوتا ہے، ادلۂ شرعیہ کے موافق ان مصلحتوں کو ترجیح دیتے ہوئے جو کبھی اس کے کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کبھی ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور مسلمان کبھی کبھار ایک مستحب کو ترک کر دیتا ہے جب اس مستحب فعل کی مصلحت سے اس کا فساد زیادہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبۃ اللہ کی عمارت کو قواعد ابراہیمی پر نہ بنانا اس مصلحت کی وجہ سے کہ نو مسلم لوگ اسلام سے متنفر نہ ہو جائیں؛ اسی وجہ سے امام احمد اور ان کے علاوہ فقہانے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ امام اس عمل کو مقتدیوں کی تالیف قلبی کے لیے ترک

کر دے جو اس کے نزدیک نماز میں افضل ہے، اور اس کے نزدیک جو غیر افضل ہے اس پر عمل کرے اور اس طرح کرنا جائز ہے۔[مجموع الفتاویٰ ج۲۴ص۱۹۵]

نماز کی شرائط اور ارکان میں اختلاف کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے:

پس جہاں تک مسئلہ امام کا شرائط اور ارکان میں اختلاف کرنے کا ہے: تو تابعین اور فقہا ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، اور بعض دفعہ امام اس عمل کو ترک کرتا تھا جو ماموم کے نزدیک واجب ہوتا تھا، پس امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی ناپاک چیز ناقض وضو ہے، ہارون الرشید نے حجامہ لگوایا اور امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، پس ان سے اس بارے میں کہا گیا، تو امام ابو یوسف نے فرمایا:

''سبحان اللہ، امیر المومنین (یعنی کیا میں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں) اور جب امام احمد سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں وضو کے وجوب کا فتویٰ دیا، پس ان سے کہا گیا: کہ اگر امام وضو نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟ پس انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ، کیا آپ سعید ابن مسیب اور مالک ابن انس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے؟''[مجموع الفتاویٰ ج۲۰ ص۳۶۵]

اس بات پر دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے جس میں فرمایا:

يصلون بكم، فإن أصابوا فلكم ولهم، وإن أخطأوا فلكم وعليهم [أخرجه البخاري من حديث أبي هريرة]

''وہ (ظالم امرا) تمہیں نماز پڑھائیں گے، اگر انہوں نے درست پڑھائیں تو ان کے لیے اور تمہارے لیے بھی اجر ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہارے لیے تو اجر ہے لیکن غلطی کا گناہ ان پر ہے''۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی دلیل ہے کہ

الإمام ضامن،فإن أحسن فله ولهم،وإن أساءفعليه ولا عليهم

''امام ضامن ہوتا ہے، اگر وہ صحیح کرے تو اس کے لیے اور تمہارے لیے اجر ہے، اور اگر وہ غلط کرے تو اس کا گناہ صرف اس پر ہے تم پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔

ابن منذرؒ نے فرمایا کہ:

'' یہ حدیث ان لوگوں پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر مام کی نماز فاسد ہو جائے تو ان کے پیچھے نمازیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے''۔

ابن جریجؒ نے فرمایا کہ:

''میں نے عطاء سے کہا کہ: امام نماز کو پورا نہیں کرتا کیا میں اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دوں؟ انہوں نے فرمایا: کہ نہیں بلکہ تم اس کے ساتھ نماز پڑھو اور اپنی استطاعت کے مطابق نماز کو پورا کرو کیونکہ جماعت میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، پس اگر وہ رکوع سے سر اٹھالے اور رکوع پورا نہ کرے تو اس کو پورا کرلے، اور اگر وہ سجدہ سے سر اٹھالے اور سجدہ پورا نہ کرے تو تم اس کو پورا کرلو، اگر وہ تشہد سے جلدی کھڑا ہو جائے تو تم جلدی نہ کرو بلکہ تشہد پورا کرو اور جلدی نہ کرو اگرچہ امام کھڑا ہو جائے''۔

ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے علقمہ سے کہا کہ ہمارا امام نماز کو پورا نہیں کرتا، فرمایا: کہ لیکن ہم نماز کو پورا کرتے ہیں ہیں۔ یعنی امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسکو مکمل کرتے ہیں''۔[دیکھیے المحلی ج۴ص۲۱۴]

امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

''اگر امام اپنے اجتہاد سے نماز پڑھائے، اور ان چیزوں کو ترک کردے جو مقتدی کے نزدیک واجب ہے، مثال کے طور پر امام کے نزدیک قرأت بسملہ واجب نہیں، یا امام خون کے نکلنے، یا قہقہہ مارنے، یا اپنی بیوی کو چھونے سے، وضو کے ٹوٹنے کا قائل نہیں ہے، لیکن مقتدی ان تینوں میں وضو کے ٹوٹنے کا قائل ہے، اور بسملہ کو پڑھنا واجب کہتا ہے، تو ایسی صورت میں امام مالک کا مذہب مقتدی کی نماز کے صحیح ہونے کا ہے، اور امام شافعی اور احمد کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہی ہے۔ ان حضرات کا دوسرا قول ہے امام ابو حنیفہ کے قول کی طرح نماز کے صحیح نہ ہونے کا ہے، اہل مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے''۔

تحقیقاً یہ بات صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس میں فرمایا:

يصلون لكم،فإن أصابوافلكم ولهم،وإن أخطأوافلكم وعليهم

اس مسئلے میں یہ حدیث واضح دلیل ہے، اور اس لیے کہ امام نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھی ہے، اور اس کی نماز کے باطل ہونے کی وجہ سے حکم نہیں لگایا جائے گا، کیا نہیں دیکھتے کہ اس کے اجتہاد کی وجہ سے فیصلہ نافذ کیا جاتا ہے اور اس کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے:

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ:

''ہم یہ نہیں جانتے کہ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی مختار ثقفی، عبید اللہ بن زیاد اور حجاج کے پیچھے نماز پڑھنے سے رُکا ہو، اور ان فاسقوں سے بڑا فاسق کون ہے! اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان

”اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی معاونت نہ کرو“۔

نماز سے زیادہ نیک عمل اور اس کو مسجد میں جماعت سے ادا کرنے سے زیادہ نیک عمل کوئی نہیں، پس جو بھی اس کی ادئیگی کی طرف دعوت دے گا، اس کی دعوت کو قبول کرنا فرض ہے، اور تقویٰ اور نیکی جس کی طرف وہ دعوت دے رہا ہے اس کی معاونت کرنا واجب ہے۔ اور کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ نماز کو مساجد میں پڑھنے سے روکنا ہے۔ اور اس پر ان کی معاونت کرنا ہم پر حرام ہے۔

اسی طرح روزہ، حج اور جہاد ہے، جو ان اعمال میں سے کسی پر عمل کرے گا ہم بھی ان کے ساتھ عمل کریں گے۔ اور جو ہمیں کسی گناہ کی طرف بلائے گا ہم اس کا جواب نہیں دیں گے اور نہ اس کی معاونت کریں گے، اور یہ تمام باتیں امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور ابو سلمان رحمھم اللہ کے اقوال ہیں۔ اور ابن حزمؒ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے جب وہ محاصرے میں تھے ان سے کہا کہ: ”آپ مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر جو مسائل ہیں اس کو ہم دیکھ رہے ہیں، اور ہمیں اہل فتنہ امام نماز پڑھاتا ہے، اور ہم اس میں گناہ گار ہوتے ہیں“، تو حضرت عثمانؓ نے اس سے کہا: ”کہ نماز انسان کے اعمال میں سب سے اچھا عمل ہے، پس جب کوئی انسان اچھا معاملہ کرے تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، اور جب وہ برائی کریں تو تم اس کی برائی سے بچو“۔

حضرت ابن عمرؓ... حجاج، اور نجدۃ الحروری (جو خوارج کے بڑوں میں سے تھا) ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ان دونوں میں سے ایک خارجی تھا، اور دوسرا زمانے کا بدترین فاسق تھا۔ اور ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ:

”نماز ایک نیکی ہے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اس نیکی میں میرے ساتھ کون شریک ہوتا ہے“۔ [المحلی ج۴ص ۲۱۳]

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں کتاب الاذان میں فرمایا: (مفتون اور بدعتی کی امامت کا بیان، پھر فرمایا کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ تم (ان کے پیچھے) نماز پڑھو اور اس کی بدعت کا وبال اس پر ہے)، پھر حضرت عثمانؓ کا قول نقل کیا۔ ابن حجرؒ نے حضرت حسنؓ کے قول کے بارے میں کہا:

”سعید بن منصور از ابن مبارک از ہشام بن حسان کی سند سے یہ قول موصولاً بھی منقول ہے“ (اگرچہ امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی)۔

جو نماز کو اول وقت سے موخر کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے:

صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کہ تم اس وقت کیا کروں گے کہ جب تم پر ایسے اُمرا ہوں گے جو نماز کو اپنے وقت سے موخر کریں گے، یا نماز کو اپنے وقت پر نہیں پڑھیں گے؟ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آپ مجھے کیا حکم کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز کو اپنے وقت پر پڑھو، پس اگر تم اس نماز کو ان اُمرا کے ساتھ پالو تو پھر پڑھ لو، پس یہ تمہارے لیے نفل نماز ہوگی“۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:

”اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر امام نماز کو اپنے وقت سے تاخیر کردے تو مقتدی کے لیے یہ مستحب ہے کہ نماز کو اول وقت میں تنہا پڑھ لے، پھر اس کو امام کے ساتھ جماعت کے ساتھ پڑھ لے، تو اس صورت میں اول وقت میں پڑھنے، اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کی دونوں فضیلتوں کو جمع کرنے والا ہو جائے گا۔ اور اس حدیث میں اُمرا کی معروف میں موافقت کرنے پر ابھارا گیا ہے تاکہ فتنہ واقع نہ ہو اور اجتماعیت نہ ٹوٹے“۔ [شرح مسلم ج۵ص ۱۵۰]

ابن جریجؒ نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ:

”جو امام عصر کو اپنے وقت سے موخر کرکے پڑھتا ہے میں اس کے ساتھ نماز پڑھو؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں کیونکہ جماعت میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: کہ اگر سورج زرد ہو جائے اور پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ جائے (تب بھی پڑھوں)؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ ہاں جب تک سورج غروب نہ ہو جائے“ [المحلی ج۳ص۱۸۷، ۱۸۶]

یہ تمام مسائل اور احکام کو اجتماعیت کو مضبوط کرنے کے لیے، اور اختلاف کو ختم کرنے کے بیان کیے گئے ہیں۔ اور اس اجتماعیت میں ہی مسلمانوں کے دین اور دنیا کی مصلحت ہے۔

امیر اور قاضی اور ان جیسے افراد کی اجتہادی مسائل میں اطاعت کی جائے گی:

ابن ابی العز فرماتے ہیں کہ:

”کتاب اللہ، احادیث، اور سلف صالحین کا اجماع اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امیر، امام نماز، قاضی، جنگ کے امیر اور صدقات وصول کرنے والے کی اجتہادی مسائل میں اطاعت کی جائے گی، ان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اجتہادی مسائل میں اپنے مامورین کی اطاعت کریں، بلکہ ان کے مامورین کے لیے ضروری ہے کہ ان حضرات کی اطاعت کریں، اور اپنی رائے کو اپنے امیر کی رائے کے آگے ترک کردیں، اس لیے کہ

الفت اور اجتماعیت کی مصلحت کو مد نظر رکھنا، اور اختلاف اور علیحدگی کے فساد سے بچنا فروعی مسائل سے بڑا عمل ہے"۔[شرح طحاویہ: ص۳۷۶]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

"اجتہادی معاملات میں وہ امور جن میں اتباع کرنا جائز ہو اس میں مامورین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی اتباع کریں"۔[مجموع الفتاویٰ جلد ۱۹ص۱۲۴]

اور امام جوینی نے فرمایا کہ: اگر اجتہادی مختلف فیہ مسائل میں امام کی اتباع کو متعین نہیں کیا گیا تو پھر ہر فریق دوسرے کی مخالفت میں اسی طرح برقرار رہے گا، اور یہ اختلاف کبھی ختم نہیں ہو گا۔[غیاث الامم ص۲۱۷]

اختلاف کے مقام پر مسلمانوں کے درمیان اہم مسئلہ:

جس نے اجتہاد کیا اور حق بات کو نہیں پایا کیا وہ گناہ گار ہو گا؟ اور کیا علمی اور عملی مسائل میں ان میں کوئی فرق ہے؟ یا اصول اور فروع میں کوئی فرق ہے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ مجموع الفتاوی میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[ج۱۹ص۲۰۳،۲۱۷]

خلاصہ کلام:

ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

1) ضروری نہیں ہے کہ ہر مجتہد اپنے استدلال کے ذریعے حق کی معرفت حاصل کرلے، چاہے وہ مسائل علمیہ ہوں، یا مسائل عملیہ ہوں، اور اللہ کسی بھی مجتہد پر عتاب نہیں فرمائے گا، الا یہ کہ وہ کسی مامور کو ترک کر دے، یا کسی منہی عنہ پر عمل کرے، اور انسانوں کی استعداد حق کو پہچاننے میں الگ الگ ہیں۔

2) اہلسنت والجماعت اپنی طرف سے کوئی قول نہیں گھڑتے، جس نے اجتہاد میں خطا کی اس کی تکفیر بھی نہیں کرتے، خواہ وہ ان کے قتل کو حلال جانے، جیسا کہ خوارج کا معاملہ ہے۔

3) یہ جو بات کہی گئی ہے کہ ہر مجتہد حق کو ضرور پاتا ہے، اور جس نے حق نہیں پایا اپنی کمزوری کی وجہ نہیں پایا اسی وجہ سے مجتہد مخطی گناہ گار ہو گا۔ یہ قول معتزلہ اور قدریہ اور ان جیسے اہل بدعت لوگوں کا ہے۔

4) مسائل کی اصولی اور فروعی تقسیم کہ جس میں اصولی مسائل میں مخالف پر کفر اور گناہگار ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور فروعی مسائل میں کفر اور گناہ گار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہ تقسیم ایک اختراعی تقسیم ہے جس کو صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ دین نہیں پہچانتے تھے۔ اور ان دونوں مسائل کے درمیان فرق کرنے کے لیے کوئی مضبوط صحیح اصول نہیں ہے جس کے ذریعے ان دونوں قسموں میں تمیز کی جائے۔

5) کسی مسئلے کا قطعی یا ظنی ہونا شخصیات کے اذہان کی قوت، ذکاوت، اور استدلال کی قدرت کے اعتبار سے الگ الگ ہوتا ہے۔

6) کوئی مجتہد جو اپنے اجتہاد پر استدلال کرے، چاہے وہ امام ہو، حاکم، عالم، نگران یا مفتی ہو، یا کوئی اور ہو، جب وہ اجتہاد کرنے اور استدلال کرنے میں اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کا تقویٰ اختیار کرے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے، تو وہ اللہ کی اطاعت کرنے والا اور ثواب کا مستحق ہو گا، اور اللہ اس کی ہر گز پکڑ نہیں فرمائے گے۔ اس مسئلے میں جہمیہ جبریہ کا اختلاف ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے ثواب کا مستحق ہو گا کہ اس نے اجتہاد کر کے اللہ کی اطاعت کی ہے، اگرچہ مجتہد کی رسائی حق بات تک کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ سب مرتب کرنا میرے لیے آسان فرمایا۔ اور میں نے یہ سب باعمل مجاہدین کے لیے تحریر کیا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ مجاہدین کی نصرت فرمائے، اور انہیں عزت عطا فرمائے اور انہیں کفار پر غالب ہونے کی نعمت سے نوازے، انہیں سیدھے راستے پر چلائے، اور حق پر مجتمع فرمائے، بے شک اللہ سننے والا اور دعاؤں کو جلد قبول کرنے والا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

کاتب: بندہ فقیر ابو منذر ساعدی

۳شعبان ۱۴۲۱ھ

☆☆☆☆☆

"ہم سب نے اس زخمی پاکستان کے شہر اسلام آباد میں واقع جامعہ حفصہؓ کے حالات سنے۔ ایک ایسا مدرسہ جس نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ وہ واقعتاً جامعہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کہلائے جانے کا مستحق تھا۔ جہاں عصمت، عفت اور پاک دامنی نے بے حرمتی، بے حیائی و نفس پرستی کا مقابلہ کیا۔ جہاں یہ صدا بلند ہوئی کہ ایمانی عزت سے جیو اور اپنے عقیدے پر فخر کرو تاکہ یہ جدید گھٹیا مغربی تہذیب تمہاری نگاہوں میں حقیر و ذلیل بن جائے؛ اور "آزادی" کا یہ بے حیا مغربی تصور بھی تمہارے لیے قابلِ نفرت بن جائے جس کی دعوت لے کر کچھ رذیل لوگ پاکستان میں بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھی جدید جاہلیت کے قافلے میں شامل کر سکیں۔

پس یہ ایمانی پکارا تنے زور سے بلند کی گئی کہ زمین اس کی گونج سے کانپنے لگی اور اس بودے جاہلی نظام کی جڑیں ہل کر رہ گئیں"۔

شیخ ابو یحییٰ اللیبی رحمہ اللہ

جمہوریت ،علمائے کرام کی نظر میں

عبد الرؤف انصاری

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّـهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (الانعام: ۱۱۶)

"اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے۔ تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گم راہ کر دیں گے"۔

تفسیر روح المعانی، جلد ۴، صفحہ ۱۱ پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ خود بھی گم راہ ہونا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا ہے، اور فاسد شکوک ہیں جو جہالت اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ان یتبعون) وہ پیروی کرتے ہیں شرک اور گم راہی کی"۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الأعراف: ۱۸۷)

"اور لیکن اکثر آدمی علم نہیں رکھتے"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں وان تطع اکثر من فی الارض کی تشریح میں جمہوریت کا رد فرمایا۔

مفتی اعظم دار العلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی کا فتویٰ:

سوال: کیا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا اور کیا خلفائے اربعہ بھی اسی جمہوریت پر چلے یا انھوں نے کچھ تغیر و تبدیل کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"حضرت شاہ محدث دہلوی رح نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے۔ وہاں قوانین و احکام دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے، یعنی اکثریت رائے قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو اسی پر فیصلہ ہوگا۔ قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے۔

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ

اور اگر تو زمین میں (موجود) لوگوں کی اکثریت کا کہنا مان لے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ (حق و یقین کی بجائے) صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض غلط قیاس آرائی (اور دروغ گوئی) کرتے رہتے ہیں۔

اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے، انہوں نے اس کے خلاف کوئی راہ اختیار نہی کی ہے"۔

(فتاویٰ محمودیہ؛ جلد چہارم؛ کتاب السیاستہ والھجرتہ؛ باب جمہوری و سیاسی تنظیموں کا بیان)

مولانا محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ "فتاویٰ محمودیہ"، جلد ۲۰، صفحہ ۴۱۵ میں لکھتے ہیں:

"اسلام میں اس جمہوریت کا کہیں وجود نہیں (لہٰذا یہ نظامِ کفر ہے) اور نہ ہی کوئی سلیم العقل آدمی اس کے اندر خیر تصور کر سکتا ہے"۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ "ملفوظاتِ تھانوی" صفحہ ۲۵۲ پر لکھتے ہیں:

"ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکّب ہو۔ وہ تو غیر مسلم (سلطنتِ کافرہ) ہی ہوگی"۔

ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"آج کل یہ عجیب مسئلہ نکلا ہے کہ جس طرف کثرتِ رائے ہو وہ بات حق ہوتی ہے۔ صاحبو! یہ ایک حد تک صحیح ہے مگر یہ بھی معلوم رہے کہ رائے سے کس کی رائے مراد ہے؟ کیا ان عوام کالانعام کی؟ اگر انہی کی رائے مراد ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام نے اپنی قوم کی رائے پر عمل نہیں کیا، ساری قوم ایک طرف رہی اور حضرت ہود علیہ السّلام ایک طرف۔ آخر اُنہوں نے کیوں توحید کو چھوڑ کر بُت پرستی اختیار نہیں کی؟ کیوں تفریقِ قوم کا الزام سر لیا؟ اسی لیے کہ وہ قوم جاہل تھی۔ اس کی رائے جاہلانہ رائے تھی"۔ (معارفِ حکیمُ الامّت، صفحہ ۶۱۷)۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"مولانا محمد حسین الہ آبادی رحمہ اللہ نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو، کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلا کم ہیں اور بے وقوف زیادہ، تو اس قاعدے کی بنا پر کثرتِ رائے کا فیصلہ بے وقوفی کا فیصلہ ہوگا"۔ (معارفِ حکیمُ الامّت، صفحہ ۶۲۶)۔

حکیم الاسلام قاری طیب قاسمی رحمہ اللہ "فطری حکومت" میں لکھتے ہیں:

”یہ (جمہوریت) رب تعالیٰ کی صفت ’ملکیت‘ میں بھی شرک ہے اور صفتِ علم میں بھی شرک ہے“۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ”عقائدِ اسلام“ صفحہ ۲۳۰ میں لکھتے ہیں:

”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور اور عوام کی حکومت ہے ایسی حکومت بلاشبہ حکومتِ کافرہ ہے“۔

فقیہ العصر مفتی رشید احمد رحمہ اللہ ”احسن الفتاویٰ“ جلد ۶ صفحہ ۲۴ تا ۲۶ میں لکھتے ہیں:

”اسلام میں مغربی جمہوریت کا کوئی تصور نہیں، اس میں متعدد گروہوں کا وجود (حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف) ضروری ہے، جب کہ قرآن اس تصور کی نفی کرتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران:۱۰۳)

”اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو“۔

اس میں تمام فیصلے کثرتِ رائے سے ہوتے ہیں جب کہ قرآن اس اندازِ فکر کی بیخ کنی کرتا ہے:

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (الانعام:۱۱۶)۔

یہ غیر فطری نظام یورپ سے درآمد ہوا ہے جس میں سروں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔ اس میں مرد و عورت، پیر و جواں، عامی و عالم بلکہ دانا و نادان سب ایک ہی بھاؤ تُلتے ہیں۔ جس اُمیدوار کے پلّے ووٹ زیادہ پڑ جائیں وہ کامیاب قرار پاتا ہے اور دوسرا سراسر ناکام۔ مثلاً کسی آبادی کے پچاس علما، عقلا اور دانش وروں نے بالاتفاق ایک شخص کو ووٹ دیے، مگر ان کے بالمقابل علاقہ کے بھنگیوں، چرسیوں اور بے دین اوباش لوگوں نے اس کے مخالف اُمیدوار کو ووٹ دے دیے جن کی تعداد اکاون ہوگئی تو یہ اُمیدوار کامیاب اور پورے علاقہ کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ یہ تمام برگ و بار مغربی جمہوریت کے شجرہ خبیثہ کی پیداوار ہے۔ اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ ہی اس طریقے سے قیامت تک اسلامی نظام آسکتا ہے۔ ’الجنس یمیل الی الجنس‘ عوام (جن میں اکثریت بے دین لوگوں کی ہے) اپنی ہی جنس کے نمائندے منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں۔

اسلام میں شورائی نظام ہے جس میں اہل الحل و العقد غور و فکر کر کے ایک امیر کا انتخاب کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت چھ اہل الحل و العقد کی شوریٰ بنائی جنھوں نے اتفاقِ رائے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ اس پاکیزہ نظام میں انسانی سروں کو گننے کے بجائے انسانیت کا عنصر تولا جاتا ہے، اس میں ایک ذی صلاح مدبّر انسان کی رائے لاکھوں بلکہ کڑوروں انسانوں کی رائے پر بھاری ہو سکتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی سے استشارہ کے بغیر صرف اپنی ہی صواب دید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا، آپ کا یہ انتخاب کس قدر موزوں مناسب اور جچا تُلا تھا“۔

احسن الفتاویٰ جلد ۶ صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں:

”جمہوریت کو مشاورت کے ہم معنیٰ سمجھ کر لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جمہوریت عین اسلام ہے۔ حالانکہ بات اتنی سادہ نہیں ہے۔ درحقیقت جمہوری نظام کے پیچھے ایک مستقل فلسفہ ہے۔ جو دین کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ اور جس کے لیے سیکولر ازم پر ایمان لانا تقریباً لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے“۔

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ ’تفسیر انوار البیان جلد ۱ صفحہ ۵۱۸ پر لکھتے ہیں:

”ان کی لائی ہوئی جمہوریت بالکل جاہلانہ جمہوریت ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں“۔

شیخ العرب والعجم حضرت حکیم شاہ محمد اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اسلام میں جمہوریت کوئی چیز نہی کہ جدھر زیادہ ووٹ ہو جائیں ادھر ہی ہو جاؤ، بلکہ اسلام کا کمال یہ ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن مسلمان اللہ کا ہی رہتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا کی پہاڑی پر نبوت کا اعلان کیا تھا تو الیکشن اور ووٹوں کے اعتبار سے کوئی بھی نبی کے ساتھ نہ تھا۔ نبی کے پاس صرف اپنا ووٹ تھا، لیکن کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پیغام سے باز آگئے کہ جمہوریت چونکہ میرے خلاف ہے، اکثریت کی ووٹنگ میرے خلاف ہے، اس لیے میں اعلان نبوت سے باز رہتا ہوں؟“ (خزائنِ معرفت و محبت، ص ۲۰۹)

ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر کسی ایک قبر کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو کسی اور نظام ریاست، امپیریل ازم، ڈیموکریسی، کمیونزم، کیپٹلزم اور تمام باطل نظام ہائے ریاست کو ماننا کیسے اسلام ہو سکتا ہے؟ قبر کو سجدہ کرنے والا مشرک، پتھر لکڑی اور درخت کو مشکل کشا ماننے والا، حاجت روا ماننے والا مشرک، اور غیر اللہ کے نظاموں کو مرتب کرنا اور اس کے لیے تگ و دو کرنا اور اس نظام کو قبول کرنا، یہ توحید ہے؟ کہاں ہے جمہوریت اسلام میں؟ نہ ووٹ ہے، نہ مفاہمت ہے نہ ان کا وجود برداشت ہے نہ ان کی تہذیب برداشت ہے... اسلام آپ سے اطاعت مانگتا ہے. آپ سے ووٹ نہیں مانگتا، آپ کی رائے نہیں مانگتا... من یطع الرسول فقد اطاع اللہ''۔

(خطاب بموقع توحید و سنت کانفرنس ۲۶ ستمبر ۱۹۸۷ جامع مسجد برمنگھم برطانیہ)

مفتی حمید اللہ جان اپنے ایک نہایت اہم فتوے میں فرماتے ہیں:

''مشاہدے اور تجزیے سے ثابت ہے کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصاً اس میں اسمبلیوں کو حق تشریع (آئین سازی، قانون سازی کا حق) دینا سراسر کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کو عملاً تسلیم کرنا اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے، اس لئے موجودہ نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعاً ناجائز ہے''

(ماہنامہ سنابل، کراچی، مئی ۲۰۱۳، جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۱۱، ص ۳۲)

مفتی حمید اللہ جان صاحبؒ مزید فرماتے ہیں:

''اسلامی جمہوریہ پاکستان نہیں! صرف اسلامی پاکستان!
اس جمہوری کتے کو اس کنوئیں سے نکالو گے تو کنواں پاک ہو گا ورنہ ہزار ڈول نکال لو یہ کنواں پاک ہونے والا نہیں!''

مولانا فضل محمد دامت برکاتہم 'اسلامی خلافت صفحہ ۱۱۷ پر لکھتے ہیں:

''اسلامی شرعی شوریٰ اور موجودہ جمہوریت کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین میں۔ وہ مغربی آزاد قوم کی افراتفری کا نام ہے۔ جس کا شرعی شورائی نظام سے دور کا واسطہ بھی نہیں''۔

اسلامی خلافت صفحہ ۱۷۶ پر لکھتے ہیں:

''کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت، یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ اسلامی شراب''۔

مولانا عبد الرحمن کیلانیؒ 'اسلاف کی سیاست اور جمہوریت' کے صفحہ ۲۶ اور ۲۷ میں لکھتے ہیں:

''کیا کسی جمہوری ملک کی عدالت اللہ کے نازل کردہ دستور کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر سکتی ہے جب کہ اسے اسمبلی نے قانون نہ بنایا ہو؟ آخر اسمبلی کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دستور و قانون پر پھر سے غور کرے۔ اس کا جی چاہے تو اس کو قانون بنا دے، جی چاہے تو ٹھکرا دے۔ اسمبلی کو یہ اختیار دینا ہی شرک فی الحاکمیۃ ہے۔ اسمبلی کی منظور کے بعد دستور مانا تو کیا مانا؟ یہ اللہ کی اطاعت ہوئی یا اسمبلی کی؟''

مولانا عبد الرحمن کیلانیؒ اسی کتاب کی ابتدا میں صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

''جمہوریت تو حق و باطل میں صلح کرواتی ہے جب کہ جہاد سے حق غالب آتا ہے اگرچہ عددی کثرت حاصل نہ بھی ہو بلکہ اہل حق کی اقلیت کو باطل کی اکثریت پر غلبہ نصیب ہو جاتا ہے اور اسی راستے سے خلافت کا قیام بھی ممکن ہے''۔

پروفیسر عبد اللہ بہاولپوریؒ اپنی کتاب ''اسلام اور جمہوریت میں فرق'' کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

''مغربی ممالک چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جمہوریت ہی رہے، خواہ ''اسلامی جمہوریت'' کے نام سے ہی ہو۔ ان کو خطرہ ہے کہ اگر مسلمان جمہوریت کے چنگل سے نکل گئے تو وہ ضرور اسلام کے نظام خلافت کی طرف دوڑیں گے۔ مسلمانوں کو تو خلافت یاد نہیں رہی لیکن کفر کو وہ کبھی نہیں بھولتی۔ کفر کے لیے وہ پیغام موت ہے اور اسلام کے لیے وہ آبِ حیات۔ کفر کو جو نقصان پہنچا وہ خلافت ہی سے پہنچا ہے۔ وہ خلافت راشدہ ہو، یا خلافت بنو امیہ، خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ۔ بیت المقدس کو فتح کیا تو خلافت نے، یورپ کو تاراج کیا تو خلافت نے۔ جمہوریت نے تو خلافت کے فتح کیے ہوئے علاقے دیے ہیں لیا کچھ نہیں۔ اسلام کے عروج اور فتوحات کا زمانہ یہ خلافتیں ہی ہیں، جمہوریت نہیں''۔

☆☆☆☆☆

کیا جمہوریت سے اسلام غالب ہو سکتا ہے؟

مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ

آج مجھے جو بات آپ سے عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اب بھی اگر دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہو گا تو ووٹ کے ذریعے سے نہیں ہو سکتا... کہ آپ سیاسی جماعت بنا کر مغربی جمہوریت کے ذریعے سے آپ اللہ کے دین کو بڑھانا چاہیں... اللہ کے دین کو غالب کرنا چاہیں... تو کبھی بھی دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین ووٹ کے ذریعے سے... مغربی جمہوریت کے ذریعے سے غالب نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ اس دنیا کے اندر اللہ کے دشمنوں کی اکثریت ہے... فساق اور فجار کی اکثریت ہے... اور جمہوریت جو ہے وہ بندوں کو گننے کا نام ہے، بندوں کو تولنے کا نام نہیں ہے۔ اقبال نے کہا تھا کہ

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

وہاں بندوں کو گنا کرتے ہیں کہ کتنے سر ہیں... لہٰذا مغربی جمہوریت کے ذریعے کبھی اسلام نہیں آ سکتا... جیسے کہ پیشاب کے ذریعے کبھی وضو نہیں ہو سکتا اور جیسے کہ نجاست کے ذریعے سے کبھی طہارت اور پاکی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح سے لادینی اور مغربی جمہوریت کے ذریعے کبھی اسلام غالب نہیں آ سکتا... دنیا میں جب بھی اسلام غالب ہو گا تو اُس کا واحد راستہ وہی ہے... جو راستہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا... اور وہ جہاد کا راستہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اس دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہو گا۔

آج آپ نے سنا... ہمارے ہاں پاکستان میں، وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ شریعت بل کے ذریعے سے ہم اسلام لائیں گے... لیکن جو شریعت بل اسلام کے لیے پیش کیا تو اُس کا حاصل کیا ہوا؟ کل ہی کے اخبار میں آپ نے وزیر اعظم کا بیان پڑھا ہو گا... اخبار کی شہ سرخی تھی کہ ہم عورتوں کو پردہ نہیں کروائیں گے اور اُنہیں گھر سے باہر نکلنے سے نہیں روکیں گے۔ اسی اخبار میں خبر ہے کہ پاکستان کے تین وزیر... خالد انور (وزیر قانون)، مشاہد حسین (وزیر اطلاعات) اور صدیق کانجو (نائب وزیر خارجہ)... یہ تینوں آدمی مغربی ممالک کے سفیروں کے سامنے پیش ہوئے... اُنہیں بریفنگ دی اور اُنہیں بتلایا کہ ''بھائی! تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو... ہم جو اسلام لائیں گے اُس اسلام میں کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا... ہم جو اسلام لائیں گے اُس اسلام میں شراب پر پابندی نہیں ہو گی... ہم جو اسلام لائیں گے اُس اسلام میں کسی کو سنگسار نہیں کیا جائے گا زنا پر''۔

یہ باتیں پریس کے اندر موجود ہیں کہ مغربی سفیروں کے سامنے اِنہوں نے کہا کہ ''ہم ماڈرن اسلام لانا چاہتے ہیں... آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں''۔ اصل بات کیا ہے؟ قرآن کریم کا حکم ہے کہ

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب: ۳۳)

اور قرآن مجید کا حکم ہے کہ عورتوں کو کہہ دیں کہ

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (الاحزاب: ۵۹)

جس اسلام کے اندر پردہ نہیں ہو گا... جس اسلام کے اندر شراب پر پابندی نہیں ہو گی... جس اسلام کے اندر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا... جس اسلام کے اندر زانی کو سنگسار نہیں کیا جائے گا... وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ اسلام نہیں ہے... اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اسلام اتارا تھا... اُس میں تو عورت کو پردے کا حکم ہے... اُس میں تو زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ہے... اُس اسلام کے اندر تو شراب کو حرام کیا گیا ہے... اُس اسلام کے اندر تو چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے... اب یہ سب کچھ نہیں ہو گا تو معلوم نہیں وہ کون سا اسلام ہو گا جو وزیر اعظم اس ملک میں نافذ کرے گا۔ وہ کون سا اسلام ہو گا... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام تو وہ نہیں ہے...

حقیقت یہ ہے کہ یہ سیاسی پارٹیاں... چاہے وہ مسلم لیگ ہو، چاہے پیپلز پارٹی ہو... چاہے کوئی بھی ہو... ہم لوگ ان سے خیر کی توقع نہیں رکھتے ہیں... یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں... اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو رنگ کے خنزیر ہوں اور دو آدمی اس بات پر لڑیں کہ نہیں وہ سفید خنزیر اچھا ہے اور دوسرا کہے کہ نہیں وہ کالا خنزیر اچھا ہے... تقسیم ہند سے پہلے برطانیہ میں دو سیاسی پارٹیاں تھیں... ایک کو لیبر پارٹی کہا جاتا تھا جب کہ دوسری کو ٹوری پارٹی کہتے تھے... مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم، اُس وقت کے بہت بڑے صحافی اور شاعر تھے... اُنہوں نے شعر کہا تھا کہ

توقع خیر کی رکھو نہ لیبر سے نہ ٹوری سے
نکل سکتا نہیں آٹا کبھی چونے کی بوری سے

چونے کی بوری سے کبھی آٹا نہیں نکل سکتا۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی سے کبھی اسلام نکلے گا؟ وہ کفر ہو گا... اسلام کبھی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہم لوگوں کی بے وقوفی ہے... اسلام اگر آئے گا تو انقلاب کے ذریعے سے آئے گا... اسلام اگر آئے گا تو جہاد کے ذریعے سے آئے گا... اور اس دنیا میں جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہو گا، وہ جہاد کے ذریعے سے ہو گا... ووٹ کے ذریعے سے یا مغربی جمہوریت کے ذریعے سے کبھی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین دنیا میں غالب نہیں ہو سکتا نہ ہی اس کے ذریعے سے کبھی اسلام آ سکتا ہے۔ ابھی 'شریعت بل' کے نام سے جو دستاویز اِنہوں نے پیش کی ہے... اُس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت کی تعریف ہی موجود نہیں ہے۔ شریعت کیا ہے؟ جواب آتا ہے کہ ''قرآن و سنت کا جس فرقے کے نزدیک جو مطلب ہے وہی شریعت ہے''... یہ شریعت ہے یا مذاق ہے؟ جس فرقے کے نزدیک قرآن و سنت کی جو تشریح ہے کہتے ہیں وہی قرآن و سنت ہے... قرآن و سنت تو ایک ہے، قرآن کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ

کتاب کو... اور سنت کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کو... اُس کا فرقے کے ساتھ کیا تعلق ہے کہ جو فرقہ جو مرضی تشریح کرے... یہ تو دین کو متنازعہ بنانے والی بات ہے۔ فرقہ پرستی کو ہوا دینے والی بات ہے اور فرقہ پرستی کو رواج دینے والی بات ہے۔ اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو ضیاء الحق کے زکوٰۃ آرڈیننس کا تھا۔ اُس نے شیعوں کو زکوٰۃ دینے سے مستثنیٰ کیا... جو مسلمان تھے... اہل سنت والجماعت... اُن میں جو فاسق و فاجر تھے اور زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے تھے، وہ بنک میں اپنے آپ لکھوا دیتے کہ ہم شیعہ ہیں...

اب یہاں یہ ہو گا کہ اگر کوئی آدمی مسلمان ہے... مقدمہ عدالت میں پیش ہوا... اُس کو نظر آیا کہ حنفی مذہب میں یا شافعی یا مالکی مذہب میں میرے لیے سزا ہے اور شیعوں کے ہاں میرے لیے سزا نہیں ہے... تو وہ کہہ دے گا کہ میں شیعہ ہوں، میرے نزدیک قرآن و سنت کی وہی تشریح معتبر ہے جو شیعوں کے ہاں ہے۔ تو کیا کریں گے آپ؟ قرآن و سنت کو مذاق بنانے والی بات ہے، قرآن و سنت کو مذاق بنایا جارہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اُس آرڈیننس کے اندر یہ لکھا ہے کہ وزیر اعظم جو آرڈر اسلام اور شریعت کے حوالے سے جاری کرے گا... جو بھی اُسے نہیں مانے گا وہ سزا کا مستحق ہو گا، سرکاری ملازم ہو گا تو برطرف کر دیا جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ مقام ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ہے کہ وہ جو حکم کریں بلاچون وچرا اُسے تسلیم کیا جائے۔ لیکن اُن کے علاوہ جتنے لوگ ہیں... اُن کے حوالے سے قاعدہ اور قانون قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر اُن کا حکم اور اُن کی بات قرآن و سنت کے مطابق ہو تو ہم مانیں گے اور اگر قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہو تو ہم نہیں مانیں گے۔

کل ایک نشست میں لوگ برملا کہہ رہے تھے کہ اس بل کے پاس ہونے سے تو وزیر اعظم مجتہدِ مطلق بن جائے گا۔ میں نے کہا کہ مجتہد مطلق نہیں وہ 'قادر مطلق' بن جائے گا۔ پھر ظاہر ہے قرآن و سنت کی تشریح پاکستان کی کابینہ کرے گی... جیسے بھٹو کے دور میں قومی اتحاد بنا تھا تو پیپلز پارٹی والے اُس وقت نعرے لگاتے تھے کہ "نو ستارے بلے بلے... آدھے کنجر، آدھے دلے"۔ وہ تو غلط تھا لیکن یہاں پر جو کابینہ ہے وہ واقعتاً آدھے کنجر، آدھے دلے ہیں۔ تو یہ قرآن و سنت کی تشریح کریں گے؟ یا قرآن و سنت کی تشریح یہ پارلیمنٹ سے، قومی اسمبلی اور سینٹ سے کرائیں گے؟ قومی اسمبلی اور سینٹ کی حالت یہ ہے کہ آپ نے علامہ اقبال کا نام سنا ہو گا... اُس کا بیٹا ہے جاوید اقبال... جو پہلے چیف جسٹس تھا لاہور ہائی کورٹ کا... اور اب سینیٹر ہے مسلم لیگ کا... اُس کا بیان چھپا نوائے وقت اخبار میں اور اُس پر اداریہ بھی لکھا گیا... کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوتا ہے تو اسلام آباد میں شراب مہنگی ہو جاتی ہے۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ یہی اسمبلی کے ممبران... یہ سب شرابی ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی تشریح کریں گے؟ اور یہ لوگ قرآن و سنت کی تشریح کریں گے؟

تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ عدالتیں تشریح کریں گی... عدالتوں کے اندر جو جج بٹھائے ہوئے ہیں... اب اگر میں کچھ کہوں گا تو "توہین عدالت" ہو گی... وہ بے چارے کس حیثیت کے لوگ ہیں... لہٰذا شریعت بل کا سارا چکر ویسا ہی ہے جیسے نواز شریف نے کالا باغ ڈیم کے مسئلہ کو سر پر اٹھا کر اُسے متنازعہ بنا دیا... اسی طریقے سے اب اسلام کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے میرے بھائیو! کہ اس دنیا میں جہاں بھی اسلام آئے گا... اسلام غالب ہو گا... وہ جہاد کے ذریعے سے ہو گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے...

میں جو آخری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حالات کو دیکھ دیکھ کر اب الحمدللہ پاکستانی ملت میں بیداری پیدا ہو رہی ہے... خصوصاً نوجوان طبقے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بیداری پیدا کی ہے... اور اُن کے ذہنوں میں انقلاب کا جذبہ پیدا ہوا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ افغانستان میں اگر دین دار نوجوان اور دینی مدارس کے طلبہ اٹھ کر انقلاب لا سکتے ہیں تو پاکستان میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ وہاں پر اگر دینی مدارس کے لوگ حکومت چلا سکتے ہیں... امن و امان... امریکہ سے، برطانیہ سے، جرمنی سے، جاپان سے... سب سے بہتر ہے وہاں... تو اس سے لوگوں کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا۔ افغانستان میں جب انقلاب نہیں آیا تھا تو پاکستان میں کسی پر ظلم ہوتا تو وہ کہتا کہ "یہاں خمینی آنا چاہیے جو سب کو ختم کر دے"۔ یہ وہ مجبوراً اس لیے کہتے تھے کہ کوئی اور مثال سامنے موجود نہیں تھی۔ اب الحمدللہ ایک مثال موجود ہے... اب جس کسی پر بھی ظلم ہوتا ہے وہ کہتا ہے "یہاں طالبان آنے چاہئیں"... لیکن بھائی! بات یہ ہے کہ افغانستان کے اندر طالبان کی حکومت آئی اور اسلامی شریعت آئی... کب آئی؟... جب سولہ لاکھ انسان شہید ہوئے... دس لاکھ آدمی معذور ہوئے... کسی کا ہاتھ نہیں، کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ نہیں... اس کے بعد پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ انعام دیا، یہ احسان کیا کہ افغانستان کو اسلامی حکومت ملی... علما اور دینی مدارس کے طلبہ کی حکومت ملی اور اسلامی نظام ملا۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا انعام ہے، احسان ہے... اللہ تبارک و تعالیٰ یہ مفت میں کسی کو نہیں دیتے... جب تک کہ قربانیاں نہ ہوں۔ تو پاکستان میں لوگ یہ تمنا تو کرتے ہیں کہ طالبان کی حکومت ہو یا طالبان جیسی حکومت ہو لیکن اُس کے لیے جس قربانی کی ضرورت ہے اُس قربانی کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ رات کو ہم سوئیں اور صبح جب ہم اٹھیں تو طالبان کی حکومت ہو۔ ایسا تو نہیں ہوتا... اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ سنت اور طریقہ نہیں ہے... اللہ تبارک و تعالیٰ تو آزماتے ہیں اور آزمائش پر پورا اترنے کے بعد پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ہدایت کے اور انعامات کے دروازے کھولتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

جمہوریت اس دور کا صنمِ اکبر

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں، وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دُنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں ان کے بارے میں اہلِ عقل اسی المیے کا شکار ہیں۔ مثلاً بت پرستی کو لیجیے! خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھروں اور مورتیوں کے آگے سر بسجود ہونا کس قدر غلط اور باطل ہے، انسانیت کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل کیا ہو گی کہ انسان کو-جو اشرف المخلوقات ہے-بے جان مورتیوں کے سامنے سرنگوں کر دیا جائے اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخلوق کو شریکِ عبادت کیا جائے۔ لیکن مشرک برادری کے عقلاء کو دیکھو کہ وہ خود تراشیدہ پتھروں، درختوں، جانوروں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تمام تر عقل و دانش کے باوجود ان کا ضمیر اس کے خلاف احتجاج نہیں کرتا اور نہ وہ اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج جمہوریت میں چل رہا ہے، جمہوریت دورِ جدید کا وہ صنمِ اکبر ہے جس کی پرستش اوّل اوّل دانایانِ مغرب نے شروع کی، چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے اس لیے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دُنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کر دی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ اسلام جمہوریت کا عَلَم بردار ہے اور کبھی اسلامی جمہوریت کی اصطلاح وضع کی گئی، حالانکہ مغرب جمہوریت کے جس بت کا پجاری ہے اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے، اس لیے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام، نظریۂ خلافت کا داعی ہے جس کی رُو سے اسلامی مملکت کا سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اَحکامِ الٰہیہ کے نفاذ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ مسند الہند حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، خلافت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> مسئلہ در تعریف خلافت: ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجھاد وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلۃ واعطائھم من الفیئ والقیام بالقضاء واقامۃ الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(ازالۃ الخفاء ص:۲)

"خلافت کے معنی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دِین کو قائم (اور نافذ) کرنے کے لیے مسلمانوں کا سربراہ بننا۔ دِینی علوم کو زندہ رکھنا، ارکانِ اسلام کو قائم کرنا، جہاد کو قائم کرنا اور متعلقاتِ جہاد کا انتظام کرنا، مثلاً: لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا اور مالِ غنیمت ان میں تقسیم کرنا، قضا و عدل کو قائم کرنا، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنا اور مظالم کو رفع کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا"۔

اس کے برعکس جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا تصوّر کارفرما ہے، چنانچہ جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

"جمہوریت وہ نظامِ حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے"۔

گویا اسلام کے نظامِ خلافت اور مغرب کے تراشیدہ نظامِ جمہوریت کا راستہ پہلے ہی قدم پر الگ الگ ہو جاتا ہے، چنانچہ:

خلافت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا تصوّر پیش کرتی ہے، اور جمہوریت عوام کی نیابت کا نظریہ پیش کرتی ہے۔

خلافت، مسلمانوں کے سربراہ پر اِقامتِ دِین کی ذمہ داری عائد کرتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا دِین قائم کیا جائے، اور اللہ کے بندوں پر، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ نظامِ عدل کو نافذ کیا جائے، جبکہ جمہوریت کو نہ خدا اور رسول سے کوئی واسطہ ہے، نہ دِین اور اقامتِ دِین سے کوئی غرض ہے، اس کا کام عوام کی خواہشات کی تکمیل ہے اور وہ ان کے منشا کے مطابق قانون سازی کی پابند ہے۔

اسلام، منصبِ خلافت کے لیے خاص شرائط عائد کرتا ہے، مثلاً: مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، سلیم الحواس ہو، مرد ہو، عادل ہو، اَحکامِ شرعیہ کا عالم ہو، جبکہ جمہوریت ان شرائط کی قائل نہیں، جمہوریت یہ ہے کہ جو جماعت بھی عوام کو سبز باغ دِکھا کر اسمبلی میں زیادہ نشستیں حاصل کر لے اسی کو عوام کی نمائندگی کا حق ہے۔ جمہوریت کو اس سے بحث نہیں کہ عوامی اکثریت حاصل کرنے والے ارکان مسلمان ہیں یا کافر، نیک ہیں یا بد، متقی و پرہیزگار ہیں یا فاجر و بدکار، اَحکامِ شرعیہ کے عالم ہیں یا جاہلِ مطلق اور لائق ہیں یا کندہ ناتراش، الغرض! جمہوریت میں عوام کی پسند و ناپسند ہی سب سے بڑا معیار ہے اور اسلام نے جن اوصاف و شرائط کا کسی حکمران میں پایا جانا ضروری قرار دیا، وہ عوام کی حمایت کے

بعد سب لغو اور فضول ہیں، اور جو نظامِ سیاست اسلام نے مسلمانوں کے لیے وضع کیا ہے وہ جمہوریت کی نظر میں محض بے کار اور لایعنی ہے، نعوذ باللہ!

خلافت میں حکمران کے لیے بالاتر قانون کتاب و سنت ہے، اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَدّ کیا جائے گا اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا، جس کی پابندی راعی اور رعایا دونوں پر لازم ہو گی۔ جبکہ جمہوریت کا فتویٰ یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے مقدس دستاویز ہے اور تمام نزاعی اُمور میں آئین و دستور کی طرف رُجوع لازم ہے، حتیٰ کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کر سکتیں۔ لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر تقدس کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے، وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں ترمیم و تنسیخ کرتے پھریں، ان کو کوئی روکنے والا نہیں، اور مملکت کے شہریوں کے لیے جو قانون چاہیں بناڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ یاد ہو گا کہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ نے دو مردوں کی شادی کو قانوناً جائز قرار دیا تھا اور کلیسا نے ان کے فیصلے پر صاد فرمایا تھا، چنانچہ عملاً دو مردوں کا، کلیسا کے پادری نے نکاح پڑھایا تھا، نعوذ باللہ!

حال ہی میں پاکستان کی ایک محترمہ کا بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ جس طرح اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اسی طرح ایک عورت کو بھی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ بیک وقت چار شوہر رکھ سکے۔ ہمارے یہاں جمہوریت کے نام پر مرد و زن کی مساوات کے جو نعرے لگ رہے ہیں، بعید نہیں کہ جمہوریت کا نشہ کچھ تیز ہو جائے اور پارلیمنٹ میں یہ قانون بھی زیرِ بحث آ جائے۔ ابھی گزشتہ دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔ ان صاحب کا یہ عندیہ جمہوریت کی صحیح تفسیر ہے، جس کی رُو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعتِ الٰہی سے بھی بالاتر قرار دیئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں شریعت بل کئی سالوں سے قوم کے منتخب نمائندوں کا منہ تک رہا ہے لیکن آج تک اسے شرفِ پذیرائی حاصل نہیں ہو سکا، اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام، مغربی جمہوریت کا قائل ہے؟

تمام دُنیا کے عقلاء کا قاعدہ ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کے ماہرین سے مشورہ لیا جاتا ہے، اسی قاعدے کے مطابق اسلام نے انتخابِ خلیفہ کی ذمہ داری اہلِ حل و عقد پر ڈالی ہے، جو رُموزِ مملکت کو سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لیے موزوں ترین شخصیت کون ہو سکتی ہے، جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا:

انما الشوریٰ للمهاجرين والأنصار

"خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین و انصار کو حاصل ہے"۔

لیکن بت کدۂ جمہوریت کے برہمنوں کا فتویٰ یہ ہے کہ حکومت کے انتخاب کا حق ماہرین کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ دُنیا کا کوئی کام اور منصوبہ ایسا نہیں جس میں ماہرین کے بجائے عوام سے مشورہ لیا جاتا ہو، کسی معمولی سے معمولی ادارے کو چلانے کے لیے بھی اس کے ماہرین سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے، لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کا ادارہ (جو تمام اداروں کی ماں ہے اور مملکت کے تمام وسائل جس کے قبضے میں ہیں، اس کو) چلانے کے لیے ماہرین سے نہیں بلکہ عوام سے رائے لی جاتی ہے، حالانکہ عوام کی ننانوے فیصد اکثریت یہی نہیں جانتی کہ حکومت کیسے چلائی جاتی ہے؟ اس کی پالیسیاں کیسے مرتب کی جاتی ہیں؟ اور حکمرانی کے اُصول و آداب اور نشیب و فراز کیا کیا ہیں...؟ ایک حکیم و دانا کی رائے کو ایک گھسیارے کی رائے کے ہم وزن شمار کرنا، اور ایک کندہ ناتراش کی رائے کو ایک عالی دماغ مدبر کی رائے کے برابر قرار دینا، یہ وہ تماشا ہے جو دُنیا کو پہلی بار جمہوریت کے نام سے دِکھایا گیا ہے۔

درحقیقت عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے مشورے سے کے الفاظ محض عوام کو اُلّو بنانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت میں نہ تو عوام کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ عوام کی اکثریت کے نمائندے حکومت کرتے ہیں، کیونکہ جمہوریت میں اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی کہ عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کون کون سے نعرے لگائے جائیں گے اور کن کن ذرائع کو استعمال کیا جائے گا؟ عوام کی ترغیب و تحریص کے لیے جو ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں، ان کو گمراہ کرنے کے لیے جو سبز باغ بھی دِکھائے جائیں اور انہیں فریفتہ کرنے کے لیے جو ذرائع بھی استعمال کیے جائیں وہ جمہوریت میں سب روا ہیں۔

اب ایک شخص خواہ کیسے ہی ذرائع اختیار کرے، اپنے حریفوں کے مقابلے میں زیادہ ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، وہ عوام کا نمائندہ شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ عوام بھی جانتے ہیں کہ اس شخص نے عوام کی پسندیدگی کی بنا پر زیادہ ووٹ حاصل نہیں کیے بلکہ روپے پیسے سے ووٹ خریدے ہیں، دھونس اور دھاندلی کے حربے استعمال کیے ہیں اور غلط وعدوں سے عوام کو دھوکا دیا ہے، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود یہ شخص نہ روپے پیسے کا نمائندہ کہلاتا ہے، نہ دھونس اور دھاندلی کا منتخب شدہ اور نہ جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی کا نمائندہ شمار کیا جاتا ہے، چشمِ بد دُور! یہ قوم کا نمائندہ کہلاتا ہے۔ انصاف کیجئے! کہ قوم کا نمائندہ اسی قماش کے آدمی کو کہا جاتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو ملک و قوم سے کوئی ہمدردی ہو سکتی ہے...؟ عوامی نمائندگی کا مفہوم تو یہ ہونا چاہئے کہ عوام کسی شخص کو ملک و قوم کے لیے مفید ترین سمجھ کر اسے بالکل آزادانہ طور پر منتخب کریں، نہ اس اُمیدوار کی طرف سے کسی قسم کی تحریص و ترغیب ہو، نہ کوئی دباؤ ہو، نہ برادری اور قوم کا واسطہ ہو، نہ روپے پیسے کا کھیل ہو

(بقیہ صفحہ ۸۳ پر)

نظامِ جمہوریت... دینِ جدید

شیخ ابو یحییٰ اللیبی رحمۃ اللہ

جب ہم جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک مکمل و مستقل دین ہے۔ دیگر ادیان کی طرح اس کے اپنے مفاہیم، اصول و قواعد، نظریات اور اقدار ہیں۔ اس حقیقت کو جان لیا جائے تو بیان کردہ عبارتوں کی قباحت و بدصورتی مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی کہے: یہودی اسلام، عیسائی اسلام، اسلامی یہودیت، اسلامی نصرانیت یا اسلامی مجوسیت۔ کیا اس روئے زمین پر کوئی جاہل اور گناہگار مسلمان ایسا بھی ہو گا جو ان ناموں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ یا اپنے لیے بطورِ دین انہیں پسند کرے؟ یقیناً زمین کے کسی دور دراز کنارے پر بسنے والی ایک بوڑھی مسلمان خاتون، کہ جسے نئی تہذیب اور ثقافت کے جراثیم نہ پہنچے ہوں وہ بھی یہ کلمات سنتے ہی فوراً ہی ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے گی۔ اور یہ کلمات ان کے کہنے والوں کے منہ پر دے مارے گی اور کہے گی کہ مجھے ایسا کوئی دین نہیں چاہیے۔ سمندر یا فضا میں کھیت اگ سکتے ہیں؛ یہ بات شاید اس عورت کو اس عبارت کو تسلیم کروانے سے زیادہ آسان ہو۔ اگر آپ کو اس بات میں کوئی شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔

تو پھر ہم جمہوریت کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کیوں کریں؟... جب کہ یہ بات ہمیں سخت ناپسند ہے اور ہر مسلمان بھی اس بات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اسلام کو یہودیت، عیسائیت یا مجوسیت کے ساتھ جوڑا جائے۔

لہٰذا اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ جمہوریت ہر اعتبار سے دینِ اسلام کی ضد ہے اور اسلام مخالف ادیان کی طرح ایک مکمل دین ہے۔ جمہوریت کی اس حقیقت کو جاننا اس لیے لازم ہے کہ وہ لوگ جو اس دینِ جدید کے پھیلائے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں انہیں اس بات کا حقیقی ادراک ہو سکے کہ جب وہ جمہوریت کے تانے بانے اسلام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو درحقیقت اسلام کی توحید کو جمہوریت کے شرک کے ساتھ اور اسلام کے نور کو جمہوریت کے اندھیروں کے ساتھ ملانے کے جرمِ عظیم میں ملوث ہوتے ہیں۔ بھلا اسلام کی اعلیٰ اقدار، پاکیزہ اخلاق اور عدل و انصاف کا خود ساختہ جمہوریت کے ظلم و جبر اور بے انصافیوں سے کیا تعلق؟ کیا تاریکوں کا رشتہ اجالوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا؟ کیا اللہ کی غلامی و عبودیت (اسلام) اور خواہشاتِ نفس کی پیروی (جمہوریت) ایک ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا جمہوری اسلام کے دعویداروں سے ہمارا پہلا سوال تو یہ ہے کہ تم ڈیموکریسی کا لفظ اسلام میں ثابت کر کے دکھلاؤ۔ اس مقصد کے لیے عربی لغت کی تمام کتابیں چھان مارو، تمام اشعار عرب کو پڑھ کر دیکھ لو، اہل فصاحت و بلاغت میں سے جس سے چاہو پوچھ لو بلکہ گاؤں میں رہنے والی بوڑھی عرب خواتین سے پتہ کر لو اور بادیہ نشین دیہاتیوں سے استفسار کر لو۔ کیا اصل و فصیح لغتِ عرب میں تمہیں ڈیموکریسی کا لفظ مل سکتا ہے؟ فصیح تو کجا غیر فصیح عرب لغت میں بھی تم یہ لفظ نہیں پاؤ گے۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ ہماری زبان میں اجنبی ہے جو مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اسے گھڑنے والوں کے نزدیک اس کے خاص اصطلاحی معنی ہیں جن سے اسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری زبان میں ان معنی کو ''عوام کی حاکمیت'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسی ایک فقرے میں جمہوریت کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور اگر اس معنی کو جمہوریت سے نکال دیا جائے تو جمہوریت کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ تمام جمہوری نظام اگرچہ متعدد راہیں رکھتے ہیں لیکن ان سب کی منزل ایک ہے...یعنی ''عوام کی حاکمیت''۔ کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں جس جمہوریت کو مانتا ہوں وہ اِس معنی سے عاری ہے اور عوام کی حاکمیت کا اقرار نہیں کرتی۔ اور اگر کوئی عقل سے عاری شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کا حال اُسی شخص کی طرح ہو گا جو یہ کہے کہ میں ایسی یہودیت کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو اپنے بنیادی مضامین و معانی سے خالی ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا کوئی مسلمان ایسی یہودیت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو گا؟

دینِ جمہوریت میں عوام کو حاکم تصور کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ عوام کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور عوام کا فیصلہ ہی نافذ العمل ہے۔ عوام کا ارادہ ہی دینِ جمہوریت میں رائج ہو گا اور عوام کے قوانین ہی لاگو و قابلِ احترام ہوں گے۔ اس نظام کے مطابق کسی کو جرأت نہیں کہ عوام کے حکم پر نظر ثانی کر سکے یا ان کے فیصلے کو ٹال سکے، گو کہ عوام اپنی حکمرانی میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے۔

مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ کوئی مسلمان بھی ان کلمات کو پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں انتہائی ناپسندیدگی اور نفرت و ملامت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور اللہ کی قسم! یہ نفرت کے حق دار ہی ہیں... اور ملامت کے حقدار تو وہ لوگ ہیں جو اسلامی جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اور عوام کے سامنے اس کی اصل حقیقت کا اظہار نہیں کرتے اور جمہوریت کے بدصورت چہرے کا نقاب نہیں الٹتے بلکہ فاسد تاویلات اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اس کی قباحتوں پر پردہ ڈالتے اور اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لا حول ولا قوة الا باللہ۔

چونکہ یہ ناممکن ہے کہ تمام عوام کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی اجتماعی یا اکثریتی رائے سے قانون سازی کر سکیں، لہٰذا مغرب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک خاص نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام میں عوامی نمائندے عوام کی مرضی اور رائے سے منتخب ہو کر ان کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے پارلیمان کو تشکیل دیا جاتا ہے جس کا ہر رکن اپنے حلقے کے عوام کا ترجمان اور قائم مقام ہوتا ہے، اس کی رائے عوام کی رائے سمجھی جاتی ہے اور اس کا فیصلہ عوامی فیصلہ کہلاتا ہے، جمہوری نظام میں پارلیمنٹ ہی قانون سازی کا بالاتر ادارہ ہوتا ہے اور اسے ہر طرح کے قانون بنانے کی کھلی آزادی ہوتی ہے صرف اس شرط پر کہ وہ قانون آئین سے متصادم نہ ہوں۔ (یہ بات پیشِ نظر رہے کہ پاکستان کے آئین میں پارلیمان کی دو تہائی اکثریت کے ذریعے سے ترمیم و اضافہ کیا جا سکتا

ہے... مترجم)۔ اس شرط کا لحاظ رکھنے کے بعد پھر پارلیمان کو کھلی چھوٹ ہے کہ شریعت کے مطابق یا مخالف، جیسے چاہے قانون بنائے کیونکہ یہ عوام کا منتخب شدہ ادارہ ہے اور جمہوریت یہ کہتی ہے کہ حاکمیت صرف عوام کا حق ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا تلملانے کا حق نہیں ہے۔ الاسآء مایحکمون (بہت برا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں)۔ پارلیمان کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ قانون سازی کرے، خواہ اس کا نام پارلیمنٹ ہو، دستور ساز اسمبلی یا ایوانِ نمائندگان۔ یہ ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (یوسف:۴۰)

"تم اُس (ذاتِ باری تعالیٰ) کے سوا صرف ناموں ہی کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کیے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم تو صرف اللہ کے لیے خالص ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، یہی مضبوط اور مستحکم دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

جس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہے اسے یقین کی حد تک یہ معلوم ہے کہ یہ دینِ جدید (جمہوریت) ایک لحظے کے لیے بھی نہ تو دل و دماغ میں اور نہ ہی عملی زندگی میں ایمان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جب کوئی شخص اس دینِ جدید (جمہوریت) کو قبول کرتا ہے تو دوسرے دین کو منہدم کر کے ہی نئے دین میں داخل ہوتا ہے۔ جس نے یہ حقیقت جان لی، سو جان لی اور جو اس حقیقت سے جاہل رہا، سو جاہل رہا۔ اور بہت بری ہے وہ جہالت جو انسان کو ایمان کی سربلندی سے اٹھا کر کفر کی کھائیوں میں جا گراتی ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح اور عیاں ہو چکی ہے جو حق سے عناد اور بغض نہیں رکھتا۔ البتہ مزید وضاحت کے لیے ہم جمہوریت کے بعض اہم امور کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو دینِ اسلام سے مکمل تضاد رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ ہمیں اس عظیم جرم کا ادراک ہو سکے جسے جمہوری اسلام کے دعوے دار اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر مسلط کر کے انہیں ہلاکت کی راہوں پر دھکیلنا چاہتے ہیں، بلکہ دھکیل چکے ہیں اور آج حیرت و اضطراب اور نحوست و عذاب کی شکل میں امتِ مسلمہ اس جمہوری تماشے کا مزہ چکھ رہی ہے۔

اولاً: وہ بنیادی اصول جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کی نازل کردہ شریعت کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ اسی میں بندوں کا امتحان بھی ہے اور یہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کسوٹی بھی ہے۔ اگر بندہ اپنے رب کی غیر مشروط اطاعت نہ کرے تو وہ بندہ نہ ہوا۔ لہٰذا بندے کا یہ کام نہیں کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے، اپنی عادت کو اس پر ترجیح دے، اپنے تجربے کی بنیاد پر حکمِ الٰہی سے سرتابی کرے یا اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے مقابلے میں قابلِ احترام سمجھے۔ خواہ فرد ہو یا جماعت، پارلیمنٹ ہو یا عوام، کوئی قبیلہ ہو یا تنظیم سب پر لازم ہے کہ اللہ کے احکامات کے سامنے جھک جائیں اور اس کی نازل کردہ شریعت کو دل و جان اور قلب و قالب سے تسلیم کر لیں۔ کوئی مسلمان خواہ کتنے ہی دعوے یا زعم کیوں نہ رکھتا ہو اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کی یہ حقیقت اس کے دل میں ثبت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النساء:۱۲۵)

"اور اس شخص سے اچھا دین کس کا ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے (حکم کے) سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ملتِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کی جو یکسو تھے"۔

تو جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کے لیے اس بارے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو من و عن تسلیم کر لینا اور اس کے سامنے جھک جانا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

"اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہو گیا"۔

یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے جس کی طرف انتہائی تاکید کے ساتھ دعوت دی گئی ہے۔ جب کہ دینِ جمہوریت میں تو اسلام کے مندرجہ بالا اصول کو بالکل منہدم کر دیا گیا ہے۔ نظامِ جمہوریت میں بلکہ صحیح تر الفاظ میں دینِ جمہوریت میں انسانوں کو ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور جب تک کوئی قانون پارلیمنٹ سے منظور نہ ہو اس وقت تک اس کو کوئی تقدس، احترام یا حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

آسمانوں سے نازل ہونے والے احکاماتِ الٰہی کہ جنہیں سن کر ہر مسلمان مرد و زن پر یہ کہنا واجب ہوتا ہے کہ سمعنا و اطعنا... ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ لیکن ان کے بارے میں جمہوریت کہتی ہے کہ ہم ابھی ان پر نظرِ ثانی کریں گے۔ بحث و مباحثہ ہو گا، ترمیم و اضافہ ہو گا، جسے چاہیں گے مانیں گے اور جسے چاہیں گے رد کر دیں گے۔ گویا دینِ جمہوریت میں اللہ رب العزت کے حقوق ارکانِ پارلیمنٹ کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اب اگر روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام جن و انس

مل جائیں اور شراب کے جواز یا حرمت کا از سر نو جائزہ لیں تو صرف اسی بات پر وہ معاند کفار بن جائیں گے خواہ اس جائزے کے بعد اسے حرام ہی کیوں نہ قرار دیں۔ یہ تو ایک مسئلہ ہے جب کہ جمہوریت نے تو تمام احکاماتِ الٰہیہ پر نظر ثانی اور حک و تنسیخ کے دروازے چوپٹ کھول رکھے ہیں۔ پورا دین گویا کہ عوامی اختیار اور ارادے کا ماتحت ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر عوام اسے قبول کرلیں پھر تو یہ محترم و مقدس و قابل عمل دین قرار پائے گا اور اگر عوام اسے رد کر دیں تو نعوذ باللہ یہ بے وزن، بے وقعت اور مردود ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ جمہوری اسلام کے بعض دعویداروں نے تو بصراحت کہا ہے کہ اگر عوام ملحد کیمونسٹ طرزِ حکومت اختیار کریں تب بھی ان کے اختیار کا احترام کیا جائے گا اور اگر خود عوام ہی اسلامی حکومت کو رد کر دیں تو تب بھی ان کی پسند و اختیار کو تقدیس حاصل ہو گی۔ جب کہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ (الرعد:۴۱)

"اللہ فیصلہ کرتا ہے... کوئی اس کے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کر سکتا"۔

اس کے برعکس جمہویت کہتی ہے کہ نہیں، ہزار بار نہیں... بلکہ عوام فیصلہ کرتے ہیں اور عوامی فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ قرآنِ کریم کہتا ہے:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه، اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب:۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں"

جب کہ جمہوریت کہتی ہے نہیں... بلکہ عوام کو تمام اختیارات حاصل ہیں، حق وہ ہے جسے عوام قبول کریں اور باطل وہ ہے جسے عوام رد کر دیں۔ عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں احکام و قوانین اختیار کریں۔ قرآن پاک کا فرمان ہے:

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (النور:۵۱)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا"۔

جب کہ جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں... بلکہ جب لوگوں کو عوامی فیصلے کی طرف بلایا جائے تو انہیں کہنا چاہیئے کہ سمعنا و اطعنا... ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ قرآن مجید کہتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ (الزخرف: ۴۸)

"اور وہی ذاتِ باری تعالیٰ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے"

لیکن نعوذ باللہ! جمہوریت گویا اللہ تعالیٰ کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے ٹھیک ہے آسمان تو تیرا ہے لیکن زمین عوام کی ہے اور اس پر حکمرانی اور قانون سازی کا حق بھی صرف عوام کو حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ (یوسف:۱۰۶)

"اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا (دعویٰ) رکھنے کے ساتھ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں"۔

اللہ کی قسم! جمہوریت تو قریش اور عرب کی اِنہی پامال راہوں پر گامزن ہے جو دورانِ حج کہا کرتے تھے: لبیک اللہم لبیک، لبیک لاشریک لہ، الا شریک ہولک تملکہ وما ملک "حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیری ملکیت ہیں"۔

قرآن مجید نے واشگاف انداز میں مسئلہ حاکمیت کی حقیقت بیان کی ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء:۶۵)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔

اس آیت کے سببِ نزول کے حوالے سے بعض علما نے لکھا ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق کے حق میں فیصلہ دے دیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ میں اس فیصلہ پر راضی نہیں۔ دوسرے فریق نے پوچھا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں سیدھا ابو بکرؓ کے پاس گئے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے انہیں بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جو فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن دوسرا فریق اب بھی راضی نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ ہم عمر بن خطابؓ کے پاس جائیں گے۔ لہٰذا وہ دونوں سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں لیکن دوسرا فریق اس پر راضی نہ ہوا اور پھر ہم ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا تمہارے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بہتر ہے لیکن دوسرے فریق نے ان کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے دوسرے فریق سے استفسار کیا کہ آیا یہ معاملہ اسی طرح ہوا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ عمر فاروقؓ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ واپس نکلے تو ان کے ہاتھ میں بے نیام

تلوار تھی جس سے انہوں نے اس شخص کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے لیے میرا فیصلہ یہی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (تفسیر ابن کثیر ۲۔ ۲۵۳)

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نظرِ ثانی کی درخواست کرنے والے ایک شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ دوٹوک فیصلہ صادر فرمایا، حالانکہ اس نے صرف ایک معاملے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے کہا تھا اور رجوع بھی ان عظیم القدر شخصیات کی طرف کیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین ہیں، تو ان لوگوں کا کیا معاملہ ہو گا جو دینِ جمہوریت کی طرف بلاتے ہیں جب کہ دینِ جمہوریت میں تو پورا اسلام ہی عوام کے ارادے پر معلق ہوتا ہے۔ عوام چاہے گی تو اس کا نفاذ ہو گا ورنہ نہیں۔ اس بدترین دینِ جمہوریت میں تو اللہ تعالیٰ کے قطعی احکامات مثلاً شراب، زنا اور فواحش کی آزادی کو بھی پارلیمان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ غور کرے کہ آیا ان کی تحریم مناسب ہے یا تحلیل۔ احکامِ الٰہی پر نظر ثانی کرنے والے یہ ارکان پارلیمنٹ آخر کون ہیں؟ کیا یہ ابو بکر و عمر ہیں یا پاکباز و نیکوکار ہیں؟ اللہ کی پناہ! بھلا یہ متقی و پاکباز نفوس ان ارکان پارلیمنٹ سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ یہ تو کائنات کے گھٹیا اور جاہل ترین افراد ہیں، جو فسق و فجور میں لت پت ہیں۔ ان میں سے بظاہر قدرے بہتر وہ لوگ ہیں جو اسلامی جماعتوں کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مصلحین ہیں لیکن

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (البقرہ:۲۱)

"سن لو! یہی لوگ مفسدین ہیں لیکن انہیں شعور نہیں"۔

اے جمہوری اسلام کی دعوت دینے والو! اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ نہیں چاہتا کہ ہم شراب نوشی سے احتراز کریں، فواحش سے بچیں اور سود سے دور رہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم ان منکرات سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکاماتِ تحریمی کو اللہ کا حکم سمجھ کر انہیں تسلیم کریں اور برضا و رغبت ان کے سامنے خود کو جھکالیں۔ بصورتِ دیگر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی ملک میں اسلام کے تمام ظاہری احکامات اس بنیاد پر نافذ کر دیے جائیں کہ پارلیمنٹ نے انہیں منظور کیا ہے اور انہیں محترم قانون کا درجہ دیا ہے نہ کہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ان شرعی احکام کا درجہ بھی باقی دنیاوی قوانین جیسا ہی کہلائے گا۔ کیونکہ شریعت تو لوگوں سے پوچھ کر نافذ نہیں کی جاتی اور جو چیز لوگوں سے پوچھ کر نافذ کی جائے وہ شریعت نہیں ہوتی۔ یہ تو پارلیمنٹ نامی ایک بولنے والے بت اور معبود کی طرف سے نازل کردہ احکام ہیں۔ تباہی اور ہلاکت ہو اس بت کے لیے بھی اور اس کے نافذ کردہ قانون کے لیے بھی۔ اسلامی جمہوریت کے دعوے داروں کو یہاں رک کر جائزہ لینا چاہیے کہ وہ خود کو کن تباہ کن گھاٹیوں میں گرا چکے ہیں؟ اور اپنے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کو کس طرح کی پرفتن کفریہ راہوں کی طرف دھکیل کر انہیں گمراہ کرتے اور ان کے جذبات سے کھیلتے ہیں؟ انہیں جان لینا چاہیے کہ وہ دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں حق و باطل کے مابین تطبیق و موافقت اور آمیزش کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک طرف تو واضح اور روشن اسلام ہے جس میں قلب و نظر اور اعضا و جوارح اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف دینِ جمہوریت ہے جس میں انسانوں کی حاکمیت اور شیطان کی عبادت ہے۔ لوگوں کی مرضی ہے کہ جس راہ کو پسند کریں سو اختیار کر لیں البتہ قیامت کے دن ہونے والے اس سوال کے جواب کے لیے تیار رہیں:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌO وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یٰس:۶۱۔ ۶۰)

اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت مت کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

ثانیاً: ہر مسلمان کو یہ حقیقت معلوم ہے کہ ایمان کا پہلا اور عظیم ترین رکن، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اور اس ایمان میں توحیدِ الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور اللہ کے اسماء و صفات پر ایمان لانا شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ قطعی طور پر ایمان رکھے کہ حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس حق میں کسی کو کسی قسم کے مناقشے اور بحث کا اختیار حاصل نہیں کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی حلال یا حرام قرار دے... یہ اختیار صرف اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یونس:۹۵)

"آپ کہہ دیجیے کہ بھلا دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام اور (بعض کو) حلال ٹھہرایا، پوچھو کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہو"۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حق (حقِ تشریع) کسی غیر اللہ کو دینا کفرِ اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کے ماسوا کی تشریع (قانون سازی) کو مانتے ہوئے اس کے ٹھہرائے ہوئے حلال و حرام کی پیروی کرے اور اسے حلال اور حرام جانے تو وہ مشرک ہے جس کا فرض مقبول ہے اور نہ نفل... یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے اور توحیدِ خالص کی طرف رجوع کر لے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ حقِ تشریع کسی فرد کو دیا جا رہا ہو یا کسی پارٹی، قبیلے، پارلیمان یا عوام کو۔ اسلام نے اس حقیقت کو انتہائی دوٹوک اور واضح انداز میں ثابت کیا ہے اور اس میں کسی قسم کی تشکیک یا تذبذب کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ تمام کائنات اللہ کی مخلوق و ملکیت ہے اور وہی رب العالمین ہے۔ لہٰذا کسی کو حق نہیں کہ اس کی ملکیت میں اپنا حکم چلائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف:۴۵)

سن لو کہ تمام مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کے ساتھ خالص ہے '

اللہ رب العالمین بہت برکت والا ہے۔

یہ تو دین اسلام کی ایک مسلمہ حقیقت ہے جب کہ اس کے مقابلے میں جمہوریت کی بنیادی اساس ہی اسلام سے متصادم ہے ، کیونکہ جمہوریت میں قانون سازی کا حق اللہ تعالیٰ کی بجائے انتہائی احترام و تقدیس کے ساتھ عوام اور عوامی نمائندگان کو سونپ دیا گیا ہے۔ لہٰذا دینِ جمہوریت میں حلال وہی ہے جسے عوامی نمائندگان حلال قرار دیں اور حرام وہی ہے جسے عوامی نمائندگان حرام ٹھہرائیں۔ اچھا وہ ہے جسے یہ اچھا کہیں اور برا وہ ہے جسے یہ برا کہیں۔ قانون وہی ہو گا جسے یہ پسند کریں اور شریعت وہی کہلائے گی جو ان کی منظور کردہ ہو۔ کسی دین، شریعت یا قانون کی اس وقت تک کوئی حیثیت نہ ہو گی جب تک پارلیمنٹ اس کی توثیق نہ کرے۔ یہ ایسا واضح ارتداد ہے جس پر تمام علما کا اتفاق ہے۔

''جب کوئی انسان کسی ایسے حرام کو حلال ٹھہرائے...یا کسی ایسے حلال کو حرام قرار دے... یا کسی ایسے شرعی امر کو تبدیل کر دے، جن پر اجماع ہو تو وہ بالاتفاقِ فقہا کافر و مرتد قرار پائے گا''۔

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمنٹ کا صحیح اور درست نام مجلسِ ارباب ہو گا۔ کیونکہ ایسی مجالس سے تشابہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰـھًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سُبْحٰنَہٗ، عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (التوبہ: ۳۱)

''انہوں نے اپنے علما درویش اور مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ کے سوا رب بنالیا، حالانکہ انہیں تو اسی بات کا حکم تھا کہ معبود واحد کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے''۔

ہائے عجب! کہ گمراہی اپنے ماننے والوں کو کیا کیا رنگ دکھاتی ہے۔ احبار و رھبان کو اس لیے ارباب من دون اللہ کہا گیا کہ اہلِ کتاب ان کی اتباع کرتے تھے باوجود اس کے کہ وہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور اللہ کے حرام کردہ کو حلال بتلاتے تھے۔ حالانکہ احبار تو ان کے علما تھے اور رہبان تو ان کے عابد و زاہد لوگ تھے اور وہ یہ سب کچھ اللہ کے نام پر کرتے تھے، دین کا سہارا لے کر احکام شریعت کو بدلتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کے پسند کردہ احکام ہیں۔ جب اُن کا حکم یہ ہے تو عصرِ حاضر کے اربابِ پارلیمنٹ جن کی غالب اکثریت سیکولر، بے دین ملحدین اور فاسق و فاجر لوگوں پر مشتمل ہے، ان پر کیا حکم لگے گا؟ وہ علما اور درویش تو دین کی محبت جتلاتے تھے جب کہ یہ لوگ تو صراحت کے ساتھ دین سے دشمنی و بیزاری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ عمل کے اعتبار سے احبار و رہبان اور ارکانِ پارلیمنٹ کا حال ایک سا ہے۔ وہ بھی اپنی مرضی سے حلال و حرام کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی اپنی خواہشات اور آرا سے ایسا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ دین کا نام استعمال کرتے تھے اور یہ صرف رائے، خواہش، جہلِ مرکب سے، بلکہ قصداً دین کی مخالفت اور اس سے تصادم کی بنیاد پر قانون سازی کرتے ہیں۔ اگر آپ عقل و شعور رکھتے ہیں تو بھلا بتلائیے کہ کون سا گروہ زیادہ بڑا مجرم اور قابلِ مذمت ہے؟

عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ التوبہ کی تلاوت فرمارہے تھے، یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

''انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا''۔

سیدنا عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ان کو رب تو نہیں بنایا تھا''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟... کیا جب وہ کسی حرام چیز کو تمہارے لیے حلال قرار دیتے تو تم اسے حلال نہ جانتے تھے؟ اور جب وہ اللہ کی حلال کردہ کسی چیز کو تمہارے لیے حرام ٹھہراتے تو تم اسے حرام نہ سمجھتے تھے''؟ میں نے کہا: ''جی ہاں''... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہی تو ان کی عبادت ہے''۔

اور ممکن ہے کہ وہ علما اور درویش خود کو حلال و حرام کا فیصلہ کرنے والا نہ سمجھتے ہوں البتہ چند چیزوں میں عملاً انہوں نے ایسا کیا ہو۔ لیکن آج کل اہلیانِ پارلیمان تو پوری صراحت و جرأت کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں ہر قسم کی قانون سازی کا حق حاصل ہے۔ بلکہ یہ ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ جب کوئی شخص منتخب ہو کر ایوان میں داخل ہو گیا تو گویا اسے ربّ کی صفات حاصل ہو گئیں، اس کی رائے مقدّم ٹھہری، فکر کو تقدّس حاصل ہوا۔ اب اسے مکمل آزادی اور تحفظ حاصل ہے کہ اپنی خواہش اور رائے کے مطابق فیصلہ دے اور اپنی مرضی سے کوئی قانون تجویز کرے۔ جب تک وہ پارلیمنٹ کی چھت تلے موجود ہے تب تک اس کا محاسبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ واضح کفر اور صریح شرک ہے، خواہ وہ عملاً کوئی قانون سازی کرے یا نہ کرے۔ جس طرح عملاً خود ساختہ قانون سازی کرنا شرک ہے، اسی طرح اس کا حق اللہ کے سوا کسی دوسرے کو دینا بھی شرک ہے۔ یہ ربوبیت میں شرک کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ (الشوریٰ: ۲۱)

''کیا ان کے کوئی شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا''۔

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ (الانعام:۱۲۱)

"اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کرلیں، اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"

اے اسلامی جمہوریت کی دعوت دینے والو! تمہیں کس نے اس باطل کی طرف دعوت دینے کا حق دیا ہے؟ جس چیز کی دعوت تم دیتے ہو وہ دینِ اسلام کے ساتھ کیوں کر مجتمع ہو سکتی ہے؟ دینِ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ رب العزت حرام ٹھہرائے نہ کہ پارلیمان۔ اور دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا نہ کہ پارلیمان نے۔ اور سزا کا حقدار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ورزی کرے نہ کہ وہ جو پارلیمان کی حکم عدولی کرے۔ حقیقتاً آپ لوگ یہ دعویٰ تو رکھتے ہیں کہ آپ کی دعوت اسلام کی دعوت ہے اور آپ کا راستہ سیدھا... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔ مگر پھر آپ اپنے اس دعوے کو ملیامیٹ کرتے ہوئے لوگوں کو جمہوریت کی طرف بلاتے اور پارلیمنٹ کی طرف لے جاتے ہیں اور پارلیمنٹ کی بالادستی اور تقدس کے گن گا کر لوگوں کے دلوں میں اس جدید بت کی محبت اور عقیدت راسخ کرتے ہیں۔ آپ کی مثال تو اس عورت کی طرح ہے جو سوت کاتنے کے بعد خود ہی اسے ریزہ ریزہ کر دے۔

آپ ایک طرف توحید کی دعوت دیتے ہیں جب کہ دوسری جانب اسی توحید کو منہدم کر رہے ہیں؟ رحمن کی شریعت کو نافذ کرنے کی یہ کیسی جدوجہد ہے کہ جس میں عملی طور پر شیطان کی شریعت کو بالادست اور مقدس بنانے کے لیے کوشش کی جاتی ہو؟ پارلیمنٹ کے خود ساختہ قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے اولین خدمت گارانِ جمہوریت بھلا کیوں کر لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں؟ عصرِ حاضر کے صنم اکبر کو تعمیر کرکے اور اپنی جماعتوں کے افراد کو اس جمہوری بت کدے میں بٹھا کر آپ اپنے اسلاف کی مانند بت شکنی کس طرح کر سکتے ہیں؟ اور کس طرح آپ دعوت الی القرآن کا دعویٰ کرتے ہیں جو طاغوت سے کفر اور ایک اللہ پر ایمان کا حکم دیتا ہے جب کہ، آپ اسی طاغوت پر ایمان لانے اور اس کے علمبرداروں کی تعظیم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:۳-۲)

"اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے؟ کتنا ناپسندیدہ ہے اللہ کے نزدیک کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم عمل نہیں کرتے"

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ (البقرۃ: ۴۴)

"بھلا تم لوگوں کو تو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، سو تم عقل کیوں نہیں کرتے"۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُواْ عِبَاداً لِّي مِن دُونِ اللّهِ وَلَـكِن كُونُواْ رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ O وَلاَ يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُواْ الْمَلاَئِكَةَ وَالنِّبِيِّيْنَ أَرْبَاباً أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ (آل عمران: ۷۹-۸۰)

"کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ یہ کہ تم ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔ اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنالو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے"۔

اس سارے معاملے کو سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں، اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تلبیس اور دھوکہ دہی کی کوئی گنجائش ہے۔ اگر جمہوریت جیسی فضول چیزوں کے ذریعے اور فقط نعرے لگانے سے اسلام کا قیام ممکن ہوتا تو پھر انبیاء و رسل علیہم السلام کو اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالنی پڑتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ (الانعام: ۳۴)

"اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے، تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی، اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور تم کو پیغمبروں کی خبریں پہنچ چکی ہیں"۔

ہمارے رب کی کتاب حکیم تو ہمیں یہ کہتی ہے کہ:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ (الانعام:۱۲۱)

"اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیاطین اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"۔

اس کے برعکس جمہوریت کا مطالبہ ہے کہ پارلیمنٹ سے منظور شدہ قوانین کی بالادستی قبول کرو، ان کی اطاعت کرو اور انہیں مقدس و محترم جانو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم پر کوئی ملامت یا مواخذہ نہیں بلکہ یہی عین مصلحت ہو گی۔ گویا پارلیمنٹ کی کامل اطاعت کریں گے تو دین جمہوریت کے مطابق آپ موحدین میں شمار ہو جائیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض کفار نے مسلمانوں سے بحث کرتے ہوئے یہ شبہ پیش کیا کہ تمہارا زعم ہے کہ تم اللہ کی رضا جوئی چاہتے ہو حالانکہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ ذبح کر دے (یعنی خود مر جائے) اسے نہیں کھاتے اور جسے تم خود ذبح کرتے ہو اسے کھاتے ہو؟ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ

"اگر تم نے ان کی اطاعت کی (یعنی مردار کھایا) تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"۔

یہ تو ایک مشتبہ قسم کی بات تھی جو شیاطین نے اپنے دوستوں کو سمجھائی اور ان مشرکین نے پیش کی، اور اس بات کا تعلق بھی فقط ایک مسئلے یعنی مردار کی حلّت سے تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی اس معاملے کو معمولی خیال کرے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم نے ان کا کہا مانا اور مردار کو حلال سمجھنے میں ان کی پیروی کی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ تو پھر آخر ان اسمبلیوں کی پیروی کرنے والے کو کیا کہا جائے گا جن کا قیام ہی حلال و حرام کا فیصلہ کرنے اور خود ساختہ قانون سازی کرنے کے لیے عمل میں آیا ہے۔ یہ اسمبلیاں اپنے ہی بنائے ہوئے دستور کے سوا کسی بات کی پابند نہیں ہیں۔ یہ لوگ تو جاہل و سادہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ہی سہی... اپنے بنائے ہوئے قوانین اور حلال و حرام کے فیصلوں کا شریعت سے ناتا جوڑنے کی زحمت تک نہیں کرتے۔ ان کی نظر میں شریعت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اپنی خواہشات کو قوم کی مصلحت کے نام دیتے ہیں اور پھر اس کے مطابق قانون سازی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اقتصادی مصلحت کے نام پر سود کو حلال کرتے ہیں، شخصی آزادی کے نام پر زنا و فواحش کے اجازت نامے جاری کرتے ہیں اور سیاحت و ترقی کے نام پر شراب و کباب کو مباح گردانتے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ ایک معلوم شدہ امر ہے کے دینِ اسلام میں شراب قطعاً حرام ہے، لیکن اگر کوئی احمق رکنِ پارلیمان یہ قرارداد پیش کرتا ہے کہ ایک دو سال یا پھر ہمیشہ کے لیے شراب کی خرید و فروخت سے پابندی اٹھائی جائے تاکہ ملک میں اقتصادی ترقی ہو اور سیاحوں کے لیے کشش و سہولت پیدا ہو تو اس احمق پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ اس "عظیم اقتصادی بل" کو اپنے نفاذ کے لیے صرف اکثریت درکار ہو گی۔ اور اگر پارلیمنٹ کی اکثریت اس کی توثیق کر دے تو پھر شراب کی خرید و فروخت مباح ہو گی اور کسی کو یہ حق نہ ہو گا کہ اس کا انکار کرے بلکہ جو اس کی مخالفت کرے گا اس پر فردِ جرم عائد ہو گی اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

ارکان پارلیمنٹ میں سے اگر کوئی ہم جنس پرستی کا دلدادہ ہے اور اسے قانونی جواز مہیا کر کے اپنے اور اپنے جیسے دوسرے بدمعاشوں کو سہولت دینا چاہتا ہے تو اسے بھی بل پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح سودی لین دین کرنے والی بڑی کاروباری مچھلیاں اپنی پسند کی سودی اصلاحات کے نفاذ کے لیے قانون سازی کروا سکتی ہیں، شراب و کباب کے رسیا بھی اسمبلی سے ریلیف حاصل کرنے کے لیے بل پیش کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہیجڑے بھی اپنی تنظیمیں بنا کر ہیجڑا سازی کے کاروبار کو قانونی جواز عطا کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی شرط ہے کہ وہ دستور کے مخالف نہ ہو، جب کہ اسلام کے مخالف ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے بعد اگر پارلیمنٹ کی اکثریت چاہے تو ان تمام قراردادوں اور مطالبات کو منظور کر کے انہیں جواز مہیا کر سکتی ہے اور اس کے بعد تمام لوگوں پر انہیں تسلیم کرنا اور ان کا احترام کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح وہ قانون جو پارلیمنٹ سے منظور ہو جائے... اگرچہ کہ وہ شریعت سے کلی طور پر متصادم ہی کیوں نہ ہو... دینِ جمہوریت میں اسے ہر طرح کا تحفّظ اور تقدّس حاصل ہو گا کیونکہ پارلیمنٹ کی بالادستی اِس کے نزدیک ہر قسم کی حاکمیت سے بالاتر ہے۔

ثالثاً: دینِ اسلام میں کسی چیز پر یہ حکم لگانا کہ یہ حق ہے یا باطل، جائز ہے یا ناجائز، حرام ہے یا حلال... اُس دلیلِ شرعی کی بنیاد پر ہوتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے، جب کہ اجماع و قیاس بھی اسی کے تابع اور اسی سے مستنبط ہوتے ہیں۔ ایسے احکام کا ثبوت محض عقل، ذوق، رغبت، صلاحیت یا تجربہ پر مبنی نہیں ہوتا۔ حق تو وہ ہے جو خالص اور پاکیزہ آسمانی احکام پر مبنی ہو۔ یہ کسی گروہ یا جماعت کی ملکیت نہیں خواہ وہ کیسے ہی اوصاف کے حامل کیوں نہ ہوں، چاہے وہ سیاست سے متعلق ہوں، چاہے اکثریت کے حامل ہوں، چاہے عربی ہوں اور چاہے عجمی۔ وہ صرف اس وجہ سے حق ہے کہ شریعت نے اسے حق کہا ہے۔ اور جو باطل ہے وہ اس لیے باطل ہے کہ شریعت اسے باطل قرار دیتی ہے۔ اگر آسمانوں اور زمینوں کے تمام لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ شریعت سے ثابت شدہ حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیں تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حق، حق ہی رہے گا اور باطل، باطل ہی کہلائے گا۔ ہدایت کو ہدایت ہی کہا جائے گا اور گمراہی، گمراہی ہی قرار پائے گی۔ جب کہ لوگوں کی قیاس آرائیوں اور اٹکل کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ بات اسلام سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کے برعکس دینِ جمہوریت میں کسی چیز کے صحیح یا باطل ہونے پر اور اس کے حسن و قبح پر حکم لگانا پارلیمنٹ کی غالب اکثریت کا حق ہے۔

☆☆☆☆☆

پاکستان، مسائل اور حل

استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کا اہلِ پاکستان کے نام پیغام

مئی ۲۰۱۳ء میں ہونے والے عام انتخابات کے موقع پر شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ نے اپنے پاکستانی مسلمان بھائیوں کے نام یہ پیغام جاری کیا…اس پیغام میں حضرتِ استاد رحمہ اللہ نے مسائل وآلام میں پسے اس خطے کے مسلمانوں کو انتہائی دردمندی سے مخاطب کیا، اُن کی پریشانیوں اور مصائب کے اسباب وعوامل کا تذکرہ کیا، یہاں کے اہلِ اسلام کی زندگیاں تنگ کردینے اور اُنہیں دنیاوآخرت کی فلاح سے کر کے ذہنی، فکری، معاشی، معاشرتی اور علمی وعملی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے والے طبقۂ مُترفین کے مکروہ کردار کو بھی بیان کیا اور اس ذلتوں بھری زندگی سے نجات پانے کی سبیل بھی واضح کی… آج پانچ سال بعد ہمارے مسلمان پاکستانی بھائیوں کی حالت 'سنبھلنے کی بجائے مزید دگرگوں ہے۔ ایسے میں استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کا پیغام دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے… جنتوں کا مسافر یہ شہید عالم ربانی ہم سب سے مخاطب ہے اور ہماری بھلائی اور فلاح کی پکار لگا رہا ہے! اس پکا کو سنئے کہ یہی اسی میں قوم کی دنیوی واخروی نجات کا پیغام ہے![ادارہ]

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه وذريته اجمعين ،اما بعد

سرزمین پاکستان پر بسنے والے میرے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ حقیقت یقیناً آپ سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارا ملک آج اپنی تاریخ کے نہایت نازک مرحلے سے گزر رہا ہے۔ ملکی معیشت تباہ ہو چکی ہے، عوام مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں خودکشیوں پر مجبور ہیں، گیس، بجلی اور پانی جیسی بنیادی ضروریات زندگی کا حصول بھی مشکل ہو گیا ہے۔ کرپشن اور بدعنوانی کے ذریعے اس زمین کے قیمتی وسائل لوٹے اور بیرون ملک منتقل کیے جارہے ہیں… ملکی آزادی وخودمختاری ہر روز امریکی ڈرون حملوں کے ذریعے پامال ہو رہی ہے… بدامنی عام ہو گئی ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے خود چوری، ڈاکوں، بدکاری اور منشیات کی خرید وفروخت جیسے جرائم کی سرپرستی کر رہے ہیں… ملک کے خفیہ ادارے اپنے ہی شہریوں کی جاسوسی کرنے، اُنہیں اغوا کرنے اور اُن کی مسخ شدہ لاشیں بیابانوں ویرانوں میں پھینکنے میں مصروف ہیں… برّی اور فضائی افواج کی قیادت فخر یہ اعلان کر رہی ہے کہ اُس نے بھارت کے خطرے سے منہ پھیر کر اب اپنی ہی آبادی کے خلاف جنگ کرنے کو اپنی اولین ترجیح بنا لیا ہے… ملک امریکی کالونی بن چکا ہے… اور امریکی خفیہ ایجنسیوں کے کارندے ملک بھر میں دندناتے پھر رہے ہیں…

بلوچستان، قبائلی علاقہ جات، مالاکنڈ وسوات اور کراچی سمیت پورا پاکستان ہی میدانِ کارزار بن چکا ہے… لادین سیکولر طبقات اپنے کفریہ عقائد اور ملک کو سیکولر بنانے کے عزائم کا کھلم کھلا اظہار کر رہے ہیں… اسلام کے نام پر حاصل کردہ پاکستان میں علمائے اسلام غیر محفوظ ہیں… آئے روز ملک کے کسی نہ کسی حصے میں کوئی نہ کوئی ممتاز عالم دین شہید ہو رہا ہے… اور تو اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اس پاک سرزمین پر بھی قرآن عظیم الشان اور نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے واقعات معمول بن گئے ہیں اور ان گستاخوں کا ہر بار صاف بچ نکلنا بھی معمول بنتا جارہا ہے…

یہ اور ایسے دسیوں ہزار مسائل آج پاکستان کو گھیرے ہوئے ہیں… اور یہ تبصرے اب اکثر ہی سننے کو ملتے ہیں "اگر فلاں کام نہ کیا گیا تو پاکستان تباہ ہو جائے گا، اگر فلاں قدم نہ اٹھایا گیا تو ملک ٹوٹ جائے گا"… یقیناً یہ صورت حال اس سرزمین اور اس میں بسنے والے کروڑہا مسلمانوں سے محبت رکھنے والے اور اُن کے غموں کو اپنا غم جاننے والے ہر فرد کے لیے نہایت باعث تشویش ہے…

نااہل شیطانی تکون:

میرے عزیز بھائیو! پاکستان کے موجودہ حالات اور اُس کی ۶۵ سالہ سیاسی تاریخ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ملک کا حکمران طبقہ یعنی سرمایہ دار اور جاگیر دار سیاسی خاندانوں، فوجی جرنیلوں اور بیوروکریٹ افسروں کی شیطانی تکون اس ملک کے معاملات چلانے کے لیے قطعاً نااہل ہے… یہ مفاد پرست ودین بے زار طبقہ ہمیں دنیا وآخرت دونوں کی تباہی کے رستے پر لے جارہا ہے… ملکی معاملات ان کے ہاتھ میں چھوڑنے ہی کے سبب مشرقی پاکستان الگ ہوا… اور اب انہی کی حماقتوں اور ظلم وفساد سے باقی ماندہ پاکستان بھی خطرے میں ہے…

ان سے مزید توقعات وابستہ کرنا، پارلیمانی قراردادوں، عدالتی مداخلت یا فوجی انقلاب میں مسائل کا حل تلاش کرتے رہنا اور معاشرے کے مخلص اور صاحب فہم افراد کا بھی یہی روایتی گردان دہرانا یقیناً حقائق سے فرار پر مبنی رویہ ہو گا… یہ علم رکھنے کے باوجود کہ قوت واقتدار کے حامل طبقے کی ترجیحات ہی مختلف ہیں، وہ اس بنیادی اہلیت ہی سے عاری ہیں جو ان مسائل کو حل کرنے کے لیے مطلوب ہے… بلکہ وہ تو خود تمام مسائل کی جڑ ہیں… اس سب کے باوجود انہی کی طرف امید کی نگاہوں سے دیکھنا درحقیقت سراب کو سراب جاننے کے بعد بھی اس تمنا میں اُس کے پیچھے دوڑتے رہنے کے مترادف ہے کہ شاید یہ سراب کبھی پانی میں بدل جائے… یقیناً یہ رویہ کسی صاحب ایمان اور صاحب عقل کو زیب نہیں دیتا…

آیئے!اس تلخ مگر ناقابل تردید حقیقت کا سامنا کریں کہ ہم بحیثیت قوم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں یا شاید تباہی کے گڑھے میں گر چکے ہیں اورافسوس کہ جن کے ہاتھ میں ۶۵ سال سے قیادت و رہبری ہے، وہی اس تباہی کے ذمہ دار ہیں... یہ صورت حال اس ملک کے سنجیدہ اور دردِ دل رکھنے والے لوگوں پر ذمہ داری کا بھاری بوجھ عائد کرتی ہے... اب مزید انتظار و تاخیر کا وقت نہیں، ورنہ حالات ایسے مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں سے واپسی ناممکن ہو گی... اس ملک کے اہل علم و نظر، اہل صدق واخلاص حضرات پر لازم ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں، مجتمع ہوں اور بلا تاخیر قوم کی رہ نمائی کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کریں... بلاشبہ یہ معمول کی زندگی گزارتے رہنے اور روزمرہ مصروفیات میں مشغول رہنے کا وقت نہیں... عوام کسی رہبر کے متلاشی ہیں اور کسی صالح اور قابل اعتماد قیادت کے منتظر ہیں...

حقیقی قیادت کا اہل کون...؟

میں اس موقع پر بالخصوص اس ملک کے علمائے حق سے درخواست کروں گا... وہ اس قوم کی کشتی کو منجدھار سے نکالنے کے لیے آگے بڑھیں... اس سے قبل کہ کوئی اور مداری اور دھوکے باز آگے بڑھے اور حکمرانوں سے بے زار اور حالات سے تنگ عوام کو کسی ایسی سمت میں لے جائے جو اس قوم کو ایک نئی منجدھار میں پھنسانے کا باعث ہو... بلاشبہ اس مرحلے پر بھی فساق وفجار اور بدطینت افراد کے ہاتھوں میں قیادت چھوڑ دینا، اس خطے کے لیے اور اس میں اسلام اور اہل اسلام کے مستقبل کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے... یہ تو دشمنانِ دین کی دلی تمنائیں پوری کرنے کا باعث ہو گا... اقبال نے شیطان اور اُس کے چیلوں کی اسی تمنا کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے...

؎ تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
خیر اسی میں ہے، قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات

اور کہتے ہیں کہ

؎ ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

میرے محترم علمائے کرام او راساتذہ عظام! یقیناً حق گو علما ہی مسلم معاشرے کی حقیقی قیادت ہیں... استعماری طاقتوں نے ان سے یہ مقامِ قیادت بزور قوت چھینا تھا... لیکن اب اس نازک مقام کو دوبارہ سنبھالنے کا وقت آچکا ہے اور اس کے بھاری تقاضے پورے کرنا ایک شرعی فریضہ بن چکا ہے... جس طرح لوگوں کے شخصی معاملات میں آپ حضرات اُنہیں دین کا حکم بتاتے ہیں، اسی طرح ان کے اجتماعی امور میں بھی آپ ہی نے انہیں اسلام کی مبارک تعلیمات کی روشنی میں لے کر چلنا ہے...

میرے محترم علمائے کرام او راساتذہ عظام! اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو کتاب و سنت کا وہ مبارک علم دیا ہے جس کی روشنی اندھیری راتوں میں بھی راہ دکھاتی ہے... بلاخیز طوفانوں میں بھی منزل پر پہنچاتی ہے... اس ملک کے افق پر چھائے گہرے بادل بھی اسی علم کے نور سے چھَٹ سکتے ہیں... میرے محترم علمائے کرام او راساتذہ عظام! اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو وہ لاکھوں طلبہ و متبعین دیے ہیں جو آپ کے حکم پر اس دین کی خاطر سر تک کٹانے پر تیار ہیں... ابھی چند دن قبل ہی کراچی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے موقع پر مولانا عثمان صاحب نے فرمایا تھا:

> ''اس وقت پاکستان میں وفاق المدارس کے ۳۵ لاکھ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور ہزاروں کی تعداد میں مدارس ہیں... ایسا نہیں ہے کہ یہ ۳۵ لاکھ طلبہ آسمان سے اترے ہیں یا زمین سے نکلے ہیں، ان کے خاندان ہیں، گھر بار ہیں... کروڑوں میں یہ تعداد پہنچتی ہے... کیا حکومت ہمیں مجبور کرنا چاہتی ہے کہ ہم اس پبلک کو سڑکوں پر نکالیں؟''۔

میرے محترم و محبوب علمائے کرام! اب وقت آگیا ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس خطے کو تباہی سے بچانے کے لیے یہ قوت بروئے کار لائی جائے... قدم بڑھایئے، قوم کی رہ نمائی کیجیے، شریعت کی روشنی میں ایک واضح لائحہ عمل دیجیے... ان شاء اللہ اس ملک کے عوام آپ کے ساتھ ہوں گے اور آپ اپنے مجاہد بیٹوں کو بھی ہر قدم پر اپنا دست وبازو پائیں گے... ابھی کچھ عرصہ قبل ہی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس قوم نے گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج کے موقع پر کس طرح ایک دن میں بیس سے زائد جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اپنی نبی علیہ صلوۃ اللہ وتسلیمہ کی محبت سے سرشار ہو کر ہر قربانی دینے کے لیے نکل آئی۔

یہ واقعہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی دلیل ہے کہ مغرب اور اُس کے آلہ کاروں کی ساری مذموم کوششوں کے باوجود، اُن کے سارے پروپیگنڈے اور گمراہ کرنے کی ساری سازشوں کے باوجود، یہ قوم اپنے دین کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے اور اس کی خاطر قربانی دینے سے لمحہ بھر نہیں جھجکتی... مسئلہ قیادت کے فقدان کا ہے... پس آگے بڑھیے، اللہ آپ کو قوت بخشے، آپ کے اقدامات میں برکت عطا فرمائے، آپ اس امت کا دل ہیں، آپ کی زندگی و حرکت سے امت کی زندگی و موت کا براہ راست تعلق ہے

؎ گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب

دیں بندۂ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

میں اس موقع پر اس ملک کے غیور عوام اور معاشرے کے تمام موثر طبقات سے بھی یہ اپیل کروں گا کہ وہ اہل حق علما کے گرد اکٹھے ہوں...اللہ رب العزت اپنی پاک کتاب میں حکم فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِيْ الأَمْرِ مِنكُمْ (النساء:۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد ہمیں اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے...اور امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور متعدد تابعین و مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے کہ یہاں اولوالامر سے مراد ہے دین کا علم و فہم رکھنے والے افراد...پس میں اس ملک کے عوام و خواص سے، ملکی حالات پر کڑھنے اور دردِ دل رکھنے والے ہر فرد سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ علمائے حق کے گرد اکٹھے ہوں، علما کے دست و بازو بنیں، مساجد کو اپنا بنیادی مورچہ بنائیں اور ایک ملک گیر عوامی تحریک کی بناڈالیں جو اس ملک کو ان مسائل سے نجات دلانے پر منتج ہو جس میں آج یہ مبتلا ہے...

مسائل کا حل:

میں اس ملک کے تمام اُن افراد سے جو اس قوم کا غم کھاتے ہیں اور حالات کو بدلنے کے لیے درکار جذبہ عمل اور غیرت و حمیت رکھتے ہیں، یہ درخواست کروں گا کہ وہ یہ یقین اپنے سینوں میں راسخ کرلیں کہ ہمارے تمام مسائل کا حل شریعت پر عمل کرنے اور اسے غالب و حاکم بنانے میں پوشیدہ ہے فرنگی سامراج کی مسلط کردہ جمہوریت اور امریکی سامراج کے وفادار جرنیلوں کی آمریت ہم بہت بھگت چکے...اس دھرتی کے سارے وسائل یہ بدبخت نظام چوس گئے...ہم نے رب سے منہ پھیرا تو ہماری زمین کی زرخیزی چھِن گئی، آسمان نے اپنے خزانے روک لیے...ہم نے دین کے احکامات پامال کیے تو ہم اللہ جل جلالہ کی رحمت سے محروم ہوگئے...ایسا کیوں نہ ہو جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مسائل کے سبب کی واضح نشان دہی کرتے ہوئے فرمادیا:

وما حكموا بغير ماانزل الله الا فشا فيهم االفقر

"اور جب بھی کوئی قوم اللہ کی نازل کردہ شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرے گی تو اُس میں فقر و فاقہ پھیل جائے گا"۔

جب کہ ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

اذاظهرالزناوالربا فی قرية فقد احلوابانفسهم عذاب الله

"جب کسی بستی میں زنا اور سود پھیل جائے تو وہ خود کو اللہ کے عذاب کا حق دار بنالیتے ہیں"۔

پس شریعت کا نفاذ ہی ہمارے مسائل کا حل ہے، ہمارے دکھوں کا مداوا ہے، ہمارے رب کی رضا، دنیا میں اُس کی تائید و نصرت اور آخرت میں اُس کی جنتوں کے حصول کا واحد رستہ ہے...بندۂ فقیر کی نگاہ میں شریعت کے نفاذ کی سمت چند بنیادی عملی اقدامات یہ ہو سکتے ہیں:

1) موجودہ فاسد سیاسی و فوجی قیادتوں کی بجائے ربانی علما کے گرد اکٹھا ہوا جائے۔

2) معاشرے کے صالح بااثر افراد و طبقات دشمن کی سازشوں اور ہر قسم کے دباؤ کے مقابلے میں علما کو قوت بخشیں، ان کی پشت پر کھڑے ہوں اور ان کی حفاظت و حمایت کریں تاکہ وہ آزادانہ کلمۂ حق کہہ سکیں۔

3) معاشرہ اپنے باہمی فیصلوں اور تنازعات کے حال کے لیے تھانہ کچہری کے متعفن، کرپٹ اور باطل نظام کی جگہ دارہائے افتاء کی طرف رجوع کرے، علمائے کرام دار الافتاء میں شرعی دارالقضا بھی قائم کریں اور یوں محلوں، قصبوں اور شہروں کی سطح پر نفاذ شریعت کا عملی آغاز کیا جائے۔

4) دین سے محبت کرنے والے نوجوانوں پر مشتمل ایسے گروپس تشکیل دیے جائیں جو علمائے کرام کی رہ نمائی میں اپنے محلوں اور علاقوں کی سطح پر منکرات کے خاتمے اور کمزوروں و مظلوموں کی مدد کا فرض سرانجام دیں۔

5) ملک بھر کے باحمیت اور حق گو علما اکٹھے ہو کر ملکی سطح پر، تمام شعبہ ہائے زندگی میں شریعت کے جامع اور مکمل نفاذ کا مطالبہ کریں اور یہ نفاذ، دین سے جاہل اور سورہ اخلاص پڑھنے کی صلاحیت سے بھی عاری ممبران پارلیمان کی بجائے ملک کے جید علما کی رہ نمائی میں انجام پائے۔

6) ملک بھر کے اہل حق علما ملک سے امریکی نفوذ کے مکمل خاتمے اور پاکستانی سرزمین سے افغانستان پر قابض امریکی افواج کے ساتھ کیے جانے والا ہر قسم کا تعاون رکوانے کے لیے مضبوط و متفقہ موقف اختیار کریں۔

میری رائے میں یہی اقدامات اس قوم کو مسائل کی دلدل سے نکالنے، رب کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ملک کو ٹوٹنے یا بھارت اور امریکہ کا براہ راست غلام بننے سے بچانے کی واحد سبیل ہیں...

اپنی بات سمیٹنے سے قبل میں قبائل کے غیور عوام سے بھی اپیل کروں گا کہ وہ حالات کی نزاکت کا ادراک کریں اور دشمنوں کی سازشیں سمجھنے کی کوشش کریں...دنیا بھر کی دین دشمن قوتیں قبائلی عوام کا اسلام سے والہانہ لگاؤ دیکھ چکی ہیں اور قبائلی علاقہ جات کو اپنے مذموم مقاصد میں حائل ایک اساسی رکاوٹ سمجھتی ہیں ... تبھی آج ہر ترغیبی و ترھیبی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے اس خطے کے عوام کو جھکانے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے...ایک طرف تو قبائل کو جمہوریت کا تحفہ دینے کے وعدے کیے جارہے ہیں، گویا کہ جمہوریت کوئی بڑی اعلیٰ وارفع شے ہو... وہی جمہوریت جس نے ملک کے بندوبستی علاقوں میں رہنے والوں کانہ دین سلامت چھوڑا اور نہ ہی دنیا اور ملک کو اس بھیانک صورت حال سے دوچار کیا...قبائل کو بھی وہی گھٹیا نظام دینے کی نوید سنائی جارہی ہے۔دوسری جانب قبائلی عوام کے بے رحمانہ قتل اوران کے گھروں کی حرمت پامال کرنے کا سلسلہ بھی بلاناغہ جاری ہے...چند دن قبل ہی خیبر ایجنسی کے علاقہ باڑہ میں فوج نے گھروں میں گھس کر اٹھارہ عام شہریوں حتیٰ کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں تک کو جس بہیمانہ انداز سے شہید کیا... اُس نے ہر مسلمان کو ہلا کر رکھ دیا...پھر ان شہدا کی لاشوں سمیت پشاور میں احتجاج کرنے والوں پر پولیس نے جس طرح گولیاں برسائیں اور درجن بھر لوگوں کو زخمی کیا، وہ قبائلی عوام کو یہ سمجھانے کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ ملک کا مقتدر طبقہ اور سیکورٹی ادارے قبائلی عوام کے ساتھ اُسی متکبرانہ انداز میں معاملہ کررہے ہیں جو اُنہوں نے اپنے فرنگی آقا سے سیکھا ہے۔ یہ بدبخت حکمران اس خطے کے لوگوں کو اپنے سے کم تر مخلوق سمجھتے ہیں، ان کے جان ومال کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں اوران کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں...اسی لیے اب وقت آچکا ہے کہ قبائلی عوام اپنے حقوق لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور قبائلی علماو مشران یک زبان ہو کر شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کریں...یقین رکھیے کہ قبائل کے جملہ دینی و دنیوی مسائل کا حل نہ تو ایف سی آر میں ترمیمات سے ممکن ہے اور نہ ہی جمہوری نظام کے نفاذ سے...اس خطے کی فلاح و کامیابی بس شرعی نظام کے قیام میں پوشیدہ ہے...یہی قبائل کا قدیم اور متفق علیہ مطالبہ ہے...اسی مقصد کی خاطر فقیر اپی، حاجی ترنگزئی اورامیر نیاز علی خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے جہاد کیا اوراسی کا حکم ہمیں اللہ جل جلالہ نے دے رکھا ہے...

اللہ پاکستان کو داخلی و خارجی دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ فرمائیں، ہماری محبوب قوم کو اس تکلیف دہ صورت حال سے نجات عطا فرمائیں اوراس ملک کو شریعت کی بہاریں نصیب فرمادیں...یقیناً اللہ جل شانہ کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں...اور اُس کے مومن بندے اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے!!!

وصلی اللہ علی نبینا محمدوعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما

☆☆☆☆☆

ایک اور اہم امر جس پر ہمیں توجہ کی ضرورت ہے وہ استشہادی عملیات کی فقہ' جسے فقہائے کرام 'قاعدہ تترس' سے موسوم کرتے ہیں 'اس کی حدود و قیود کو واضح کرنا ہے۔ہم اپنے ساتھیوں کے سامنے اس کی تشریح کریں بالخصوص وہ ذمہ داران جو ان کارروائیوں کی منصوبہ بندی اور تنفیذ کرتے ہیں اور وہ فدائیین جو 'ان عملیات میں شریک ہوتے ہیں ان پر ان مسائل کا واضح ہونا بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ فدائی مجاہد اس حوالے سے لاپرواہ اور لاعلم ہوتے ہیں اور عوام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔بالخصوص ایسے کم سن فدائی جو علم و معرفت سے نابلد ہوتے ہیں اور ان کی کوئی دینی تربیت نہیں ہوتی اور اس سے بھی بڑھ کر وہ خطرناک ہدایات ہوتی ہیں جو انہیں عین موقع پر دی جاتی ہیں جو العیاذ باللہ دین کے مخالف ہوتی ہیں۔ جیسے مجاہدین میں سے بعض لوگ انہیں یہ پڑھا دیتے ہیں کہ "بازاروں میں پھرنے والے عوام چونکہ اہلِ حق اور مجاہدین کی نصرت نہیں کرتے اور طاغوت اور مرتدین کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں اس لیے منافق ہیں۔چنانچہ ان میں سے جتنے بھی مارے جائیں فدائی پر اس کا کوئی وبال نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کے خون کے بارے میں اس سے کوئی پوچھ ہو گی"۔بلاشبہ یہ مطلقاً ایک عظیم خطا، واضح گمراہی ہے اور ایک بڑے فساد کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

بے شک وہ مسلمان ممالک جہاں مرتد حکومتیں قائم ہیں وہاں کی عام آبادی، سڑکوں اور بازاروں میں پھرنے والی عوام بالاصل اور مجموعی طور پر مسلمان ہیں۔پھر ان میں صالحین اور دیگر آپس میں ملے ہوئے ہیں، ان میں کچھ ایسے ہیں جو مرتد کافر ہیں اور ان کا خون حلال ہے۔لیکن مسلمان ممالک میں بسنے والے عوام مجموعی طور پر مسلمان ہیں جو کتاب و سنت اور مسلمانوں کے مشہور مذاہبِ اربعہ کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں اور یہ مسئلہ متعدد کتب اور ابحاث سے ثابت ہے۔جو کوئی اس کے خلاف کہتا ہے تو وہ یقینا غلو اور گمراہی کا شکار ہے اور اہلِ علم کی متفقہ رائے کا مخالف ہے۔

مسلمان عوام کے فسق و فجور، کمی و تقصیر یا جہاد کی نصرت سے پیچھے بیٹھ جانے کے باوجود اگر کوئی اوپر بیان کردہ وجوہات کی بنیاد پر جان بوجھ کر ان پر قتل کا حکم لگاتا ہے اور اس زعم میں ہے کہ ان کے خون کے بارے میں اس سے کوئی بازپرس نہیں ہو گی تو وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے اور علم و فقہ کی حدود سے خارج ہے ۔ ایسا شخص حرام کا مرتکب ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ناراضی، غضب اور پکڑ کو دعوت دے رہا ہے۔وہ اس بات کا حق دار ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کو ناکام کرکے دشمن کو اس پر مسلط فرمادے۔

شہید عالم ربانی شیخ عطیۃ اللہ اللیبی رحمہ اللہ کے "امرائے جہاد کے نام پیغام" سے اقتباس

ووٹ کی شرعی حیثیت....تصویر کا حقیقی رُخ!

غور وفکر کے نئے زاویے

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شمس الہدیٰ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ووٹ جمہوری نظام کا اساسی جز اور بنیادی رکن ہے، ووٹ جمہوریت کی تشکیل میں کلیدی عنصر ہے، جمہوری نظام اپنے تمام کل پرزوں کے ساتھ انسانوں کا بنایا ہوا خود ساختہ نظام ہے، نہ کہ اللہ کا نازل کردہ نظام، اس نظام کے کسی جزء کو اپنے دوسرے اجزا سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا، اگر کسی عالم سے لغزش ہوئی ہو تو یقیناً وہ اجتہادی خطا کی وجہ سے عنداللہ ماجور ہے، مگر حق واضح ہونے کے بعد اس غلطی پر اصرار انتہائی خطرناک اور موجب غضب الٰہی ہے، (زلة العالِم زلة العالَم)

آیئے! اب جائزہ لیتے ہیں کہ ووٹ کیا ہے؟

ا۔ کہا جاتا ہے کہ ووٹ شہادت ہے ۔ شہادت کی شرعی تعریف فقہانے لکھی ہے "الشهادة اخبار صادق فى مجلس الحكم بلفظ الشهادة" (حاشیۃ ھدایۃ جلد ۳ للعلامۃ اللکھنویؒ) تو شہادت کے لیے درج ذیل چیزیں ضروری ہیں۔

(الف) خبر دینا

(ب) مجلس حکم کا ہونا

(ج) مشہود بہ کا مشاہد اور معین ہونا

(د) لفظ شہادت کا ہونا

جب کہ ووٹ میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی، ووٹ کسی شخص کے لکھے ہوئے نام کے سامنے بنے ہوئے کسی نشان پر تنہائی میں ٹھپہ لگانے کو کہتے ہیں، تاکہ وہ شخص کسی فورم یا ادارے کا رکن یا سربراہ بن جائے، اور اس کے اندر حکمران بننے یا بنانے کی اہلیت و ولایت پیدا ہو جائے، تو یہ انشاء ہوا نہ کہ اخبار، لہٰذا اس میں نہ تو اخبار ہے نہ مجلس حکم، نہ مشاہدہ و معاینہ، نہ لفظ شہادت، نہ اس شہادت پر مترتب ہونے والی قضائے قاضی۔ یہ تو بات ہوئی ارکان شہادت کی اور 'رُکن کے انتفاء سے اصل شی کا منتفی ہونا' اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔ رہیں شہادت کی شروط، تو وہ بھی یہاں نہیں پائی جاتیں، نہ عدد کی حد ہے نہ عدالت کی، مرد عورت، آزاد غلام، فاسق فاجر، چور بدعنوان، زانی ڈاکو، قاتل اور صالح، بلکہ مسلم وکافر حتی کہ عقلمند اور پاگل وبے وقوف سب برابر ہیں۔ خاص طور پر علماء کی توجہ کیلیے عرض کرونگا کہ ووٹ کو شہادت قرار دینا بداہۃً غلط ہے اس لیے کہ شہادت دلالت لفظیہ کے قبیلے سے ہے اور ووٹ دلالت غیر لفظیہ ہے "والشئ لایحتمل ضده" کا قانون مُسلّم بین العقلاء ہے۔

۲۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ سفارش ہے، حالانکہ یہ سفارش بھی نہیں کیونکہ

الف: سفارش کا مطلب تو یہ ہے کہ ووٹر اپنے پسندیدہ امیدوار کو رکن بنانے کی کسی اتھارٹی کو سفارش کرے اور یہاں تو وہ کسی کو سفارش نہیں کر رہا بلکہ اپنا حکم اور فیصلہ صادر کر رہا ہے، کہ میں نے اس شخص کو اپنا نمائندہ اور رکن اسمبلی بنادیا ہے۔

ب: اگر کسی اتھارٹی کو سفارش ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ اتھارٹی اور حکومت تو ابھی وجود میں ہی نہیں آئی، بلکہ خود اس کا وجود اس رکن کے ووٹ پر موقوف ہے، یہ بھی عقلاً باطل ہے، کیونکہ دور اور "توقف الشئ على نفسه" کو مستلزم ہے۔

۳۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ مشورہ ہے، درحقیقت یہ مشورہ بھی نہیں، جس کو دیا جا رہا ہے وہ خود ابھی وجود میں نہیں آیا علاوہ ازیں مشورہ کا ماننا لازم نہیں ہوتا لیکن یہاں ایسا نہیں، نیز یہاں مشورہ نہیں بلکہ تعیین اور تقرر ہے۔

۴۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ووٹ امانت شرعیہ ہے، مگر یہ بھی ڈھکوسلہ ہے اور حقیقت میں ووٹ امانت بھی نہیں، کہ جب جمہوری نظام ہی خود ساختہ اور غیر شرعی ہے کیونکہ ووٹ کے ذریعہ جمہور یعنی عوام کی حاکمیت قائم ہوتی ہے جو کہ جمہوریت کا مقصد اصلی اور بنیادی منشا ہے جیسا کہ جمہوریت کی تعریف سے واضح ہے جبکہ اسلام غیر اللہ کی حاکمیت کو شرک قرار دیتا ہے۔ تو ووٹ امانت شرعیہ کیسے ہوئی؟ عوام کا حکمرانوں کو اپنے ہاتھوں سے تراش کر ان کی اطاعت کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ بت پرستوں کا اپنے ہاتھوں سے بت تراش کر ان کی عبادت اور اطاعت کرنا۔ اسی لیے تو جمہوری نظام میں حکمران کی کوئی وقعت اور وقار نہیں ہوتا۔ ہر طرف سے دباؤ اور بلیک میلنگ کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ جمہوریت حکمران کو در در کا بھکاری بنادیتی ہے کہ وہ ذلیل ورسوا ہو کر ہر ایرے غیرے سے ووٹوں کی بھیک مانگتا رہتا ہے۔ اسی لیے جمہوری حکمران بظاہر جتنا بھی کروفر میں نظر آئے درحقیقت اس کی کوئی عزت و حرمت نہیں ہوتی۔

۵۔ کہا جاتا ہے کہ ووٹ وکالت ہے یہ بھی غلط ہے

(الف) عقود خلوت میں یکطرفہ طور پر اکیلے منعقد نہیں ہوتے شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں

(ب) جب ووٹ گنے جاتے ہیں تو پتہ نہیں چلتا کہ کونسا ووٹ کس کا ہے لہذا جب وکیل صاحب کو مؤکل کا علم ہی نہ ہو تو انعقاد وکالت کیسے؟ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں

(ج) اگر وکالت ہے تو ہارنے والا بھی وکیل بننا چاہئے۔ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ مؤکل وکیل کا تقرر کرے اور وہ وکالت کی تمام شرعی شرائط پر پورا اترے پھر بھی وکیل نہ بن سکے

(د) اگر وکالت ہے تو شریعت میں مؤکل جب چاہے وکیل کو معزول کر سکتا ہے یہاں کیوں نہیں؟

(ہ) جب نمائندہ اپنے فورم سے استعفیٰ دے کر پھر واپس لے لیتا ہے تو وہ اپنی سیٹ پر برقرار رہتا ہے حالانکہ شریعت میں جب وکیل وکالت سے دستبردار ہو جاتا ہے تو پھر خود سے وہ دوبارہ وکیل نہیں بن سکتا جب تک مؤکل نہ بنائے۔

(و) شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں کہ کچھ افراد ایک شخص کو وکیل بنائیں اور دوسرے کسی اور کو اور پھر کچھ افراد کا منتخب کردہ اُنکا بھی وکیل بن جائے جنہوں نے اس کو نہیں بنایا۔

(ز) بلا مقابلہ انتخاب کی صورت میں تو کسی نے کسی کو نہ وکیل بنایا، نہ مشورہ دیا، نہ شہادت، نہ امانت کی صورت بنی، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہو گی؟

منحوس جمہوری نظام حکومت گناہوں کا مجموعہ

اب آیئے ان گناہوں کی مختصر فہرست کی طرف جن کا یہ شیطانی نظام (جمہوریت) مجموعہ ہے، بلکہ ان میں کئی گناہ تو باعث کفر ہیں۔

۱۔ حکومت الٰہیہ اور نظام خلافت کے مقابلے میں جمہور کی حکومت قائم کرنا

۲۔ قانون سازی کا اور ترمیم کا اختیار حکومت و پارلیمان کو دینا

۳۔ غیر مسلم کفار کو ارکان اسمبلی و حکومت بنانا

۴۔ عورتوں کو ارکان اسمبلی و سربراہ حکومت بنانا

۵۔ فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کرنا

۶۔ حکمرانوں کا خدا کی جگہ عوام کے سامنے جوابدہ ہونے کا اعتقاد

۷۔ اظہار رائے کے نام سے بے لگام آزادی، جو کہ مفضی الی الارتداد ہے

۸۔ پارلیمنٹ کو سپریم سمجھنا

۹۔ عوام کو قوت کا سرچشمہ سمجھنا

۱۰۔ عوام کو تنظیم سازی اور پارٹیاں بنانے کا حق دینا

۱۱۔ شریعت اور قرآن وسنت پر آئین کی بالادستی اور آئین کو قرآن، سنت سے زیادہ اہمیت دینا (اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے گناہ ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں)

انتخابات اور ووٹوں کے موقع پر ہونے والے گناہ:

۱۔ برادریوں، پارٹیوں اور قومیتوں کے تعصب میں مبتلا ہونا

۲۔ بسا اوقات جھوٹی قسمیں اور گواہیاں دینا

۳۔ وعدہ خلافی کرنا

۴۔ بلند وبانگ دعوے اور جھوٹے وعدے کرنا

۵۔ مسلمانوں کو منافق اور ذوالوجہین بنانا

۶۔ بے تحاشا جھوٹ بولنا

۷۔ ووٹ کی خاطر حق بات کہنے سے گریز کرنا یا ہاں میں ہاں ملانا

۸۔ ایک دوسرے کی غیبت کرنا

۹۔ سب وشتم اور گالم گلوچ کرنا

۱۰۔ بہتان تراشی والزامات کی بوچھاڑ

۱۱۔ ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ دری کرنا

۱۲۔ رشوت دے کر ووٹ خریدنا

۱۳۔ اسراف وتبذیر اور مسلمانوں کے قیمتی مال کا ضیاع

۱۴۔ حب جاہ کا پیدا ہونا

۱۵۔ حب دنیا کا پیدا ہونا

۱۶۔ امت مسلمہ کے معاملات ومصائب سے لاتعلقی اختیار کرنا

۱۷۔ مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا

۱۸۔ معاہدہ توڑنا

۱۹۔ تکبر خصوصاً جو جیت جائے اسکا تکبر قابل دید ہوتا ہے

۲۰۔ دشمنی و قتل اور خونریزی تک کا ارتکاب

۲۱۔ تصویر اور فوٹو کھنچوانا

۲۲۔ قیمتی وقت ان جمہوری تماشوں میں ضائع کرنا

۲۳۔ مسلمانوں کے املاک کو نقصان پہنچانا

۲۴۔ گانا بجانا اور میوزک کا استعمال

۲۵۔ اپنے اپنے امیدوار کی اس کے منہ پر تعریف کرنا

۲۶۔ جعلسازی، دھوکہ، فریب اور دھاندلی کرنا

۲۷۔ قومی وسائل کا بے دریغ استعمال

۲۸۔ کفر، ظلم اور گناہ پر معاونت اور مدد کرنا

۲۹۔ نااہلوں کو نمائندگی اور حکمرانی دینا

۳۰۔ خوشامد اور چاپلوسی کرنا

۳۱۔ مسلمانوں کو ایذا دینا مثلاً راستے بند کرنا، تیز آواز میں لاوڈ اسپیکر استعمال کرنا

۳۲۔ اپنے مسلمان بھائی کی رسوائی، شکست اور تکلیف پر اظہار شماتت اور خوشی

۳۳۔ مسلمانوں کا مختلف تنظیموں اور پارٹیوں میں بٹنا اور امت واحدہ کے تصور کی بیخ کنی ہونا۔

۳۴۔ عورتوں کی بے پردگی اور بلاضرورت (الیکشن مہم اور ووٹ کی خاطر) گھروں سے نکلنا

۳۵۔ مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی تذلیل کرنا استہزاء سخریہ اور ہنسی مذاق اڑانا یعنی اکرام مسلم کے تصور کی نفی۔

۳۶۔ مسلمان کا مسلمان کے مقابلہ میں حریف بن جانا حتیٰ کہ علما بھی، حالانکہ مسلمان کا حریف اللہ تعالیٰ نے کافر و منافق کو بنایا ہے نہ کہ مسلمان کو، بلکہ مسلمان تو مسلمان کا حلیف ہوتا ہے

شیطانی نظام جمہوریت اور جمہوری انتخابات کی وجہ سے مسلمان ان عظیم گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں ان میں سے ایک گناہ ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو دعوت دینے کے لیے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان تمام نافرمانیوں کا کھلم کھلا ارتکاب۔ کیوں نہ اس لعنتی نظام جمہوریت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے والے ان خطرناک گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: جمہوریت اس دور کا صنم اکبر

الغرض اس شخصیت کی طرف سے اپنی نمائش کا کوئی سامان نہ ہو اور عوام کو بے وقوف بنانے کا اس کے پاس کوئی حربہ نہ ہو۔ قوم نے اس کو صرف اور صرف اس بنا پر منتخب کیا ہو کہ یہ اپنے علاقے کا لائق ترین آدمی ہے، اگر ایسا انتخاب ہوا کرتا تو بلاشبہ یہ عوامی انتخاب ہوتا اور اس شخص کو قوم کا منتخب نمائندہ کہنا صحیح ہوتا، لیکن عملاً جو جمہوریت ہمارے یہاں رائج ہے، یہ عوام کے نام پر عوام کو دھوکا دینے کا ایک کھیل ہے اور بس...!

کہا جاتا ہے کہ: جمہوریت میں عوام کی اکثریت کو اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کرنے کا حق دیا جاتا ہے یہ بھی محض ایک پُرفریب نعرہ ہے، ورنہ عملی طور پر یہ ہو رہا ہے کہ جمہوریت کے غلط فارمولے کے ذریعہ ایک محدود سی اقلیت، اکثریت کی گردنوں پر مسلط ہو جاتی ہے! مثلاً: فرض کر لیجئے کہ ایک حلقۂ انتخاب میں ووٹوں کی کل تعداد پونے دو لاکھ ہے، پندرہ اُمیدوار ہیں، ان میں سے ایک شخص تیس ہزار ووٹ حاصل کر لیتا ہے، جن کا تناسب دُوسرے اُمیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں سے زیادہ ہے، حالانکہ اس نے صرف سولہ فیصد حاصل کیے ہیں، اس طرح سولہ فیصد کے نمائندے کو ۸۴ فیصد پر حکومت کا حق حاصل ہوا۔ فرمائیے! یہ جمہوریت کے نام پر ایک محدود اقلیت کو غالب اکثریت کی گردنوں پر مسلط کرنے کی سازش نہیں تو اور کیا ہے...؟ چنانچہ اس وقت مرکز میں جو حکومت کوس لمن الملک بجا رہی ہے، اس کو ملک کی مجموعی آبادی کے تناسب سے ۳۳ فیصد کی حمایت بھی حاصل نہیں، لیکن جمہوریت کے تماشے سے نہ صرف وہ جمہوریت کی پاسبان کہلاتی ہے بلکہ اس نے ایک عورت کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا ہے۔

الغرض! جمہوریت کے عنوان سے عوام کی حکومت، عوام کے لیے کا دعویٰ محض ایک فریب ہے، اور اسلام کے ساتھ اس کی پیوندکاری فریب در فریب ہے، اسلام کا جدید جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں، نہ جمہوریت کو اسلام سے کوئی واسطہ ہے، ضدان لا یجتمعان (یہ دو متضاد جنسیں ہیں جو اکٹھی نہیں ہو سکتیں)

☆☆☆☆☆

"اللہ تعالیٰ، پہلے انبیاء کرام علیہم السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علمائے امت اور مشاہدات کا قطعی فیصلہ ہے کہ، کفر و شرک اور جرائم سے معاشرہ کو پاک کرنے اور دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے صرف زبانی تبلیغ کافی نہیں، جب تک قتال کے ذریعہ کفار کی بڑی بڑی حکومتوں کی شان و شوکت نہ توڑی جائے۔ اس وقت تک نہ عام کفار اسلام کی حقانیت پر سنجیدگی سے غور کر سکتے ہیں اور نہ مسلمان معاشرہ ان کفار کے تسلط، سائنسی ترقی اور مکروہ پروپیگنڈوں اور سازشوں سے پھیلائے ہوئے فواحش و منکرات سے پاک ہو سکتا ہے"۔

فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ

ان لوگوں کا یہ کفر، قریش کے کفر سے زیادہ بدتر کفر ہے

شیخ ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ

جمہوریت کو اپنانے اور سہارا دینے والے ہمیشہ سے ہی مذہبِ اباحیت کے پیروکار، دین کے منکر، مذہب اور دین کو جدا کرنے والے اور سودی کاروبار کو فروغ دینے والے بنے۔ لہٰذا نفاذ اور استحکام جمہوریت کے نتیجے میں ہمیشہ دین مغلوب، مذہب سے دوری، اخلاقی انحطاط اور سودی کاروبار کو استحکام اور فروغ ملا اور آج پاکستان میں بھی جمہوری دانشوروں اور علمبردار طبقے میں زیادہ تر یہی لوگ نظر آئیں گے۔

یہ لوگ جس دین جمہوریت کو اپنا چکے ہیں یہ ان کے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ اہم اور بڑا ہے اللہ کے احکام معطل کیے جاسکتے ہیں ان پر پابندی لگائی جاسکتی ہے جو ان کی مخالفت کرے یا ان سے بغض رکھے یا ان کا مذاق اڑائے تو وہ ان حکمرانوں کا پسندیدہ اور دوست ہوتا ہے ان کا قانون اس شخص کا دفاع کرتا ہے اور اس کو اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے اسے زندہ رہنے کا حق دیتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے دین کی رو سے مرتد ہے۔ البتہ جو شخص ان کے قانون کی مخالفت کرے یا ان کے آئین و دستور پر اعتراض کرے یا ان کے بنائے مختلف خداؤں پر اعتراض کرے تو وہ اسے ناپسندیدہ قرار پاتا ہے قابل سزا ہے اسے جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اس کی مثالیں تو بہت سی ہیں یہاں ہم ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔

جو شخص اللہ کو، اس کے دین اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے عدالت اس کو ایک ماہ کی سزا دیتی ہے یا زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی جب کہ ملک میں خدا بن کر بیٹھنے والے حکمران ان کے وزراء یا عُمّالِ حکومت میں سے اگر کسی کو برا بھلا کہا جائے تو یہی حکومت ایسا کہنے والے کو تین سال قید کی سزا دیتی ہے! یہ لوگ خود کو اللہ کے برابر نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھتے ہیں!

حکمرانوں کی تعظیم اللہ سے زیادہ کی جاتی ہے

اگرچہ اس کو یہ لوگ حقیقتاً اللہ کی تعظیم طرح شمار نہیں کرتے ہیں۔ (اللہ، رسول اور دین اسلام کی توہین کی سزا دو ماہ اور حکمرانوں کی توہین کی سزا تین سال؟) ان سے پہلے کے مشرکین (مشرکین مکہ) اپنے معبودوں سے ایسی محبت کرتے تھے جیسی محبت اللہ سے کرتے تھے انہوں نے ان معبودوں کو تعظیم، تشریع، حکم اور عبادت میں اللہ کے برابر قرار دیا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۶۵)

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرتے ہیں"۔

فرمایا:

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء: ۹۷-۹۸)

"اللہ کی قسم ہم (تمہیں پوجنے والے) واضح گمراہی میں تھے جب ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھا تھا۔"

(یہ تو تھی پہلے والے مشرکین کی عادت یا طرز عمل) جب کہ ہمارے زمانے کے مشرک اتنے سرکش اور باغی ہوگئے ہیں کہ انہوں نے اپنے آقاؤں، خداؤں اور معبودوں کو اللہ سے بھی زیادہ تعظیم دے دی ہے (اللہ ان کی تمام ان باتوں سے بہت بلند ہے) جو بھی ان لوگوں کی عادات اور قوانین سے واقف ہے وہ ہماری بات سے ضرور اتفاق کرے گا۔ آئندہ سطور میں واضح ہو جائے گا کہ ان لوگوں کے نزدیک حقیقی حاکم اور شریعت ساز وہ ہے جو قوانین کی تصدیق کرتا ہے ان کو نافذ کرتا ہے اور وہ اللہ کا نہیں ہے نہ وہ قانون اللہ کا دین ہے بلکہ (ان کا حقیقی حاکم اور قانون ساز) ان کا طاغوت اور الٰہ ہے جس کی یہ اللہ سے بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بنائے ہوئے قانون اس کے حکم کی مخالفت کرنے والے پر غصے ہوتے ہیں اس سے نفرت کرتے ہیں بلکہ اسے سخت سزائیں دیتے ہیں جیلوں میں ڈال دیتے ہیں ان پر ایسے ایسے کیس اور الزامات ڈال دیتے ہیں جو انہوں نے کیے بھی نہ ہوں حالانکہ اللہ کے دین اس کی شریعت کی توہین کی جارہی ہو تو یہ خاموش رہتے ہیں کسی قسم کی کاروائی نہیں کرتے۔

ان کا کفر یہ بھی ہے یہ اللہ کے ساتھ خود قانون ساز بنتے ہیں:

یہ اس دور کا وہ شرک ہے جو انہوں نے رائج کر رکھا ہے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے اپنے آئین میں اللہ کے دین سے متصادم قوانین شامل کر رکھے ہیں یہ قوانین توحید کے منافی بھی ہیں اس لیے کہ انہوں نے ہر معاملے میں قانون سازی کو اپنا حق قرار دے دیا ہے۔

جیسا کہ اردن کے دستور کی اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے:

"قانون سازی کا حق بادشاہ اور اس کے ماتحت اسمبلی ممبران کو حاصل ہے۔ قانون سازی کا ادارہ اپنی صلاحیت دستور کے مطابق استعمال کرے گا"۔

جب کہ اللہ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ: ۲۱)

"کیا ان کے ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں دین میں سے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (یوسف:۳۹)

"کیا بہت سے متفرق ربّ بہتر ہیں یا ایک زبردست اللہ؟"

اللہ تعالیٰ نے قانون کی پیروی کے بارے میں فرمایا ہے:

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ (الانعام:۱۲۱)

"اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم مشرک ہوگے۔"

ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنھوں نے قانون سازی کا پورا اختیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے؟ شریعت سازی کے معاملے میں یہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کے آئین اور دستور کی یہ عبارت "شریعت اسلامی بنیادی مصدر تشریعی مصادر میں سے" اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ ایک اللہ کو شریعت ساز نہیں مانتے بلکہ ان کے ہاں قانون و شریعت کے متعدد ماخذ ہیں جن میں سے کچھ بنیادی اور کچھ فروعی ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت اسلامی صرف ان ماخذ میں سے ایک ماخذ ومصدر ہے۔

بالفاظ دیگر ان کے ہاں شریعت بنانے والے خدا اور ربّ بہت سارے ہیں جن میں سے کچھ مرکزی یا بنیادی یا رئیسی ہیں اور کچھ فروعی ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ صرف دیگر خداؤں کی طرح ایک خدا ہے۔ (ان کے بنائے ہوئے خداؤں کے برابر۔ نعوذباللہ) جس کو بھی ان لوگوں کے قوانین کے بارے میں معلومات ہے وہ جانتا ہے کہ ان کا رئیسی وبنیادی خدا وہ ہے جس کی تصدیق اور دستخط کے بغیر کوئی قانون ساز نہیں بن سکتا۔ ان کے طاغوت بادشاہ بھی ہیں گورنر بھی اور سردار بھی ہیں اور اگر کبھی آسمانوں کے ربّ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون پر کبھی عمل کرتے ہیں یا اسے قانون کے طور پر نافذ کرتے ہیں تو اس وقت جب ان کا خود ساختہ خدا اس پر دستخط کردے اس کے نفاذ کا حکم کرے۔ یعنی ان کا زمینی خدا آسمانوں کے اللہ کے قانون کی تصدیق کرتا ہے اس کے نفاذ کا حکم دیتا ہے تب وہ جاری ہوسکتا ہے ان لوگوں کا یہ کفر قریش کے کفر سے زیادہ بدتر کفر ہے وہ لوگ بھی ان کی طرح متعدد خدا رکھتے بہت سارے ربّ تھے انہیں وہ اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے تھے۔ لیکن ان کی عبادت سجدہ ورکوع ہوتی تھی جب کہ ان لوگوں کی عبادت ہر مسئلے میں قانون سازی میں ان کی اطاعت ہے اس لیے ان لوگوں کا شرک زیادہ بُرا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین قریش اللہ کو اپنا سب سے بڑا معبود مانتے تھے سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ بڑے مرتبے والا "الٰہ" مانتے تھے اور اس کے علاوہ دیگر معبودوں کی عبادت صرف اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے وہ اللہ جو سب سے بڑا اور آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ حج میں تلبیہ اس طرح کرتے تھے:

لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک

"اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے"

الّا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک

"مگر صرف وہ شریک جسے تونے خود اپنا شریک بنا رکھا ہے۔ تو اس کا بھی مالک ہے اور وہ مالک نہیں ہے"

جب کہ یہ جو آئین کے مشرک ہیں اگرچہ اس بات کو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ رازق ہے۔ زندگی اور موت کا مالک ہے، آسمانوں سے بارش برساتا ہے، سبزہ اگاتا ہے، شفا دیتا ہے، بیٹے بیٹیاں دیتا ہے، بانجھ بناتا ہے، یہ سب کام ایک اللہ کرتا ہے ان میں سے ان کے امیر کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن قانون بنانا، اسے نافذ کرنا حکم جاری کرنا اور سب سے زیادہ اہم طاقتور اور بہتر حکم کرنا یہ ان کے امیر کا کام ہے بادشاہ کا اختیار ہے۔ ان کے طاغوت اور زمینی خدا کا کام ہے۔ شرک میں یہ لوگ کفار قریش کی طرح ہیں مگر کفر میں ان سے بڑھ کر ہیں اس لیے کہ اپنے زمینی خداؤں کے احکام کو ہر حکم پر فوقیت دیتے ہیں اللہ سے بڑھ کر ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کے قانون کو اللہ کے قانون سے بڑھ کر وقعت واہمیت دیتے ہیں۔ افسوس ہے۔ ہلاکت وبربادی ہے اس شخص کے لیے جو ابوجہل وابولہب سے بھی بڑا کافر ہے کیا۔ یہ لوگ اللہ کے برابر کسی کو ربّ ٹھہراتے ہیں۔ اللہ ان کی ایسی باتوں سے بہت بلند ہے۔

☆☆☆☆☆

"آج کل ان اصطلاحات پر بڑی بڑی بحثیں ہو رہی ہیں اور اخبارات کے کالم کے کالم سیاہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں اصطلاحیں اسلام کے مزاج کے خلاف ہیں۔ جو شخص "اسلامی جمہوریت" کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، وہ بھی اسلام کو ناقص تصور کرتا ہے اور جو "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح کو رواج دینے کے غم میں گھلا جا رہا ہے۔ وہ بھی حیات نہیں سمجھتا۔ اس سلسلہ میں بڑا فریب یہ دیا جاتا ہے کہ ان ازموں اور طرز ہائے زندگی میں شامل سب کچھ اسلام میں ہے اور یہ نظریے اسلام کے خلاف نہیں تو پھر اس کا نام جمہوریت یا سوشلزم رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے صرف اسلام ہی کیوں نہ کہہ دیا جائے؟ اسلامی جمہوریت یا اسلامی سوشلزم کی پیوندکاری سے کیا حاصل ہے؟ اور ریشم کے پاکیزہ اور صاف کپڑے میں یہ ٹاٹ کا پیوند کیوں لگانا چاہتے ہو؟"

حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ

خلافت یا جمہوریت

مولانا محبوب الحسن بخاری

جمہوریت: اقدار اور مقاصد:

جمہوریت (Republic) دراصل سرمایہ داری کی اقدار کو نافذ کرنے کا نظام اقتدار ہے، سرمایہ دارانہ نظام میں جس قدر کا فروغ ہوتا ہے وہ برابر کی آزادی ہے لہٰذا جمہوریت (Republic) کو بطور آلہ کار اور ذریعہ استعمال کر کے سرمایہ دارانہ اقدار کا فروغ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جمہوریت (Republic) کو اس سے منسلک ایمانیات سے ہٹا کر دیکھنا لاعلمی ہے، جمہوریت میں انہی اقدار کا فروغ ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کو بنایا اور قائم کیا گیا ہے۔ جمہوریت کا انگریزی ترجمہ میں نے Republic کیا ہے نہ کہ Democracy اس کی بنیادی وجہ یہ ہے ڈیموکریسی Republic کی فرع ہے اور وہ اس کی اصل ہے فرع میں اصل شامل ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ وہ اصل ہی کی فرع ہوتی ہے۔ Republic دراصل وہ نظام اقتدار ہے جس میں فیصلے انسان اپنی مرضی سے، کرتا ہے نہ کہ اپنے سوا کسی اور کی مرضی سے یعنی ریاست کیا نافذ کرے گی اور کس کو فروغ دے گی اس بات کا فیصلہ انسان خود کرے گا نہ کہ خدا، نہ رسم و رواج اور مذہب۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان خود کیسے درست فیصلہ کرے گا؟۔ انسان اپنے فیصلے اپنی عقل کے ذریعے سے پرکھے گا کہ یہ فیصلہ عقل کے معیار پر درست ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ Rebublic میں انسان خود اپنی مرضی سے عقل کے ذریعے فیصلے کرتا ہے اور اس عقل کے معیار پر پورا اترنے والی قدر اور حق آزادی ہے۔ لہٰذا ریاست کا کام صرف آزادی کا فروغ ہے۔ ری پبلک کا تصور ہمیں سب سے پہلے افلاطون، ارسطو، ہابس، میکاولی، لاک، روسو وغیرہ اور اس کے بعد آنے والے تمام مفکرین میں ملتا ہے جو اس طرز کی ریاست کو وجہ جواز فراہم کرتے ہیں اور اسی طرز کی ریاست کو حق جانتے ہیں۔

اب اس طرز ریاست اور نظام اقتدار میں مختلف نظام حکومت قائم کیے جاسکتے ہیں جن میں اشرافیہ، جمہوریت اور بادشاہت وغیرہ ہوسکتے ہیں۔ افلاطون بنیادی طور پر ری پبلک کا حامی تھا لیکن جمہوریت کے خلاف تھا اس کا خیال تھا کہ تمام انسان عقل کے ذریعے حق نہیں جان سکتے لہٰذا نظام حکومت میں تمام لوگ نہیں بلکہ چند یا ایک فلسفی کنگ حکومت کرے گا۔ (ری پبلک۔ افلاطون) اسی طرح ارسطو بھی ری پبلک کا زبردست حامی اور داعی تھا لیکن جمہوریت کو اس نے بھی سخت ناپسند کیا۔ پورے یونان میں عقل کا تو چرچا تھا لیکن برابری کا کوئی تصور نہ تھا شہری سے صرف مشاورت کی جاسکتی تھی اور شہری صرف اور صرف آزاد مرد تھے ان میں عورتیں اور غلام شامل نہ تھے۔ مغرب میں برابری کا تصور رومی لے کر آئے اور بتایا کہ سب لوگ عاقل ہیں اور اس میں سب برابر ہیں عورتیں اور غلام بھی۔ (Encyclopedia of Britanica)

جمہوریت وہ نظام حکومت ہے جو اصولی طور پر Republic کو خاص انداز میں قائم کرتی ہے جس میں فیصلے تو لوگوں کی ہی مرضی کے مطابق ہوں گے لیکن ایک خاص انداز میں اور وہ خاص انداز یہ ہے کہ لوگ اپنے نمائندے منتخب کر کے ایوان زیریں میں بھیجیں گے جو لوگوں کی خواہشات اور آرزوؤں کے مطابق قانون سازی یعنی قانون بنائیں گے اور یہ قانون صرف اور صرف لوگوں کی خواہشات نفسانی کا تحفظ کریں گے اور اگر منتخب نمائندگان اس طرح کی قانون سازی میں ناکام رہے تو لوگوں (عوام الناس) کو اس بات کا پورا حق ہوگا کہ وہ ان منتخب نمائندگان کو مسترد کر کے نئے نمائندگان منتخب کر کے اپنی خواہشات کا تحفظ کریں۔ (لاک)

ری پبلک اور سرمایہ داری میں چولی دامن کا ساتھ ہے ری پبلک ہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے سے سرمایہ داری اپنے اہداف حاصل کرتی ہے اور جمہوریت تو محض اس کی ایک خاص (Form) شکل ہے۔ لہٰذا جمہوریت چاہے براہ راست (Direct) ہو یا دستوری (Constitutional) اپنی اصل میں ری پبلک کی فرع ہے اور ری پبلک دراصل سرمایہ داری کے فروغ کا ذریعہ اور آلہ کار ہے اور سرمایہ داری دراصل اس بات کا اقرار ہے کہ انسان زمان و مکان سے آزاد قائم بالذات حقیقت ہے جو اپنا خالق خود ہے، خیر و شر کے تعین کے لیے اسے اپنے علاوہ کسی پر تکیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

انسان بحیثیت آزاد قائم بالذات ہونے کے ناطے سے تین حقوق رکھتا ہے:

(۱) زندگی (۲) آزادی (۳) ملکیت

یہ تینوں بنیادی اور فطری انسانی حقوق ہیں اور انہی حقوق کی فراہمی سے انسان اپنی ذات کی تکمیل اور زندگی کے معانی کی کھوج لگا سکتا ہے۔ ان بنیادی حقوق سے آپ اسی وقت کماحقہ استفادہ حاصل کرسکتے ہیں جب آپ انھیں اپنی لذات کے حصول اور انھیں بڑھانے اور ان میں تنوع پیدا کرنے کے لیے استعمال کریں اور اگر آپ ان حقوق کو خواہشات اور لذات کے ماسوا استعمال کریں گے تو یہ انسانیت کی معراج کے لیے ناکافی ہیں اور تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا (بینتھم)۔

حقوق دراصل خاص فرائض کی ادائیگی کا وسیلہ ہیں لہٰذا اگر ان بنیادی انسانی حقوق کو آپ کسی اور مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیں مثلاً اپنی زندگی کو خدا کے نام اس طرح کر دیں کہ اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے زندگی گزارنا ضروری ہو جائے یا آپ صرف اور صرف خدا کی حمد و ثناء اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے لیے آزادی اظہار کا حق نہ

دیں یا آپ اس بات پر پابندی لگا دیں کہ آپ صرف اور صرف حلال چیزوں کے مالک بن سکتے ہیں اور حرام کے نہیں تو ان خیالات کی سرمایہ داری میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔
سرمایہ داری دراصل خدا بے زاری اور خدا کا انکار اور کفر ہے اور اسلام سے مختلف نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس ہے اور دو متضاد اشیا کا ایک ساتھ وجود ناممکن اور خلاف عقل ہے لہٰذا سرمایہ داری میں ایسے امکانات تلاش کرنا جس میں کہیں اسلام کو کسی کونے میں سکونت دلا دی جائے ایک مخلص مشورہ اور کوشش تو ہو سکتی ہے لیکن انتہائی غیر معقول اور ناممکن۔ انہی حقوق کا تحفظ بنیادی مقصد ریاست اور انھی حقوق کا تحفظ وہ معیار ہے جس سے لوگ یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ حکومت اور طرز حکومت بہتر طور پر ہمارے انھیں بنیادی حقوق کا بہتر تحفظ کر رہی ہے کہ نہیں؟ سرمایہ دارانہ نظام میں لوگ اہم ہیں لہٰذا زندگی کی ابتداء سے انتہا تک، صبح سے شام تک ان کی کوششوں کی سمت ہمیشہ اپنے ذاتی حقوق کا تحفظ ہے اور ذاتی حقوق کے تحفظ میں وہ خیر، اچھائی اور نیکی جیسے تمام تصورات کو پس پشت ڈال کر زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ معاشرے اور ریاست میں حقوق تصورات خیر سے زیادہ اہم ہو جاتے ہیں اور انسان اپنے بارے میں زیادہ سوچتا اور فکر کرتا ہے اور خیر کے بارے میں کچھ نہیں یا بہت کم۔
خلاصہ کلام یہ ہوا کہ انسان آزاد قائم بالذات ناقابل مواخذہ ہستی ہے جس کے کچھ بنیادی انسانی حقوق ہیں جنہیں انسان صرف لذات کے حصول اور تنوع اور تلذذ کے لیے استعمال کر سکتا ہے اور انہی حقوق کی اس خاص تعبیر کو دستور میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ہر طرز حکومت اس دستور کے مطابق حکومت کرتی ہے اور اگر سب لوگ مل کر اس تعبیر کے خلاف ہونا چاہیں تو ان کی یہ کوشش غلط ہے کیونکہ انسان تو اسی طرح ہی اچھا انسان بن سکتا ہے اور ہر ریاست ری پبلک کے ذریعے سے سرمایہ دارانہ نظام نافذ کرے گی اور اس ری پبلک کی مختلف اشکال میں سے ایک جمہوریت ہے۔
اب ہم جمہوریت کو بطور نظام حکومت دیکھتے ہیں جیسا کہ ہم نے اس سے قبل کہا کہ جمہوریت ری پبلک کی فرع ہے لہٰذا اپنی اصل کی طرح یہ بھی لوگوں کی حکومت ہے۔ اس میں بھی فیصلے لوگوں کی مرضی اور صرف اور صرف لوگوں کی خواہشات نفسانی کے مطابق ہوتے ہیں اور لوگوں کی اس صلاحیت کی حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ فیصلے اپنی مرضی سے کر سکیں۔
جمہوریت میں سب سے پہلے بلند و بانگ دعویٰ اس امر کا کیا جاتا ہے کہ یہ عام لوگوں کی حکومت ہے عام لوگوں کے ووٹوں سے (جو کہ صرف اور صرف لوگوں کی نمائندگی کرنے کا ایک آلہ اور ہتھیار ہے) حکومتیں چلتی، بنتی اور بگڑتی ہیں اور عام آدمی کی آواز سنی جاتی ہے آزادی اور رائے ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ تمام دعوے بے بنیاد اور غلط ہیں۔ یہ اس طرح غلط ہیں کہ حکومت ایک بار منتخب ہونے کے بعد کبھی بھی عوام سے نہیں پوچھتی کہ فلاں چیز کس طرح ہو گی اور فلاں چیز کس طرح ہو گی فلاں چیز پر قانون سازی کی جائے اور کس طرح کی جائے؟ ان تمام امور کے لیے عوام سے رائے نہ لی جاتی ہے اور نہ اسے درست سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ عوام اپنا فائدہ کس طرح زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہے؟ یہ عوام سے زیادہ ماہرین عمرانی علوم (Social Scientists) جانتے ہیں لہٰذا اس سطح کا ہر معاملہ عمرانی علوم کے ماہرین کے پاس بھیجا جاتا ہے اور ان کی رائے کو حتمی سمجھ کر قانون سازی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پاکستانی روپے کی قیمت دن بدن گرتی جا رہی ہے پاکستانی عوام کے منتخب نمائندے اس کے سد باب کے لیے کبھی بھی عوام کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ یہ معاملہ ماہر معاشیات (عمرانی علوم) کے پاس بھیجا جائے گا اور ماہر معاشیات پاکستان کی معیشت کا مکمل جائزہ اور تجزیہ کرنے کے بعد بتائے گا کہ اس کا سد باب یوں ممکن ہے اور اس کے برعکس ناممکن ہے جب کہ عوام الناس کی رائے غیر معقول تصور کی جائے گی۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ مغربی تہذیب کی ایمانیات یہ ہے کہ انسان قائم بالذات آزاد ناقابل مواخذہ ہستی ہے لہٰذا خیر و شر کو وہ خود عقل کے ذریعے طے کرنے، اس کی تعبیر کرنے اور اس پر عمل کرنے کا مکلف ہے۔ اس ایمانیات سے نکلنے والا اچھی زندگی کا تصور یہ ہے کہ اچھی زندگی وہ ہے جس میں ہر انسان کو اس طور پر آزادی ملے جس میں وہ اپنی مرضی کے مطابق نفسانی خواہشات کو پیدا کرنے، تنوع کرنے اور ان کو مکمل کرسکنے پر قادر ہو۔ اس تصور کو جو آلہ نافذ کر سکتا ہے وہ ہے ری پبلک جس میں فیصلے لوگوں کی مرضی سے لوگوں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہوتے ہیں اور جمہوریت صرف ایک خاص انداز میں سرمایہ داری کے لیے یہ خدمت سرانجام دیتی ہے۔

خلافت:

خلافت دراصل اسلام کے ریاستی سطح پر نفاذ کا نام ہے خلافت کے ادارے ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خلافت کے ذریعے سے شریعت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے آسان اور لازمی ہو جاتا ہے۔ خلافت اسلام کے تصور خیر (Life Good) کو نافذ کرتی ہے۔ یہ تصور خیر اسلام کی ایمانیات سے ماخوذ ہے جس کے مطابق انسان مخلوق ہے جسے خدا عدم سے وجود میں لایا لہٰذا انسان کی حقیقت اس کا عبد (بندہ) ہونا ہے، اس کائنات کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہے اور انسان صرف مخلوق ہے لہٰذا شر اور خیر کو اللہ تعالیٰ واضح کریں گے اور انسان صرف وہ کرنے کا مکلف ہے جو اسے خدا نے حکم دیا ہے۔ مرنے کے بعد انسان کو اللہ کے سامنے جواب دینا ہے اس ایمانیات سے اچھی زندگی کا تصور یہ نکلتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے کام سرانجام دیئے جائیں۔ جیسا حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ تم وہاں موجود ہو جہاں خدا نے موجود رہنے کا حکم دیا ہے اور وہاں غیر حاضر ہو جہاں خدا

نے تمہارا وجود ناپسند کیا۔ اس تصور خیر کو نافذ خلافت کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ (ابن خلدون)

خلافت میں جس بات کو ممکن بنایا جاتا ہے وہ ہے اسلام! جو مسلمان ہیں ان کے ایمان کو قوی سے قوی تر کرنے کی کوشش اور اس پر عمل کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع اور دوسری طرف اسلام کی دعوت و تبلیغ جس کے لیے جہاد نہایت اہم ہے۔ یہاں پر یہ بات اچھی طور پر سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ اسلامی ریاست اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک آفاقی ریاست ہوتی ہے جو اپنے پھیلاؤ میں کسی خاص مکان میں محدود نہیں رہتی بلکہ پورے عالم میں پھیلنا ضروری ہوتا ہے وہ جغرافیائی حدود میں قید نہیں رہتی ہے جیسا کہ قومی ریاست (Nation State) ہوتی ہے۔ لہٰذا خلیفہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور اس پر عمل اور اسلام کی تبلیغ کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم خلافت کی آئمہ اسلام کے ہاں سے ایک خاص صورت (Form) بیان کریں یہاں یہ بات واضح رہے کہ ہمارے لیے صورت سے بڑھ کر اس میں موجود مافیہ زیادہ اہم ہے اور وہ ہے ''اعلائے کلمۃ اللہ''۔ صورتوں کا اختلاف ثانوی درجہ کا ہے اور زیادہ اہمیت کا متحمل نہیں ہے لہٰذا خلافت کی کوئی بھی صورت ہو اور جس میں شریعت نافذ ہو دعوت و تبلیغ جاری ہو درست ہے۔

اب ہم خلافت کا ایک عمومی ڈھانچہ بیان کرتے ہیں۔

خلافت کا قیام دو طرح سے ممکن ہے ارباب حل و عقد شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خلیفہ کو چن لیں عام طور سے خلیفہ کی شخصیت میں کم سے کم درج ذیل پانچ صفات ہونا ضروری ہیں۔

(۱) علم (۲) عدالت (۳) کفایۃ

(۴) حواس کا درست ہونا (۵) قریشی النسب ہونا (ابن خلدون)

درج بالا شرائط کے مطابق یا اس میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ ارباب حل و عقد خلیفہ کو چن سکتے ہیں تاریخ اسلام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا انعقاد اسی طرح ہوا۔ (ابن خلدون، ماوردی) دوسرے طریقہ انعقاد خلافت کے مطابق خلیفہ وقت حالات اور شریعت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے خود کسی شخص کو نامزد کرے۔ اور اس طرح حضرت عمرؓ کی خلافت منعقد ہوئی۔ (ماوردی)

خلافت کے یہ دو ہی طریقے نہیں ہیں کسی اور طریقے سے بھی خلافت کا انتخاب کیا جا سکتا ہے لیکن خلیفہ میں مذکورہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔ خلافت میں آنے کے بعد خلیفہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ اسے توفیق دے کہ وہ اس ذمہ داری کو شریعت کے تقاضوں کے مطابق کما حقہ نبھا سکے اور اس کے بعد وہ لوگوں سے بیعت لیتا ہے اور لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ کے حکم کو اس وقت تک مانیں گے جب تک وہ شریعت مطہرہ کے مطابق ہوگا اور بصورت دیگر اطاعت نہیں کریں گے یعنی ان کی اطاعت مشروط ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

وأَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الاَمْرِمِنْكُم فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ والرَّسُول

''اور اللہ، اس کے رسول اور اپنے میں سے صاحبِ امر لوگوں کی اطاعت کرو اور اپنے جھگڑوں میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹ جاؤ''

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کے بعد فرمایا کہ میں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں میں جب تک اللہ کے حکم کے مطابق تم کو لے کر چلتا رہوں اطاعت کرنا ورنہ مجھے درست کرنا۔

خلافت کے اعلان و بیعت کے بعد خلیفہ کی درج ذیل ذمہ داریاں ہیں۔

(۱) ایمان کی حفاظت (۲) جہاد (۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

(۴) حدود و تعزیرات کا انعقاد (۵) شعائر اسلام کی عزت و احترام

(۶) سادہ زندگی (ماوردی)

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا کہ لوگوں کے ایمان کی حفاظت اور اس میں تقویت اور ان کو عمل پر ابھارنا خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے، اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ و اشاعت بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ یہ فرض کفایہ ہے لہٰذا اس کا اہتمام کرنا خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ کوئی نہ کوئی جماعت یا گروہ اس فریضہ کی تکمیل کے لیے کاربند رہے اور جہاد سے بھی منسلک ہے۔

خلیفہ وقت کی زندگی میں سادگی ہو، زندگی گزارنے میں کوئی عیش و عشرت نہ ہو، اسی طرح حدود کا قیام ہے کہ شریعت مطہرہ کی حدود کو توڑنے والوں کو سزائیں دی جائیں اور یہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا کریں اور اگر کوئی جرم حدود کی حد سے زیادہ باہر کا ہے تو مناسب تعزیرات کا اہتمام کیا جائے تاکہ شریعت مطہرہ کے قوانین توڑنے کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔

درج بالا عمومی نوعیت کا نقشہ خلافت ہے جس میں آئمہ مجتہدین کا اس کی ساخت میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کے مافیہ اور اس کے شریعت کے نفاذ کے آلہ کے طور پر ضروری ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

اب ہم مضمون کے آخری حصہ میں داخل ہو رہے ہیں جس میں ہم جمہوریت (ری پبلک) اور خلافت کا تقابلی مطالعہ کر کے نتیجہ اخذ کریں گے۔

(۱) ری پبلک میں لوگوں کی مرضی اور خواہشات کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ جب کہ خلافت میں خدا کی مرضی کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں۔

(بقیہ: صفحہ ۹۳ پر)

جمہوریت...ابلیسی نظام

مولانا عبدالرؤف محمدی

جمہوری سسٹم میں فیصلوں کی بنیاد کتاب اللہ، علم و حکمت نہیں بلکہ اکثریت جس چیز کو چاہے اس چاہت اور خواہش کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جس امیدوار کو زیادہ ووٹ مل جائیں خواہ وہ کس قدر کرپٹ آدمی ہو مگر دوسری طرف کوئی شریف امیدوار تھا اور اہل آدمی بھی ہے تب بھی مقابلے میں چونکہ پہلا شخص زیادہ ووٹ لے چکا ہے اس لیے وہی کامیاب کہلائے گا۔ اسی طرح پارلیمنٹ میں بھی قوانین اکثریت کی بنیاد پر مرتب کیے جاتے ہیں۔ اکثریت کی بنیاد پر فیصلوں کا انعقاد بہت بڑی گمراہی اور ضلالت ہے، پھر اکثریت بڑی جہلِ مرکب ہو تو اس کی گمراہی اور ضلالت میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ اکثریت جب پارلیمنٹ میں مفادِ عامہ کے لیے قوانین مرتب کرے گی تو اپنی افتادِ طبع، نفسانی خواہشات اور جہالت کی بنیاد پر کرے گی۔ چنانچہ زنا کا فروغ، سودی کاروبار کا استحکام اس پارلیمنٹ کا خاص وظیفہ ٹھہرتا ہے (جیسا کہ ہم حقوقِ نسواں بل دیکھتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے محض اکثریت کی بنیاد پر فیصلوں کو رد کیا ہے اور اکثریت کی پیروی کو ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (الانعام:۱۱۶)

”اور اس زمین والوں میں سے اکثر ایسے ہیں کہ اگر تم نے ان کی بات مانی تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔ یہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل کے تیر چلاتے ہیں“۔

آیت کریمہ میں صرف اکثریت کو رد نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بارے میں یہ حقیقت بھی بیان کر دی گئی کہ ان کے فیصلے محکم بنیادوں پر استوار نہیں ہوتے بلکہ وہ ظن و تخمین سے کام لیتے اور ہوا میں تیر چلاتے ہیں... بھلا ایسے لوگ بھی ملت کی قیادت و سیادت کے لیے اہل ہو سکتے ہیں؟ پھر اکثریت کو کسی ایک جگہ قرار نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے ہی عہد کو بارہا بدلتے رہتے ہیں اور یہ فساق و فجار کی خاص نشانی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں کس خوبی سے اس بات کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (الاعراف: ۱۰۲)

”اور ہم نے ان میں سے اکثر میں عہد کی استواری نہیں پائی، ان میں سے اکثر بدعہد ہی نکلے“۔

دورِ نبوت اور دورِ صحابہ و تابعین میں بھی کبھی اکثریت کی بنیاد پر فیصلے نہیں کیے گئے۔ ذخیرہ احادیث میں بھی ہمیں کوئی ایک حدیث نہیں ملتی جس میں اکثریت کے فکر و نظر اور فیصلوں کو سراہا گیا ہو اور اکثریت کو بطورِ اصول قبول کیا گیا ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اکثریت کا فلسفہ باطل، گمراہی اور فسق و فجور کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام دینِ توحید ہے، وہ امت کو وحدت کا عقیدہ و نظریہ دیتا ہے، اسلام کے نزدیک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، وہ ایک جسم کی مانند ہیں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو، خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے، شرق میں رہتے ہوں یا غرب میں سب کو ”امتِ واحدہ“ کا عقیدہ دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ (المومنون:۲۵)

”بے شک تمہاری امت ہی ایک امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں، پس تم مجھ سے ڈرتے رہو“۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَثَلُ المؤمنين في تَوَادِّهم وتراحُمِهم وتعاطُفِهم:مثلُ الجسد إذااشتكى منه عضو تَدَاعَى له سائرُ الجسد بالسَّهَرِ والحُمّى (مسلم)

”مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت اور ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی، اگر اس کے ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے“۔

اس کے ہم معنی صحیحین کی حدیث ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا

”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے کسی دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے“۔

ان آیات و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ وحدت امت، اتحاد و اتفاقِ امت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کتنا اہم ہے۔ وحدتِ امت گویا مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا بنیادی مصدر ہے۔ اور جو شخص اس وحدت کو ختم کرنے کے درپے ہو اس کے لیے شدید وعیدیں ہیں۔

ایک طرف دین اسلام کا یہ حکم ہے، دوسری طرف تقسیم، پارٹی بازی اور گروہ بندی جمہوری نظام کا بنیادی عنصر ہے۔ کامیاب جمہوریت وہی تصور کی جاتی ہے جہاں حزب اقتدار کے مقابلے میں ایک مضبوط حزب اختلاف بھی ہو۔ حزب اختلاف ایک پارٹی پر مشتمل ہو سکتی ہے اور کئی پارٹیوں کا مجموعہ بھی بعینہٖ یہی صورت حال حزب اقتدار کی ہو سکتی ہے۔ پارٹی کے اپنے نظریات اور اپنے اہداف ہوتے ہیں۔ جمہوری سسٹم میں حصہ لینے والی تمام جماعتیں حقوق کی سیاست کر رہی ہوتی ہیں۔ حقوق کی سیاست کا مطلب

اغراض کی سیاست ہے۔ مثلاً ایک قوم پرست جماعت محض اپنی قوم کے مفادات کی سیاست کرتی ہے، وہ اپنے دائرہ کار میں دوسری قوم کو شامل نہیں کرتی، لسانی بنیادوں پر قائم کوئی بھی جماعت دوسرے فرقہ یا جماعت کے لیے کام نہیں کرتی۔ مذہبی بنیادوں پر قائم کوئی بھی جماعت دوسرے فرقے یا جماعت کے مفاد کے لیے ہرگز کام نہیں کرتی۔ چونکہ اغراض سب کی جدا جدا ہوتی ہیں اس لیے ہر چند افراد کا گروہ یا ایک جماعت بنا کر سرگرم ہو جاتا ہے، یوں تقسیم در تقسیم کا یہ عمل بڑھتا چلا جاتا ہے، آج ہم اس کے بھیانک نتائج کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ سیکولر اور قوم پرست جماعتوں کی ہم بات نہیں کرتے' یہاں تو علما کی جماعتیں ہی کئی کئی گروہوں میں بٹ گئیں۔ جمہوری سسٹم میں مسلسل شمولیت کی وجہ سے اہل دین کی قوت بکھر گئی، ان کا رعب اٹھ گیا، وہ اجتماعی موقف نہ ہونے کی وجہ سے کوئی آواز اٹھاتے ہیں تو صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے، ان کے جائز مطالبات کو بھی در خور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ فاسق و فاجر حکمران اتنے جری ہو چکے ہیں کہ مسجدیں شہید کریں، معصوم طلبہ اور حیا وعفت کی پیکر طالبات کا قتل عام کریں، مجاہدین کو تہہ تیغ کریں، جہاد کو دہشت گردی قرار دیں، مجاہدین اسلام کو پکڑ پکڑ کر بگرام، گوانتاناموبے اور ملک کے کونے کونے میں قائم عقوبت خانوں اور اذیت گاہوں کو آباد کریں...انہیں کھلی چھوٹ ہے۔

جمہوری ریاست میں پارلیمنٹ کا کردار:

پارلیمنٹ جمہوری ریاست کا وہ ادارہ ہے جہاں عوام ووٹ کے ذریعے اپنے نمائندوں کو چنتے ہیں تاکہ وہ ان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے مفاد میں قانون سازی کریں۔ بادی النظر میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ مگر اصلاً پارلیمنٹ سرمایہ داری کے نفاذ کا ادارہ ہے۔ سرمایہ دارانہ اداروں کی اسی کے ذریعے نمو ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ میں وہی قانون سازی کی جاتی ہے جو سرمایہ دارانہ مذہب وعقیدہ سے مطابقت رکھتی ہو، اگر عوامی خواہش اس کے برعکس ہو تو اس کی مزاحمت کی جاتی ہے بصورت دیگر اس پورے نظام کی بساط ہی لپیٹ دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم صوبہ سرحد کی گزشتہ حکومت کے حسبہ بل کے ضمن میں دیکھتے ہیں یا جیسے الجزائر میں اسلامک فرنٹ کی کامیابی کے باوجود پورے نظام کی بساط لپیٹ دی گئی۔ ارکان پارلیمنٹ مقننن یا قانون ساز ہوتے ہیں اور یہ قانون سازی مذہب سرمایہ داری کے نصابی صحیفے انسانی حقوق کے چارٹر کے دیے گئے دائرے میں رہتے ہوئے ہوتی ہے۔ قرآن و سنت اور اجماع امت کو حوالہ نہیں بنایا جاتا، بلکہ قرآن و سنت کے علی الرغم قانون سازی ہوتی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو حکم اور حکومت کے وہ تمام اختیارات جو اللہ رب العزت کو سزاوار ہیں وہ ارکان پارلیمنٹ اپنے لیے خاص کر لیتے ہیں ار خود خدا بن بیٹھتے ہیں۔ حقوق نسواں بل، سود کے حق میں گزشتہ حکومت کے فیصلے، عائلی قوانین اور کئی دیگر ظالمانہ استبدادی قوانین ارکانِ پارلیمنٹ کی اسی الوہیت کے مظہر ہیں۔ قرآن کریم اور سنت میں اس قسم کی قانون سازی کی کوئی گنجائش نہیں خصوصاً جو شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلائے اور پھر مقنن بھی بن بیٹھے، یہ ایمان واسلام کے ساتھ بدترین مذاق ہے۔ قرآن مجید میں واضح ارشاد ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (یوسف:۴۰)

"اختیار و اقتدار صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو"۔

إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ (ال عمران:۱۵۴)

"تحقیق سارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے"۔

ایک طرف قرآن حکیم کی آیات محکمات ہیں دوسری طرف ارکان پارلیمنٹ کا اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں قانون بنا دیں خواہ وہ کتاب اللہ کی مخالفت میں ہی کیوں نہ ہو...یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ ہماری نظر میں:

☆کتاب اللہ کے استرداد کا مرکز ہے۔

☆انسانوں کی حاکمیت اعلیٰ اور اقتدار اعلیٰ کا مظہر ہے۔

☆کافرانہ ومشرکانہ اقتدار کا منبع ہے۔

☆فحاشی و عریانی، زنا و شراب اور اباحیت زدہ معاشرے کے تحفظ اور فروغ کا ادارہ ہے۔

☆سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کی اداراتی صف بندی کرنے کا مرکز ہے۔

یہ ہم نے جمہوریت کے بارے میں چند اصولی باتیں ذکر کی ہیں اور سرمایہ دارانہ مذہب کے چند اساسی نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔ ابھی ہم نے بہت سی تفصیلات کو چھوڑ دیا ہے۔ ابھی جمہوری ریاست کی عدلیہ کا کردار بھی زیر بحث نہیں لایا جا سکا جو سرمایہ دارانہ عدل کے قیام کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ جب سرمایہ دارانہ عدل کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد ظلم ہی ہوتا ہے، اس لیے کہ سرمایہ دارانہ مذہب جس چیز کو عدل تصور کرتا ہے اسلام کے نزدیک وہ عین ظلم ہے جیسے نظریہ آزادی اور جس چیز کو اسلام عدل قرار دیتا ہے' سرمایہ دارانہ مذہب اسے ظلم قرار دیتا ہے۔ عبدیت، بندگیٔ الٰہ مثلاً اسلامی احکام جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی کو سنگسار کرنا، شراب پینے پر کوڑے لگانا وغیرہ...اسی طرف فوج، پولیس، بیوروکریسی، اسٹاک ایکسچینج اور بینکنگ سسٹم کو بھی زیر بحث نہیں لایا جا سکا۔

دراصل یہ پورا سسٹم تفصیلی تجزیے اور محاسبے کا متقاضی ہے اور یہ کام طویل دورانئے کا ہے۔ ان شاء اللہ بہ توفیق الٰہی آئندہ کبھی اس کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا جائے گا۔ سردست جو تفصیل ہمارے سامنے آئی ہے اس کے مطابق سرمایہ داری جمہوریت، انسانی حقوق کا چارٹر 'کفر مطلق، شرک، ضلالت و گمراہی، بغاوت الٰہی اور بدترین ظلم وتعدی کا مجموعہ

ہے۔ہم نے اس نظام کو اسی طرح کفر مطلق کہا ہے جس طرح یہودیت، عیسائیت، ہندو مت، بدھ مت اور سکھ مت کفر مطلق ہے۔اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد اب ہمارے لیے آسان ہو گیا ہے کہ ووٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں بھی خامہ فرمائی کر سکیں۔

ووٹ کیا ہے؟

ووٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک رائے، شہادت اور مشورہ ہے۔

اولاً ہمیں یہ رائے تسلیم کرنے میں تامل ہے، ووٹ نہ رائے ہے، نہ شہادت اور نہ مشورہ!

ثانیاً اگر یہ سب مان بھی لیا جائے تو پچھلی تفصیل کو تسلیم کرنے کے بعد ووٹ دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ ووٹ دینے والا اپنی طرف سے نمایندہ بھیج رہا ہے جو کفر مطلق جمہوری نظام میں شرکت کرے، پارلیمنٹ کا ممبر بن کر شرک، بغاوتِ الٰہی اور ظلم و تعدی کا مرتکب ہو۔کیا اسلام میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مذکورہ منکرات کے ارتکاب کے لیے رائے اور گواہی دے اور کیا ایسی گواہی اور مشورہ جائز امر کے ضمن میں آئے گا؟

ظاہر ہے شریعت اسلامیہ میں ایسی کسی گواہی اور مشورے کی گنجائش نہیں! ایسی رائے، گواہی اور مشورہ سب باطل ہیں! اس کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ مجرم ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر کہا جائے کہ اہل اور دیانت دار شخص کو ووٹ دیا جائے تو بھی وہ دیانت دار شخص جائے گا تو اسی کافرانہ جمہوری نظام میں! اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اگر بالفرض ہمارے ہاں ہندو مت غالب آجائے اور مندر کو پارلیمنٹ کی حیثیت دے دی جائے اور اعلان کیا جائے کہ مندر ہی آئندہ تمام سیاسی و معاشرتی سرگرمیوں کو مرکز ہو گا اور مسلمان بھی اس مندر کے ممبر بننے لگیں، اپنی عبادات کے علاوہ پوجا پاٹی نظام کو قبول کر لیں اور پروہت بننے میں فخر محسوس کریں تو جس طرح اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، اسی طرح پارلیمنٹ کا ممبر بننے کی بھی گنجائش نہیں۔مندر میں بتوں کی پوجا کی جاتی ہے جب کہ پارلیمنٹ میں انسان اپنی بندگی کرتا ہے یا سرمایے کی بندگی۔جیسے مندر ہندو مت کے عملی اظہار کی جگہ ہے، اسی طرح پارلیمنٹ مذہب سرمایہ داری (جو کفرِ مطلق ہے) کے اظہار کی جگہ ہے۔تو جس طرح پنڈت پروہت بننے کی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں اسی طرح پارلیمنٹ کا ممبر بننے کی گنجائش کیوں کر نکالی جا سکتی ہے؟

ووٹ مشورہ ہے نہ شہادت:

ہماری نظر میں ووٹ نہ مشورے کی حیثیت رکھتا ہے اور نہ گواہی کی بلکہ سرمایہ دارانہ نظام میں جس طرح انسان اپنی آزادی کا اظہار سرمایے کے ذریعے کرتا ہے اسی طرح وہ اپنی آزادی کا اظہار ووٹ کے ذریعے بھی کرتا ہے۔ووٹ کے بارے میں وہ اپنے سرچشمہ قوت، منبع اقتدار و اختیار ہونے یعنی اپنے خدا ہونے کا خود اعلان کرتا ہے۔

☆پھر اگر ووٹ کو بالفرض مشورہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا مشورہ سے متعلق جتنی بھی اسلامی تعلیمات ہیں وہ یہاں پائی جاتی ہیں؟ ووٹنگ میں بلا قید و جنس و مذہب ہر شخص حصہ لے سکتا ہے۔کیا اسلامی نکتہ نگاہ سے مشورہ و رائے ہر شخص سے لیا جا سکتا ہے؟ مثلاً کہیں اسلامی ریاست میں کسی جگہ قاضی مقرر کرنا ہو تو کیا اس کام کے لیے صرف علما و صلحا اور اتقیا سے مشورہ لیا جائے گا یا ان کے ساتھ بھنگی، چرسی، زانی، شرابی، ڈاکو کو بھی مشورے میں شامل کیا جائے گا؟ یا مثلاً کہیں بیماریوں کی آفت آگئی ہے اور وہاں ماہر ڈاکٹروں کی اشد ضرورت ہے تو اس کے لیے ماہر ڈاکٹروں سے ہی مشورہ لیا جائے گا یا قصائیوں، نائیوں اور طبلہ سارنگی بجانے والوں کو بھی مشورے میں شامل کیا جائے گا؟

اسلام نے تو مشورے کے بارے میں خاص تعلیمات دی ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں قرآن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کس طرح عمل کریں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اجمعوا له عبدين من امتى وجعلوه بينكم شورىٰ ولا تقضوا برأى واحد(روح المعانی)

"اس کے لیے میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع کر لو اور آپس میں مشورہ طے کر لو اور کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو"۔

اس روایت کے بعض الفاظ میں فقہاوعابدین کا لفظ آیا ہے، جس سے معلوم ہوا ہے کہ مشورہ ان لوگوں سے لینا چاہیے جو فقہا یعنی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں اور عبادت گزار ہوں۔صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ جو مشورہ اس طریق پر نہیں ہے بلکہ بے علم، بے دین (یعنی فساق و فجار) لوگوں میں دائر ہو گا اس کا فساد اس کی صلاح پر غالب ہو گا۔

☆ اگر ووٹ کو گواہی تسلیم کیا جائے تو کیا یہاں گواہی کی شرائط اور حدود و قیود موجود ہیں؟ مثلاً گواہ عادل ہو، بالغ ہو، شریف ہو، بایں معنی کہ پنج وقتہ نمازی ہو، حلال و حرام کو جانتا ہو، یہاں بیشتر اکثریت ایسی ہے جو طہارت و نماز کے بنیادی مسائل سے بھی واقف نہیں۔فقہا نے درج ذیل اشخاص کی گواہی نا قابل قبول قرار دی ہے:

۱۔ نماز روزے کا عمداً تارک ہو۔
۲۔ یتیم کا مال کھانے والا۔
۳۔ زانی اور زانیہ
۴۔ لواط کا مرتکب
۵۔ جس پر حد قذف لگ چکی ہو
۶۔ چور، ڈاکو۔
۷۔ ماں باپ کی حق تلفی کرنے والا
۸۔ خائن اور خائنہ

☆اگر کہا جائے کہ ووٹ ایک امانت ہے تو سوال ہو گا کہ یہ امانت بندوں کو کس نے تفویض کی؟ آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض ہوئی یا جمہوریت نے تفویض کی؟ یقیناً اللہ

تعالیٰ کی طرف سے نہیں کہا گیا کہ جب تمہیں امیر مقرر کرنا ہو تو سب لوگ مل کر ووٹ ڈالا کرو، نہ ہی سنت سے اور تعامل امت سے اس عمل کی کوئی توثیق ملتی ہے۔

ہاں! جمہوریت کی تفویض کردہ امانت ہو سکتی ہے مگر باطل امانت ہے، یہ ایسی ہی امانت ہے کہ جیسے کوئی شخص شراب کی بوتل آپ کے پاس بطورِ امانت رکھنے آئے تو کیا آپ اس بوتل کو دیکھتے ہی توڑنے کے درپے ہوں گے یا حفاظت سے رکھنے کی کوشش کریں گے؟

☆ بعض لوگ بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں اور ووٹ کو بیعت کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ ووٹ بھلا بیعت کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے؟ بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر ہوتی ہے، وہاں تسلیم کرنے کے سوا دوسرا راستہ نہیں جب کہ ووٹ آزادی کے اظہار کا ذریعہ ہے، یہاں آپ آزاد ہیں کہ چاہیں تو مسلم لیگ کو ووٹ دیں چاہیں تو پی پی پی کو چاہیں تو کسی دیانت دار شخص کو ووٹ دے دیں۔

ووٹ کے حوالے سے چند دیگر عملی مسائل بھی ہیں۔ مثلاً ووٹروں کی اکثریت اپنے ضمیر کی آزادی کے مطابق ووٹ نہیں دے پاتی۔ وہ اگر کسی امیدوار کو غلط اور نااہل سمجھتا ہے تو اپنی پارٹی کی رائے، قبیلے کے فیصلے یا برادری کی حمایت کی وجہ سے مجبور ہوتا ہے کہ اُسی نااہل شخص کو ووٹ دے (یہ جبر سرمایہ دارانہ نظام کا اندرونی تضاد ہے)۔

مختلف سیاسی جماعتیں آپس میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ بھی کرتی ہیں۔ اس صورت میں ووٹر آپس میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ کے پاس دار ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک مذہبی جماعت نے مسلم لیگ (ق) کے ساتھ سیٹ ایڈجسٹمنٹ کی، ق لیگ بلاشبہ علما خصوصاً لال مسجد کے معصوم طلبہ و طالبات کی قاتل جماعت ہے۔ مگر جہاں اس مذہبی جماعت کے ووٹر موجود ہیں اور ق لیگ کا امیدوار کھڑا ہے تو اس کے ووٹر ق لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینے کے پابند ہوتے ہیں۔

☆ ووٹوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے، بھاری رقوم خرچ کر کے لوگوں سے ووٹ خریدے جاتے ہیں۔

☆ ووٹوں کے حصول کے لیے بھاری اخراجات کر کے باقاعدہ مہم چلائی جاتی ہے، اس مہم پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں جو اسراف و تبذیر کے زمرے میں آتے ہیں۔

☆ ووٹوں کے حصول کے لیے مخالفین پر بدترین اور شرم ناک الزامات لگائے جاتے ہیں، اس سلسلے میں تمام اخلاقی قدروں اور معاشرتی تقاضوں کو یکسر پامال کر دیا جاتا ہے۔

☆ الیکشن کے دوران خفیہ اداروں کی مداخلت اب کوئی مخفی بات نہیں ہے، حکمران ٹولہ آئندہ اپنی مرضی کا سیٹ اپ لانے کے لیے خفیہ اداروں کے ذریعے ایسا جال بچھاتا ہے کہ نتائج میں بس اُنیس بیس کا ہی فرق ہوتا ہے۔

☆ یہ بات بھی اہل نظر سے مخفی نہیں کہ بالادست قوتیں اپنے من پسند امیدواروں کو جتوانے کے لیے دھمکی، دھونس سے کام لینے کے علاوہ خفیہ طور پر بیلٹ باکس میں اضافی ووٹ ڈلوا دیتی ہیں، بہت سے فوت شدہ لوگوں کے شناختی کارڈ استعمال کیے جاتے ہیں۔

ان تمام امور کے ہوتے ہوئے ووٹ کو شہادت، امانت اور مشورہ قرار دینا بہت بڑی خطا ہے، جن علمانے ووٹ کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے اسے مشورہ، امانت اور شہادت ہونے کے فتاویٰ جاری فرمائے ہیں غالباً اُنہوں نے اس پورے نظام کا گہری نگاہ سے مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ وہ ضرور اس قسم کے فتاویٰ صادر کرنے سے اجتناب کرتے۔

ووٹ استبدادی نظام کی توثیق اور تائید کا ذریعہ ہے:

ہماری نظر میں ووٹ دینا مشرکانہ نظام ریاست و سیاست کے قیام و استحکام کا ذریعہ ہے، یہ شرک کے ارتکاب اور کفر کی تائید کے علاوہ ظلم و استبداد کی حکومت کی حمایت کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ

قرآن مجید میں انہی لوگوں کو ہدایت یافتہ قرار دیا گیا ہے جو اپنے ایمان کو شرک اور ظلم سے آلودہ نہیں کرتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيْمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ (الانعام: ۸۲)

"جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن اور چین ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔

کیا "اسلامی جمہوریت" کوئی چیز ہے؟

اس سوال کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ "کیا اسلامی کفر بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے؟" ظاہر ہے کوئی بھی ذی ہوش انسان اس کا قائل نہیں ہو گا۔ دراصل غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں کسی اصطلاح کے ساتھ اسلامی لگانے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اس لیے کہ وہ اپنی اصل میں اسلامی نہیں ہوتی۔ اکثر و بیشتر اصطلاحات جن کے ساتھ اسلامی کا لفظ ہو مشتبہ ہوتی ہیں۔ جیسے "اسلامی بنک کاری"، "اسلامی ٹی وی چینلز"۔ آپ اسلامی بنک کاری کی اصطلاح استعمال کریں اور سمجھیں کہ اب یہ چیز جائز ہو گئی۔ یہ ممکن نہیں! اس لیے کہ بنک کاری کا تمام تر نظام سود، سٹے اور جوئے پر مشتمل ہے۔ پھر آپ یہ بھی سوچیے کہ کبھی آپ سے کسی نے کہا "اسلامی نماز"۔ "اسلامی جہاد"۔ یا "اسلامی حج"۔ یہاں اسلامی کا لفظ لگانے کی اس لیے نہیں کہ یہ اصطلاحات اسلام کے اندر فطری ہیں کبھی کسی کو اشتباہ نہیں ہوتا ہے کہ "حج" بولا جائے اور اس سے کوئی شخص گنگا کا اشنان سمجھے یا بیساکھی کی طرف ذہن جائے! یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی اصطلاح نظر آئے لازمی ہے کہ وہاں توقف کیا جائے اور خوب غور و فکر کے بعد اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔

"اسلامی جمہوریت" بھی ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کے بارے میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ بہت سے دانش وروں کا کہنا ہے کہ مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت

دو مختلف چیزیں ہیں[بعض کا کہنا ہے کہ اسلام اور جمہوریت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں](نعوذ باللہ من ذالک)]یہ مغالطہ آمیز بات ہے۔ اسلام نے ہمیں خلافت کا عقیدہ دیا ہے(قال انی جاعل فی الارض خلیفہ)۔ خلافت اور جمہوریت کے اصول و فروع میں زمین آسمان کا فرق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خواہی ناخواہی اسلام کے نظام خلافت کو جمہوریت ہی باور کرانے کی کوشش کریں یا جمہوریت کو عین اسلام قرار دینے کا ناٹک رچائیں۔

جمہوریت Democracy کا اردو ترجمہ ہے، ڈیموکریسی کا مولد و منشا مغرب ہے۔ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ڈیموکریسی جسے جمہوریت کہا جاتا ہے پانچ چھ سو سال قبل از مسیح بھی موجود تھی۔ یونان میں جمہوریت رائج رہی، پھر مغرب میں ایک عرصے بعد ڈیموکریسی کا احیا ہوا۔ ایک بات تاریخی تناظر میں طے ہے کہ جمہوریت کبھی کسی مذہبی معاشرے میں رائج نہیں رہی بلکہ اللہ کے باغی معاشروں میں رائج رہی۔ اس نظام کو اِنہی معاشروں نے قبول کیا جو اللہ تعالیٰ اور انبیا علیہم السلام کے منکر معاشرے تھے۔ لہٰذا جب ڈیموکریسی کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہ کوئی اسلامی اصطلاح ہے بلکہ کافرانہ اصطلاح تو اس کا استعمال کیونکر جائز ہوا؟ علما نے لکھا ہے کہ وہ لفظ جو اپنے اندر کسی پہلو سے کفر کا معنی رکھتا ہو اگرچہ فی الاصل مباح ہی ہو تو بھی اس کا استعمال کرنا حرام ہے۔

موجودہ صورت حال میں کیا کیا جائے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرتين "مومن ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا"۔

الیکشن ایسا سوراخ ہے کہ پوری قوم بارہا مرتبہ جمہوری سانپ سے ڈسی گئی ہے۔ متعدد بار کے تجربات سے واضح ہو چکا ہے کہ اب من حیث الامت ہمیں اس تماشے سے اجتناب برتنا ہو گا، ہمیں اُس طریق کار کی طرف پلٹنا ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمایا، جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف امت نے تعامل فرمایا۔ یہ راستہ دعوت و تبلیغ اور جہاد و انقلاب کا راستہ ہے اور یہی سبیل المؤمنین ہے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنبه وصل اللهم وسلم وبارک علی محمد نبی الأمی وعلی آله واصحبه اجمعين

☆☆☆☆☆

بقیہ: خلافت یا جمہوریت

(۲) ری پبلک میں رہنما/امیر لوگوں کو اپنے عمل کا جوابدہ ہے اور لوگ آزاد اور برابر ہوتے ہیں۔ جب کہ خلافت میں خلیفہ اللہ رب العالمین کو جوابدہ ہے اور شریعت کے مطابق لوگوں کو چلاتا ہے۔

(۳) ری پبلک میں رہنما کے لیے لوگوں کی رائے کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے جب کہ خلیفہ کے لیے شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا تضادات کی بنا پر یہ نتیجہ واضح ہے کہ ری پبلک اور خلافت آپس میں متضاد ایمانیات سے نکلنے والے تصور خیر کے نفاذ کے آلات ہیں لہٰذا ان دونوں کو ملانا ناممکن العمل اور خلاف عقل ہے۔ یعنی آپ ری پبلک کے ذریعے سے اللہ کے نظام کو نافذ کرنا چاہئیں تو جزوی طور پر تو شاید یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے جس کی آج تک تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، لیکن ایسا ہونا ایک مشکل کام ہے اسی طرح خلافت کے قیام کے اندر آپ ری پبلک کے مقاصد حاصل کریں تو نہ تو یہ کبھی مقصد رہا ہے اور ایسا ہونا بھی ناممکن ہے۔

اس امر کو ایک اور پہلو سے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ جمہوریہ (ری پبلک) میں رہتے ہوئے مسلمان ری پبلک (جمہوریت) کے ذریعے سے طاقت حاصل کر کے اسے خلافت میں بدل دیں۔ مسلمان جماعتیں طاقت حاصل کر کے اقتدار میں آتے ہی جمہوریت (ری پبلک) کو بند کر دیں اور سب لوگ خلافت کے تحت رہنا شروع کر دیں۔ جمہوریت کے اندر تسلسل سے رہ کر شریعت نافذ رہنا ناممکن العمل ہے اور ہر نظام کے اپنے تقاضے ہیں اور وہ وہی چیز نافذ کرتا ہے جو کہ اس کی مابعد الطبیعاتی بنیادیں ہیں لہٰذا اب ایسا کرنا درست نہ ہو گا لیکن یہ بات کوئی اصولی نوعیت کی نہیں بلکہ ایک تدبیر ہے۔

یہاں ایک اور بات ملحوظ خاطر رہے کہ ری پبلک (جمہوریت) کا تصور آئمہ کے لیے کوئی نئی یا اجنبی تصور نہیں ہے بلکہ اس کو جانتے ہوئے شریعت کے تقاضوں سے غیر ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس سے برأت اختیار کی اور خلافت کو شریعت کے لیے مناسب اور امر الٰہیٰ کے عین مطابق سمجھا اور بتایا لہٰذا آئمہ مجتہدین نے اس سے ناواقف ہونے کی وجہ سے خلافت کا تصور نہیں دیا۔

> "قرآن کریم انسان کو انسانوں کی بنائی ہوئی پارلیمنٹ، انسانوں کی بنائی ہوئی اسمبلیوں سے آزادی دلا کر اللہ اور اس کے رسول کی غلامی میں دینا چاہتا ہے!
> کوئی آئین کوئی قانون ہرگز منظور نہیں ہے !
> ان الحکم الا للہ
> قانون ہو تو صرف اللہ کا قانون!
> اگر پوری کی پوری دنیا مل کر ایک بات کہتی ہے...
> ساری کی ساری امت ایک بات کہتی ہے...
> لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سے میل نہیں کھاتی تو اسلام کے جوتے جوتے کی نوک پر پوری امت کی بات!!!"
> شہید کمان دان ڈاکٹر ارشد وحید رحمہ اللہ

جمہوریت کے حوالے سے ایک غلط فہمی

مولانا سبحان محمود

دورِ حاضر میں بشمول دینی عناصر، لوگوں کے ذہن میں جمہوریت کے حوالے سے ایک مغالطہ یہ ہے کہ جمہوریت ۲۰۰ سال قبل انقلابِ فرانس کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کی ایک نئی قسم "لبرل ڈیموکریسی" (Liberal Democracy) انقلابِ فرانس کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔ چنانچہ اس کے ساتھ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس جمہوریت کی تاریخ کیا ہے اور اس کا سفر کیسے طے ہوا ہے؟ ۱۲۶۵ء میں انگلستان کی پہلی انتخابی پارلیمنٹ کی صورت میں "کامل جمہوریت" کی طرف پہلا قدم طے ہوا۔ ۱۵۱۷ء میں جب مارٹن لوتھر (MartinLuthar) نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور اصلاح (Reformation) کے نام پر اپنے مقالے چرچ کے دروازے نصب کر کے چرچ سے آزادی کا اعلان کر دیا۔ یہی نظریہ ۱۶۸۸ء کی "انگلش سول وار" کا پیش خیمہ ثابت ہوا، جب کہ "سینٹ" (Senate) کے لیڈر کروم ویل (Cromwell) نے انگلستان کے بادشاہ ہنری اول (Hennry I) کو شکست دیکر سولی پر چڑھادیا۔ اس انقلاب کو "گلوریس ریولیشن" (Golorios Revelotion) کہا جاتا ہے، اور اسی کے بعد بادشاہت کا خاتمہ اور جمہوری دور کا آغاز ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

1) تمام مذاہب برابر قرار پائے، جس کی رو سے (Freedom of religion) کا نظریہ سامنے آیا جو کہ (Free from the religion) یعنی تمام مذاہب سے آزادی کا باعث بنا۔

2) کلیسا اور اسٹیٹ میں جدائی ہو گئی یعنی ریاست کے معاملات میں مذہب کا عمل دخل ختم کر دیا گیا۔

3) Bank of England کا قیام عمل میں آیا جس کے ذریعے سرمایا دارنہ نظام کی بنیاد رکھی گئی۔

4) سیاست جاگیر داروں Land Lords سے منتقل ہو کر سرمایہ داری میں منتقل ہو گئی۔

انقلابِ فرانس (French Revuolation) جس کو انسانی تاریخ میں "جمہوریت" کی ابتدا کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دراصل والٹیئر Voltaire (۱۶۹۴-۱۷۷۸) اور روسل Russell (۱۷۱۲-۱۷۸) جیسے بد قماش اور بد معاش انسانوں کے فلسفوں اور نظریات کا نتیجہ تھا جن کو آج انسانی تاریخ کے عظیم مفکرین کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان بد قماشوں کے عقائد میں یہ بات شامل تھی کہ "عیسائیت" پر عمل کرنا دراصل گھر پر کام کرنے والی خادماؤں پر لازم ہے، ہمیں اس کی ضرورت نہیں اور ان لوگوں کے عشق ومحبت کے افسانے اور زناکاریاں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ ان دونوں کی تحریروں کے نتیجے میں 1789ء انقلابِ فرانس رونما ہوا جس کے درجِ ذیل بھیانک نتائج نکلے: لا مذہبیت (Seculerism) کو قانونی تشخص حاصل ہوا۔

1. مذہب سے آزادی حاصل ہوئی۔ یعنی مذہب کو ایک بے کار اور useless شے سمجھا گیا۔

سیاسی حقوق میں مساوات کے تصور کو تسلیم کیا گیا جس کی رو سے معاشرے کے ہر فرد کے حق رائے دہی کو بغیر کسی تخصیص کے برابر تسلیم کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں Liberal Democracy کا فلسفہ معرض وجود میں آیا۔

2. تقسیم الحکم یعنی نظام حکومت کو تثلیث کی شکل میں تقسیم کر دیا گیا۔ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ۔

3. آزاد انتخاب کا تصور سامنے آیا۔

4. یہودیوں کا سب سے بڑا شیطانی ہتھیار "بینک" یعنی بینک آف فرانس قیام عمل میں آیا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس Liberal Democracy کو ۱۹۰۰ء تک یعنی انقلابِ فرانس کے ۱۰۰ سال تک بقیہ دنیا میں کوئی خاص پذیرائی حاصل نہیں ہوئی اور ۱۹۰۰ء تک کل تین ہی ممالک یعنی امریکہ، برطانیہ اور فرانس ان جمہوری اصولوں پر قائم تھے۔ "جمہوریت" کو اصل فروغ پہلی جنگ عظیم اور خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور خصوصاً جنگ عظیم دوم کے بعد حاصل ہوا۔ اگر جمہوریت کی تاریخ اور سفر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ یہ ہمیشہ جنگوں اور خانۂ جنگی کے بعد (Colonization) اور اقتصادی بحرانوں کے نتیجے میں ہی نافذ ہوئی۔ جیسے جنگ عظیم اول کے بعد آسٹریا، ہنگری اور ترکی وغیرہ میں، جنگ عظیم دوم کے بعد جرمنی اور جاپان میں، "کلو نائیزیشن" کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں، اقتصادی بحرانوں کے بعد روس اور ایسٹ یورپ میں۔

موجودہ دور میں ہم نے دیکھا کہ ۲۰۰۱ء میں ڈیڑھ مہینے کی شدید بمباری کے بعد میں افغانستان اور پھر ۲۰۰۳ء میں اسی طرح عراق میں جمہوریت نافذ کی گئی اور یوں جمہوریت کے نفاذ کے لیے ہمیں دوخوں ریز جنگیں دیکھنی پڑیں اور اب مشرق وسطیٰ میں اسی جمہوریت کے نفاذ کے لیے بھی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ پس جان لیجئے کہ کہ موجودہ جمہوریت کبھی بھی جمہوری اصولوں پر رائج نہیں ہوئی۔

؎ بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

☆☆☆☆☆

اسلامی جمہوریت کا کفر

مفتی عبد العزیز

جمہوریت؛ مغربی ہو یا اسلامی: کفر ہے! ذیل میں اسلامی جمہوریت کے کفر کو واضح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے...

☆اسلام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو قانون سازی کا اختیار نہیں دیتا جب کہ اسلامی جمہوریت پارلیمنٹ کو صفت قانون سازی میں اللہ تعالی کے ساتھ شریک کر لیتی ہے گو کہ وہ یہ قید بھی لگاتی ہے کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنے گا لیکن اللہ کے علاوہ کسی کو قانون سازی کا حق دینا ہی شرک ہے... چاہے وہ قانون سازی کسی بھی دائرے میں ہو...انسان قانون ساز کب سے ہوا؟ آپ یہ سوچیں کہ قرآن اب قانون کیوں نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس لیے کہ اسمبلی کی طرف سے پاس نہیں ہوا.... تو کیا قرآن کو اسمبلی کا محتاج بنانا کفر نہیں؟؟؟ کل کو اگر اسمبلی اسے پاس کرے گی تو وہ وہ قانون اس لیے ہو گا کہ پارلیمنٹ کا پاس کیا ہوا ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ قرآن ہے... ورنہ تو ابھی ہوتا... تو کیا یہ کفر نہیں؟

اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو ذاتی صفتیں ایسی ہیں جن کا اسلامی جمہوریت انکار کرتی ہے... قانونیت اور ابدیت.... یعنی قرآن خود ہی قانون ہے.... اسے بذریعہ پارلیمنٹ قانون بنانے کی بات اس کی قانونیت کا انکار ہے... تو کیا یہ کفر نہیں؟ دوسری صفت ابدیت کا مطلب ہے کہ قرآن تا قیامت قانون ہے... اور پارلیمنٹ کو قانون سازی کا حق دینا قرآن کی صفت ابدیت کا انکار ہے کیونکہ اگر آپ نے آج اسے پاس کیا ہے تو کل کوئی دو تہائی اکثریت اسے فیل بھی کر سکتی ہے.... یا اس میں ترمیم بھی کر سکتی ہے... تو کیا یہ کفر نہیں؟

اس سے ثابت ہوا کہ کوئی جمہوریت اسلامی نہیں ہو سکتی... یہ جو ہم نے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح استعمال کی ہے تو اس لیے کہ

؎شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

یار لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے...نہ اس لیے کہ ہمیں یہ تسلیم ہے...اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ وعدہ (کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا) ایک جمہوری وعدے اور دھوکے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ...

☆اسلام میں حق کا معیار قرآن و سنت ہیں... اسلامی جمہوریت میں حق کا معیار اکثریت ہے... تو کیا یہ کفر نہیں؟

☆ اسلام میں نھی عن المنکر ہر مسلمان کا فریضہ ہے جب کہ اسلامی جمہوریت میں سوائے پارلیمنٹ کے ارکان کے باقی لوگوں پر اس کی پابندی ہے...تو کیا یہ کفر نہیں؟

مثلاً سود پر پابندی کا بل پارلیمنٹ کا کوئی ہندو رکن چاہے تو پیش کر سکتا ہے لیکن کوئی مسلمان نیک عالم دین چاہے بھی تو پیش نہیں کر سکتا کیونکہ وہ رکن پارلیمنٹ نہیں.... تو کیا یہ کفر نہیں؟ (نوٹ: ہم کسی خلائی اسلامی جمہوریت کے قائل نہیں جس کا کہیں بھی کوئی وجود نہ ہو... ہمارے سامنے دنیا میں ''اسلامی جمہوریت'' کا سب سے بہترین ماڈل پاکستانی جمہوریت کی عملی شکل ہے)

☆ اسلام میں کافر اور مسلمان برابر نہیں ہو سکتے... اسلامی جمہوریت اس کا انکار کرتی ہے... تو کیا یہ کفر نہیں؟

☆ اسلام میں کوئی کافر مسلمانوں کا چھوٹا یا بڑا سربراہ نہیں ہو سکتا...اسلامی جمہوریت اس کا انکار کرتی ہے.... تو کیا یہ کفر نہیں؟

☆ اسلام میں کافر کو حاکم کے انتخاب میں رائے دینے کا کوئی حق نہیں... اسلامی جمہوریت اس کا انکار کرتی ہے۔

☆ اسلام میں حاکم تاحیات حاکم ہوتا ہے جب تک وہ عدل و انصاف پر قائم ہو... اسلامی جمہوریت اس کا انکار کرتی ہے اور محدود مدت کی قائل ہے ...

☆ اسلام کسی پارٹی بنانے کی اجازت نہیں دیتا... مسلمان ایک جسم ... اسلامی جمہوریت پارٹیوں کی اجازت دیتی ہے ...

☆ اسلام حزب اختلاف کی تردید کرتا ہے... اسلامی جمہوریت اس کو ضروری قرار دیتی ہے ...

☆اسلام میں نیک اور بد برابر نہیں جب کہ اسلامی جمہوریت میں برابر ہیں۔

☆اسلام میں فاسق کسی معزز عہدے کا اہل نہیں ... اسلامی جمہوریت اس کا انکار کرتی ہے۔

☆اسلام میں خود عہدہ طلب کرنا نااہلی ہے...اسلامی جمہوریت اس کو نہیں مانتی ۔

☆اسلام میں مرد و عورت برابر نہیں ہو سکتے...اسلامی جمہوریت اس کو رد کرتی ہے۔

☆اسلام میں عورت مسلمانوں کی حاکم اور قاضی نہیں بن سکتی... اسلامی جمہوریت اس فیصلے کو حقارت سے ٹھکراتی ہے۔

☆اسلام میں عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے .... اسلامی جمہوریت اس فیصلے کو ردی کی ٹوکری میں ڈالتی ہے ۔

☆اسلام میں ہر کس و ناکس سے رائے نہیں لی جاتی ... اسلامی جمہوریت کی بنیاد بالغ رائے دہی پر ہے ...

☆اسلام میں ۱۸ سال سے کم ذی استعداد و اہلیت لڑکے سے رائے لی جا سکتی ہے ... اسلامی جمہوریت ۱۸ سال کو شرط ٹھہراتی ہے۔

☆ اسلام میں رائے کے لیے تقویٰ اور معاملہ فہمی کی شرط ہے ... اسلامی جمہوریت میں ۱۸ سال کا بوتل خان ہونا کافی ہے۔

☆اسلام ثابت سرحدات کا قائل نہیں متحرک سرحدات کا علمبردار ہے ... اسلامی جمہوریت اس کا الٹ ہے۔

☆اسلامی جمہوریت آزادی افکار کی داعی ہے جب کہ اسلام بے دینی اور فسق، اِسلام اور مسلمانوں کے لیے مضر افکار کی اجازت نہیں دیتا۔

☆اسلامی جمہوریت آزادی ادیان کی قائل ہے جب کہ اسلام میں ارتداد پر پابندی ہے

☆اسلامی جمہوریت آزادی اموال کی بات کرتی ہے .... اسلام جوے سود وغیرہ پر پابندی لگاتا ہے۔

☆اسلامی جمہوریت آزادی اجسام کی بات کرتی ہے .... اسلام میں زنا کی دونوں قسموں جبر اور رضا پر پابندی ہے ۔

☆اسلامی جمہوریت اقوام متحدہ کی کنیز بننے کو فرض قرار دیتی ہے ... اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے ...

☆اسلام أمر بالمعروف والنهي عن المنكر کو فرض قرار دیتا ہے .... اسلامی جمہوریت اس کی بہت سی صورتوں کو یہ کہہ کر حرام ٹھہراتی ہے کہ یہ ریاست میں ریاست ہے .... یا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا .... یا ... قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ...

☆اسلام میں تصویر حرام ہے ... اسلامی جمہوریت میں باتصویر انتخابی نشان کو قبول کرنا ضروری ہوتا ہے خواہ اپنی پارٹی کا یا دوسری پارٹی کا...

اس کے علاوہ جمہوریت کے نقصانات اتنے ہیں کہ شمار مشکل ہے ... مسلمانوں میں پارٹی پرستی کی عصبیت، اپنے اتحادی شیعہ کو مخالف سنی شیخ الحدیث پر فوقیت دے کر ووٹ دینا، گھر گھر ناچاقیاں، ایک دوسرے کی تذلیل، مار پیٹ قتل، ہر بندے کا کئی چہروں والا بن جانا کیونکہ ہر ایک کو کہنا ہوتا ہے کہ ووٹ تمہارا ہے، غیبتوں تہمتوں کے سمندر، تصویر کی گندگی کا اتنا پھیل جانا کہ دلوں سے اس کی قباحت نکل جائے، اسراف و تبذیر کھربوں کھربوں پیسہ فضولیات میں بہتا ہے، حسد بغض، علما اور شریفوں کی تذلیل، فساق اور بد اطواروں کا شریفوں پر غالب آنا، معاملات نااہلوں کے سپرد ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ جمہوریت میں اسلام لانے کے لیے کتنے کفر کرنے پڑتے ہیں ...

1) بل کو ارکان پارلیمنٹ کے علاوہ کوئی مسلمان پیش نہیں کر سکتا... پابندی ہے۔
2) شریعت بل کو بحث کے لیے پیش کرنے سے پہلے دیکھا جائے گا کہ آئین کے مطابق ہے یا نہیں۔
3) اس کے بعد بل کو بحث کے لیے پیش کیا جائے گا۔
4) جو ارکان مخالفت میں بحث کریں گے ان کے لیے کوئی سزا نہیں۔
5) اگر بحث کے نتیجے میں یہ قرار پایا کہ یہ اگلے مرحلے میں جانے کا اہل نہیں تو یہ واپس جانے گا۔
6) اگر بحث کے نتیجے میں قرار پایا کہ یہ آگے جائے گا تو اس پر ووٹنگ ہو گی۔
7) دو تہائی اکثریت حاصل نہ کی تو ختم۔
8) دو تہائی اکثریت حاصل کی تو پھر یہ سینیٹ کی منظوری کا محتاج ہو گا۔
9) سینیٹ کے پاس مسترد کرنے کا اختیار بھی ہے۔
10) اگر سینیٹ نے بھی منظور کر لیا تو یہ توثیق کے لیے سپریم کورٹ جائے گا۔
11) جس کے پاس رد کرنے کا اختیار بھی ہے۔
12) سپریم کورٹ کی توثیق کے بعد یہ صدر کے پاس توثیق کے لیے جائے گا۔
13) جو اسے رد بھی کر سکتا ہے۔
14) اگر صدر نے توثیق کر دی تو یہ ایک ایسا قانون بن جائے گا جس کو موجودہ اسمبلی یا آئندہ اسمبلی چاہے تو ختم یا تبدیل کر سکتی ہے...

☆☆☆☆☆

"ایسی پر تشدد کارروائیاں جن سے عامۃ المسلمین کا نقصان ہو اور جس میں شریعت کی پاسداری نہ کی جائے تو ایسا ہر قدم جہاد کہلانے کا مستحق نہیں، بلکہ فساد ہے۔ لہٰذا جہاد اور فساد کے درمیان پایا جانے والا فرق ہر مسلمان پر واضح ہونا چاہیے، تاکہ وہ نفاذِ اسلام و شریعت کے لیے گھر سے نکلے، جہاد کرے اور فساد سے روکے، نہ کہ فساد کا باعث بنے"۔

مولانا مثنیٰ حسان حفظہ اللہ

شیخ الہند رحمہ اللہ کی جدوجہد کا مقصد

محمد ریحان شہزاد

موجودہ ''اسلامی جمہوری سیاست'' یا ''اسلامی جمہوری ریاست'' کے تناظر میں ۱۸۵۷ء کے آس پاس کے علمائے دیوبند کی تاریخی جدوجہد کا مطالعہ یہ تلخ حقیقت عیاں کرتا ہے کہ جمہوریت کے نام پر اکابر دیوبند کا نام استعمال کرنا اُن کے افکار و نظریات اور مقاصد کے ساتھ وہ کھلا ظلم ہے، جسے چشمِ فلک دیکھ رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کا بدلہ بھی لے رہی ہے۔یعنی کامیابی ندارد!

'تحریک ریشمی رومال، اسیر مالٹا، علمائے ہند کا شان دار ماضی، دارالعلوم دیوبند میں بیتے ایام، جمعیۃ علمائے ہند، عیسائیت پسند مسلمان، نقشِ حیات'...یہ وہ کتب ہیں، جو اس بات کو پوری وضاحت سے بیان کرتی ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید، امیر المؤمنین سید احمد شہید، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت رشید احمد گنگوہی، مفتی کفایت اللہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت عبدالقادر رائے پوری، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور خاص الخاص حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمھم اللہ کی تمام تر جدوجہد کا مقصد کبھی بھی جمہوریت نہیں رہا تھا۔

یہ بزرگانِ دین اول تا آخر اور ابتدا سے انتہا تک سر تا پا ایک اسلامی ریاست کا قیام چاہتے تھے۔نظام جمہوریت تو اِن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔البتہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے جو کہا جاتا ہے کہ وہ عدمِ تشدد کے فلسفے پر کاربند تھے۔جان لینا چاہیے کہ عدمِ تشدد کا فلسفہ بنیادی طور پر گاندھی جی کا تھا۔مفتی کفایت اللہ صاحب کا ابتداءًاس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔البتہ اگر بعد ازاں جمعیۃ علمائے ہند کے نام پر ایک جماعت کا وجود عمل میں لایا گیا تھا تو اُس کا مقصد ہرگز ہرگز جمہوری جدوجہد نہیں تھا۔بلکہ جمعیۃ علمائے ہند اس لیے قائم کی گئی، تاکہ تحریک ریشمی رومال کے تناظر میں قید ہونے والے احباب کو رہائی دلوائی جائے۔اسیرانِ مسلح جدوجہد کے خاندان وغیرہ کی کفایت کی جاسکے۔کم از کم سطح پر مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک بیت المال قائم کیا جائے۔ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کی نگہداشت کی جاسکے۔اور اُنہیں 'وحدتِ امت' کی لڑی میں پرو کر منتشر ہونے سے بچایا جائے۔تاآنکہ انگریز سامراج سے خلاصی ہو اور کم از کم طور پر ایک امیر کی 'امارت' قائم کرکے مناسب جدوجہد کے ذریعے برصغیر میں اسلامی ریاست قائم کی جاسکے۔

اہم بات یہ کہ یہ 'مناسب جدوجہد' بھی ایک عارضی حل کے طور پر طے کی گئی تھی۔ چونکہ یہ عارضی تھی، اس لیے اسے اُن حالات کے تناظر میں عارضی ہی رہنا تھا، نہ کہ مستقل...جیسا کہ آج کل بعض جماعتوں نے خود سے ایک طریقہ اختیار کرکے اُسے 'اکابر کے طریقہ' سیاست' کا نام دے کر عوام کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

چونکہ بنیادی امر یہ ہے کہ جمہوریت اُن بزرگوں کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھی اور نہ جمہوری سیاست اور نہ جمہوری ریاست۔ اس لیے اُن کے نام پر 'جمہوریت جمہوریت' کا راگ الاپنا سراسر ظلم ہے۔اگر یہ بات فی الحال طے کرلی جائے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں مسلح جدوجہد (درست الفاظ میں 'جہاد') مناسب نہیں یا فی الوقت اُسے اختیار نہ کیا جائے تو یہ بات تو ثابت شدہ اور طے شدہ ہے کہ جمہوریت بھی ہرگز مسلم امت کے مسائل کا حل نہیں ہے۔اگر 'نعمتِ خلافت' دستیاب نہیں تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اپنے پاس موجود خلافت سے کم بہتر طریقے 'امارت' کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھولی پھیلا کر جمہوریت کی بھیک مانگی جائے؟!

اگر شیخ الہند رحمہ اللہ عارضی حل کے طور پر جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے تو اُن کا مقصد 'امارت' ہی تھا۔یعنی وہ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک 'شرعی امیر' منتخب کرلیا جائے۔ لیکن تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ تب بھی جماعتی بنیادوں پر بن جانے والے بعض حلقے اس کوشش میں تھے کہ ہماری جماعت کے بڑے کو امیر بنایا جائے۔بس اسی مفاداتی لڑائی کے دوران حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ انتقال کرگئے۔اور وہ اپنی مسلح جدوجہد کا بدلہ پانے اپنے رب کے ہاں حاضر ہوگئے۔اور مفادات کے اسیر اب تک جوں کے توں اپنے اپنے بڑوں کو پوجنے میں مصروف ہیں۔

مفادات کی لڑائیاں انتہائی منحوس ہوتی ہیں۔ آج پاکستان انہی منحوس لڑائیوں کی وجہ سے ''انسانیت کا جنگل'' بنا ہوا ہے، جہاں قانون نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔جس کی لاٹھی اُس کی بھینس!جب جمہوری جدوجہد کے غیر عقلی، غیر شرعی اور غیر فطری ہونے کی بات کی جائے تو بعض جمہوری جماعتوں کے لیڈر واضح الفاظ میں مسلح جدوجہد (جہاد) سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے جگتیں مارتے نظر آتے ہیں کہ 'تم مجھے لکھ کر دے دو کہ مسلح جدوجہد سے اسلام نافذ ہوجائے گا!'اگر ان سے ہی یہ سوال کیا جائے کہ 'آپ ہی کیوں نہیں لکھ دیتے کہ آپ جمہوریت سے اسلام نافذ کرکے دکھادیں!'تب کہتے ہیں کہ نتیجہ اللہ کے پاس ہے۔ تو محترم یہ نتیجہ تب ملتا ہے، جب راستہ درست اختیار کیا جائے۔ سوال، بلکہ آپ کی جگت کا جواب یہ ہے کہ 'ملا عمر نے مسلح جدوجہد ہی سے اسلام نافذ کیا تھا'۔کتنی حیرت کی بات ہے کہ یہ طنز اُن لوگوں کو کیا جاتا ہے، جنھوں نے ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ کو امیر المؤمنین منتخب کیا اور انہوں نے اسلام نافذ کرکے دکھا بھی دیا۔یعنی آپ مذکورہ طنز کا جواب یوں دے سکتے ہیں کہ 'ملا عمر پیدا ہو کر اسلام نافذ کرکے دنیا سے بھی چلے گئے اور یہ جمہوریت کے رسیا ۱۹۴۷ء سے اب تک یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہمیں ووٹ دو تو ہم تمہیں اسلام نافذ کرکے دکھائیں گے'۔

فاعتبروا یا اولی الابصار......اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو

☆☆☆☆☆

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات واحساسات: جولائی ۲۰۱۸ء

معین الدین شامی

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے، وہی خالق ہے اور ہم اسی کے بندے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے جس نے ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف واعزاز بخشا۔ اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائیں اور ہمیں ان لوگوں میں ہونے سے بچائیں جن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، آمین یاربّ العالمین۔

نجانے کیوں...؟

آج سے پانچ چھ برس قبل راقم نے 'نجانے کیوں؟' کے نام سے ایک احساس لکھا تھا...

"میں ذرا عجیب سا آدمی ہوں... نجانے کیوں؟

میں سوچتا ہوں کہ حق کا میدان تو اسلام آباد، لاہور اور کراچی کے چوراہوں پر بڑے بڑے جلسوں اور احتجاجی مظاہروں کی صورت سجا ہے...

حقیقی مورچے تو کانفرنس ہالوں کی گول میزیں ہیں...

اصل شجاعت تو امریکی سفارت خانے کے باہر ببانگِ دہل، امریکہ مخالف نعرہ لگانا ہے...

جہاد تو تقریر میں دشمن کے دانت کھٹے کرنا ہے...

تقدیسِ قلم تو اسی نظام میں رہتے ہوئے ایک اچھے حزبِ اختلاف کے رکن کی حیثیت سے سلطانِ جابر پر تنقید کرنا ہے...

کیا ہوا جو پارلیمنٹ میں حقوقِ نسواں بل پاس ہو گیا؟ اچھی تہذیب تو جمہوری رویوں کا فروغ ہے...

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا بدلہ تو مغربی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہے...

میں سوچتا ہوں، حق وباطل کا معرکہ تو درج بالا محاذوں پر لڑا جارہا ہے...

مگر نجانے کیوں ڈرون حملے وزیرستان میں ہو رہے ہیں؟ نجانے کیوں...؟"

آج چھ برس بعد احساس پھر عجیب سا ہو گیا ہے... اس بار تو سمجھ میں نہیں آرہا اس لیے کچھ لکھا بھی نہیں جارہا...

میں سوچتا ہوں کہ آج وزیرستان میں ڈرون حملے کیوں نہیں ہو رہے؟ آپ بھی سوچئے گا...!

بی بی سی... عقائدِ بد پھیلانے والا ادارہ:

چند دن پہلے بی بی سی اردو پر ایک رپورٹ نشر ہوئی۔ رپورٹر 'عمر دراز'، لاہور میں واقع 'بی بی پاک دامن' کے مزار پر گیا۔ وہاں کچھ لوگوں سے اس نے بات کی۔ ایک شخص نے وہاں کہا کہ میں پہلے یہاں بیٹا مانگنے آیا تھا اور چار ماہ پہلے میرے یہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ اسی طرح دیگر لوگوں نے کہا کہ یہ آلِ بیت کی جگہ ہے یہاں مرادیں پوری نہیں ہوں گی تو کہاں ہوں گی۔ اس کے بعد عمر دراز جامعہ پنجاب لاہور کے سائیکالوجی ڈپارٹمنٹ / شعبۂ علومِ نفسیات کی صدر کے پاس گیا۔ اس شعبے کی خاتون صدر نے کہا کہ بیٹا ہونا ہی تھا سو ہو گیا اور کسی اور چیز کا اس میں دخل نہیں۔

بی بی سی کی اس رپورٹ سے عام آدمی دو طرح کے نتائج نکالے گا جو اس کی زندگی میں عقیدے کی سی حیثیت اختیار کر لیں گے۔

- جعلی پیروں اور اہلِ قبور سے استغاثہ، مدد اور اولاد مانگنے کا سلسلہ اور انہی کو داتا اور مشکل کشا سمجھنا۔ یعنی ایک سادہ لوح بندۂ مؤمن اللہ سے مدد نہ مانگے بلکہ ان جعلی پیروں فقیروں ہی سے اولادیں مانگتا رہے۔
- سائیکالوجی وعقلِ محض پر یقین رکھنے والے جعلی پیروں فقیروں تقدیر پر ایمان رکھنے والے کا ایمان متزلزل ہو کہ جو ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے، خود بخود ایک نظام جاری ہے۔ یعنی بندۂ مومن کے دل میں تشکیک کے بیج بو دیے جائیں اور وہ اللہ پر اور اللہ کی جانب سے تقدیر پر ایمان رکھنے کے بجائے بس سوچے کہ یہ سب automatic/ خود کار نظام ہے اور چلے جا رہا ہے۔

اس سب کا مقصد یہ ہے کہ بس اللہ پاک کی طرف توجہ نہ ہو۔ ایمان اللہ پر نہ ہو، باقی جس مرضی عقیدے اور نظریے کو ایمان بنالو۔ قبروں، مردوں سے مانگو یا سب کچھ کو خود بخود قرار دے دو، یہودی، عیسائی، ہندو، پارسی کچھ بھی بن جاؤ بس اللہ کے بندے نہ بنو!

سبیکہ احمد شیخ کی امریکہ میں ہلاکت:

امریکہ میں آئے روز ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جن میں کوئی امریکی بندوق لے کر کسی سکول یا عوامی مقام میں گھس کر لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے۔ ایک پاکستانی نو عمر طالبہ، سبیکہ احمد شیخ بھی ایسے ہی ایک واقعے کے نتیجے میں رمضان المبارک کے دوران امریکہ کی ریاست ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن کے ایک سکول میں قتل ہو گئی۔ یہ طالبہ، طلباء کے بین الاقوامی تعلیمی تبادلے / Exchange program for education کے تحت امریکہ گئی تھی۔

ایسے طلباء وطالبات امریکہ میں foster parents / رضاعی[1] والدین کے یہاں ان کی لے پالک اولاد کی طرح رہتے ہیں۔ ان کے وہاں رضاعی بہن بھائی ہوتے ہیں، اسی طرح

[1] یہاں رضاعی سے مراد دودھ پلانے والا رشتہ نہیں ہے بلکہ یہ انگریزی لفظ foster کے ترجمے کی کوشش ہے۔ یہ رشتہ ایسا ہوتا ہے جس میں کوئی ماں باپ کسی کے بچے کو کچھ عرصے یا زندگی بھر کے لیے اپنے پاس تربیت اور پرورش کی غرض سے رکھتے ہیں۔

رضاعی خالہ و ماموں اور چچا و پھوپھیاں بھی۔ یہ سب رشتہ دار کافر peter، john، jane، Elizabeth ہی ہوتے ہیں۔

اس واقعے کے بعد اس طالبہ کے والد نے امریکی صدر ڈانلڈ ٹرمپ سے مطالبہ کیا کہ میری بیٹی کے خون کا بدلہ لیا جائے اور امریکہ میں Gun laws کو تبدیل کیا جائے۔

یہاں ہمارے سمجھنے کا مقام یہ ہے کہ ہماری قوم کے لوگ اب اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی جواں سال بیٹیاں، بغیر کسی ولی اور محرم کے امریکہ چلی جائیں، وہاں کی تہذیب اپنائیں، اسی کلچر میں رنگ جائیں اور یہ سب سرمایۂ افتخار قرار پاتا ہے۔

ان کافروں کو ہم خود اپنے بچوں کے رضاعی والدین بناتے ہیں جو ان کے اخلاق، دین و ایمان سب کو ویسے ہی بناتے ہیں جس طرح شیطان اہلِ جہنم کے اخلاق و ایمان کی تعمیر دیکھنا چاہتا ہے۔

مزید افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس طرح کے جنونی واقعات کے بعد بھی ہمارے لوگوں میں سے چند کی آنکھوں پر تقلیدِ مغرب کی ایسی پٹی بندھی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے قتل ہو جانے کے بعد بھی اسی امریکی جنونی نظام کے گُن گاتے ہیں، اسی نظام کو نجات دہندہ اور فلاح و اصلاح کا نظام گردانتے ہیں۔ پھر اس جنونی ریاست کے جنونی صدر ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ ہماری بیٹی تو قربان ہو گئی لیکن اور بیٹیوں کو بچائیں۔

حالانکہ بہن، بیٹیوں کی عزت و ناموس اور جان کی حفاظت تو گھر میں ٹکنے اور ضرورت پر باپردہ ہو کر گھر سے نکلنے میں ہے۔ ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔ بہن بیٹیوں کو گھر میں حفاظت سے رکھا جاتا ہے، بازارِ نیلامی میں رضاعی والدین کو امریکہ کے عیش اور نام نہاد ترقی کے عوض نہیں بیچا جاتا۔

تاسف ہے کہ سبیکہ احمد شیخ کے والد نے پہلے اپنی بیٹی کے لیے یہ سب اختیار کیا اور پھر اس کو شہید کہا اور اس کی شہادت کو استعمال کر کے گن لاز میں تبدیلی کی کوشش کی تجویز پیش کی اور وہ بھی اسلام اور انسانیت کے دشمن ڈانلڈ ٹرمپ کو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محمد بن علمان نہیں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین چلے گا!

خبر ہے کہ سعودی عرب میں سال ۲۰۱۸ء کی پہلی شش ماہی میں شدید ترین بے روزگاری کا بحران رہا ہے۔ سعودی عرب کی تاریخ میں کبھی بے روزگاری اس شرح کو نہیں پہنچی جتنی اب ہے۔

حالانکہ سعودی ولی عہد اور سعودی عرب کے مختارِ کُل 'شہزادہ' محمد بن علمان[2] نے اپنے وژن ۲۰۳۰ کے ذریعے بہت سے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ سیاحت (سیاہت)، انفارمیشن ٹیکنالوجی، جدید سینما گھر، میوزیکل کانسرٹ، خواتین کو محرم کے بغیر باہر نکلنے اور گاڑیاں دوڑانے کی اجازت، نائٹ کلب، عریاں ساحلِ سمندر... یہ ہیں وژن ۲۰۳۰ء کے نمایاں نکات۔ ان کے ذریعے بے روزگاری کو ختم اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى

[طٰہٰ:۱۲۴]

"اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی،
اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اللہ کے ذکر یا نصیحت سے مراد قرآنِ مجید یا ہدایتِ ربّانی ہے۔

سو جو شخص اللہ کی ہدایت کی طرف سے منہ موڑے، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر محمد ابنِ عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ کی جگہ امریکی و شیطانی روش پر چلے گا تو اس کی دنیوی زندگی بھی بہت تنگ ہو جائے گی، آخرت کا عذاب تو ہے ہی ہے!

محمد بن علمان کے وژن ۲۰۳۰ میں فلاح نہیں، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے دین میں نجاتِ اخروی بھی ہے اور فلاحِ دنیوی بھی!

را، موساد اور آئی ایس آئی... دشمنِ دیں سب بھائی بھائی:

سابق ڈی جی آئی ایس آئی جنرل اسد درّانی اور سابق را چیف اے ایس دُلت کی یادداشتوں اور باتوں پر مبنی ایک کتاب ہندوستانی صحافی اَدِتیا سِنہا نے لکھی ہے۔ نام ہے: The Spy Chronicles RAW, ISI and the Illusion of Peace۔ ارادہ ہے کہ اس کتاب سے کچھ اقتباسات پیش کیے جائیں۔ لیکن پہلے کچھ تبصرہ۔ دیکھیے را اور آئی ایس آئی نے وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ ان کا آپسی تعلق کیسا ہے اور کن بنیادوں پر کھڑا ہے۔ دو 'دشمن' ایجنسیوں کے سربراہوں کی ملاقاتیں اور پھر مشترکہ کتاب، امن کی آشا کا پتہ دیتی ہے۔ نیز یہ بھی بتاتی ہے ہمارے جرنیلوں کے نزدیک جڑنے اور کٹنے کے لیے کوئی نام نہاد 'دو قومی نظریہ' ہے اور نہ ہی 'پاکستان کا مطلب کیا... لا الٰہ الا اللہ'۔ ان کے یہاں جڑنا اور کٹنا مفادات کی بنیاد پر ہے۔ ان کا 'معاشرہ' بھی اپنا ہے اور معاشرت بھی۔

صرف ابتدائیے سے چند اقتباسات پیش ہیں، اس لیے کہ یہ باتیں انگریزی محاورے from the horse's mouth[3] یعنی مستند آدمی[4] کی زبانی، جسے ہم گھر کا بھیدی کہہ سکتے ہیں کی زبان سے ہیں۔ آدمی کے لیے خود اس آدمی سے زیادہ، اپنا ترجمان کوئی اور ہو سکتا

---

[2] علمان = سیکولر / لادین

[3] لفظی ترجمہ: گھوڑے کے اپنے منہ سے

[4] اسد درانی اور اے ایس دُلت دونوں ہی مستند آدمی ہیں، دونوں دو بڑی ایجنسیوں کے چیف رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مستند کا کوئی معنیٰ نہیں۔

ہے؟ سو جانیے کہ 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' والی فوج اور اس کے جرنیلوں کے نظریات، عقائد، طرزِ معاشرت، قیام وطعام، بود وباش اور دوستیاں ویارانے کیسے ہیں؟
کتاب کے تعارفی باب کا آغاز 'سعادت حسن منٹو' کے ایک قول سے کیا گیا ہے۔ قول اس کا کتنا ہی صائب ہو لیکن منٹو کے نام پر اتفاق بتاتا ہے کہ جرنیل کیسی تہذیب اور کیسی معاشرت کے دلدادہ وخواہاں ہیں۔

ایک مسلمان جرنیل اور ایک کافر جرنیل کے تعلق کا اندازہ اس بات سے لگائیے، دُلت لکھتا ہے:

"Our wives met at one of the Track-II meetings on Kashmir, held in December 2015 at a Dead Sea resort in Jordan. My wife Paran and the Begum are poles apart. Paran enjoys an occasional smoke with the General whereas the Begum approves of neither smoking nor drinking."[5]

"ہم دونوں کی بیویوں کی ملاقات اردن میں بحیرۂ مردار کے کنارے واقع ایک ریزورٹ[6] میں ہوئی جہاں ہم مسئلہ کشمیر کے حوالے سے ایک 'ٹریک- ٹو'[7] کی میٹنگ کے لیے جمع تھے۔ میری بیوی 'پَرَن' اور 'بیگم صاحبہ' کے مزاج میں بُعد المشرقین سا فاصلہ ہے۔ 'پَرَن' کبھی کبھار جنرل صاحب کے ساتھ بیٹھ کر سگریٹ نوشی سے محظوظ ہوتی ہے جب کہ 'بیگم صاحبہ' نہ سگریٹ نوشی منظور کرتی ہیں نہ پینا پلانا۔"

اسد درانی اپنی بچپن کی پرورش کے متعلق لکھتا ہے:

"I grew up watching Indian movies; even knew all the great names from show business based in Bombay..."[8]

"میں انڈین فلمیں دیکھتا جوان ہوا؛ حتیٰ کہ میں بمبئی میں شو بز سے وابستہ تمام بڑے ناموں کو بھی جانتا تھا..."

فوج میں شامل ہونے کے مقصد کے متعلق لکھا ہے:

"I may have joined the army in 1959 because Ayub Khan had putsched only a year earlier, or because the girls in Government College Lahore, where I was studying, clearly fancied those who showed off in uniform."[9]

"میں ۱۹۵۹ میں فوج میں اس لیے شامل ہوا کہ ایوب خان (ایک فوجی) نے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یا پھر میری فوج میں شمولیت کا مقصد گورنمنٹ کالج لاہور کی لڑکیوں کو متاثر کرنا تھا، اس لیے کہ وردی میں موجود شیخی بگھارنے والوں پر وہاں کی لڑکیاں مرتی تھیں۔ میں بھی اسی کالج میں پڑھتا تھا۔"

وطن ہی سب سے بڑا دیوتا ہے۔ جو اس دیوتا کی پوجا کرے وہ لائقِ احترام ہے۔ دورانِ فوجی تربیت 'جنگی نظریے' کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"While training for war, we were taught that though we had to fight better than our large adversary, but must also keep in mind that our enemy too was doing this for his country."[10]

"فوجی تربیت کے دوران ہمیں اپنے سے بڑے حریف (ہندوستان) سے بہتر لڑنے کی تربیت دی جاتی تھی، لیکن ساتھ میں یہ بھی ذہن نشین کروایا جاتا تھا کہ ہمارا دشمن بھی ہم سے اپنے وطن ہی کی خاطر لڑ رہا ہے۔"

یہ اقتباسات صرف ابتدائیے سے ہیں، جو اب تک میری نظر سے گزرا تھا۔ اس ابتدائیے میں اور بھی بہت سے اقتباسات ہیں جو قابلِ ذکر ہیں لیکن اس صورت میں یہ اس کتاب کا اردو ترجمہ شروع ہو جائے گا۔ ابتدائیہ پڑھنے کے بعد میں یہ تاکید سے تجویز کروں گا کہ اس کتاب کو پڑھا جائے۔ اس کتاب کو پڑھنے کا فائدہ ان لوگوں کو ہو گا جو اس فوج کو اور اس کے جرنیلوں کو اسلامی اور مسلمان سمجھتے ہیں۔ باقی سیکولر تو پہلے ہی اس کی اصلیت جانتے ہیں اور ان کا فوج سے اختلاف ہے بھی مفادات کی جنگ کے باعث کہ اسلام کو کون زیادہ اقتدار میں آکر پہلے اور زیادہ نقصان پہنچائے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عقلِ سلیم وفہیم عطا فرمائیں، آمین یاربّ العالمین۔

و صلی اللہ علی النبی۔

☆☆☆☆☆

---

[5] Page 11, online version.

[6] ایسا ہوٹل جو وسیع وعریض تفریح گاہ پر قائم ہو

[7] یعنی غیر رسمی، سفارتی ملاقات

[8] Page 14, online version

[9] Page 15, online version

[10] Page 15, online version

مسلمانانِ برصغیر کے مشترکہ دشمن...پاکستانی اور بھارتی نظام!

صہیب احسن

دولت 'دورانِ گفتگو یہ انکشاف بھی کرتا ہے کہ ۲۰۰۳ء کے سیز فائر، یعنی کشمیر کے بارڈر پر جنگ بندی اور بھارت کو باڑ لگانے کی اجازت دینے سے قبل بھی اس وقت کے آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل احسان الحق اور بھارتی را کے چیف اے ایس ساہے کے درمیان رابطہ ہوا، اور اس رابطے کے نتیجے کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''تم دونوں (آئی ایس آئی اور را کے سربراہان) نے وہی کیا جو تمہارے بڑے چاہتے تھے، ایسے ہی نتائج نکلتے ہیں جب خفیہ معلومات کا باہم تبادلہ ہو''۔ یہاں عام قاری کو یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ فائر بندی یا جنگ بندی درحقیقت کشمیری مجاہدین کی پیٹھ میں پیچھے سے چھرا گھونپنا تھا۔ اللہ رب العزت کی یہ خاص حکمت اس میں یہ پوشیدہ رہی کہ مجاہدینِ کشمیر کے سامنے بھی ان خائین حکمرانوں و جرنیلوں کی حقیقت واضح ہو گئی اور بے شمار مجاہدین ایجنسیوں کے تابع جہاد سے نکل کر آزاد فضاؤں کی جانب چل دیے، جہاں ریاست و جنرل کی ایما پر جنگیں نہیں لڑی جاتیں بلکہ صرف رب ہی کی رضا اور اس کے دین کی نصرت کے لیے ہتھیار سجائے جاتے ہیں۔ الحمد للہ اس جنگ بندی سے عارضی تعطل پیدا ہو جانے کے باوجود چند ہی سالوں میں آج کشمیر کی وادی میں ایک بھرپور تحریکِ جہاد اپنے جوبن پر ہے، جو برہان شہید جیسے خلافت کے داعیوں، شہید ابو دجانہ و ابو حماس جیسے مخلص مجاہدین اور ذاکر موسیٰ جیسے امرا پر مشتمل ہے۔ جن کا مطمع نظر ''پار'' کی ایما پر حرکت و بے حرکت ہونا نہیں بلکہ خالص رضائے رب ہی جن کا مقصد و مشن ہے۔

دورانِ گفتگو دونوں ایجنسی سربراہان اپنے ہاں پائی جانے والی آرا کو بھی زیرِ بحث لاتے ہیں۔ دولت بھارتی حلقوں میں اکھنڈ بھارت کے تصور کے پائے جانے کا ذکر کرتا ہے جس پر جنرل درانی کا ردعمل حیران کن (محب الوطنی کارڈ ذہن میں رکھتے ہوئے) ہے۔ درانی کہتا ہے کہ ''ہمیں اس پر سنجیدہ بحث کی ضرورت ہے۔ ہم حالات کو پیچھے کی سمت کیسے پلٹا سکتے ہیں۔ جیسے کہ ابتدا میں متحدہ ریاستیں اور پھر اکھنڈ بھارت''۔ یہاں وہ یورپی یونین کا حوالہ بھی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی بھی سرحد مستقل نہیں۔ سرحدات تو تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ پاکستان کی ''محافظ'' اور ''نمبر ون انٹیلی جنس'' ایجنسی کے سربراہ کے یہ الفاظ ہیں! انہیں دوبار نہیں، سہ بار نہیں بار بار پڑھیے۔ اسی وطنیت پرستی کے جھوٹے دعویٰ نے آج گلیاں، چوک چوراہے، اسلام پسندوں کے مبارک خون سے رنگین کر دیے ہیں۔ آج لاکھوں بے گناہ مرد و خواتین پسِ زندان ہیں۔ بلکہ اس سے بدتر حالت میں یعنی ''لاپتہ'' ہیں۔ ناپیاروں کو خبر کوئی کہ چلو دل کو قرار ہی آجائے۔ اسی ''وطن'' کی حفاظت کے نام پر بلوچستان کو شکار گاہ بنا دیا ہے وحشی درندوں کی۔ قبائل و سرحد میں ہزاروں بے گناہ نوجوانوں کو شہید کر دیا گیا۔ جس کو چاہتے ہیں ''ملک کے لیے خطرہ'' کہہ کر اٹھا لیتے ہیں۔ زیادہ مدہوش ہوں تو ''مقابلے'' میں شہید کر دیتے ہیں۔ اور ان کا سربراہ بھارتی ہم منصب کے ساتھ بیٹھ کر اکھنڈ بھارت کا نقشہ ترتیب دے رہا ہے۔ کشمیر کے سودے جرنیلوں کی ملاقاتوں میں کر لیے جاتے ہیں۔ اور یہاں ''بھارتی ایجنٹ'' کی اصطلاح استعمال کر کے بربریت کی ایسی مثالیں قائم کی جا رہی ہیں کہ چنگیز و ہلا کو بھی شرما جائیں۔

ایک جگہ کشمیریوں کی تکالیف کا ذکر آنے پر جنرل درانی یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ ''کشمیریوں کا تکلیف میں رہنا پاکستان کے لیے باعثِ اطمینان ہے کیونکہ اس صورت میں بھارت کی مخالفت عالمی سطح پر بڑھتی ہے''۔ اپنی بات کی مزید وضاحت دیتے ہوئے درانی کہتا ہے کہ ''لازم نہیں کہ پاکستان کا کردار ہمیشہ کشمیریوں اور مسلمانوں کے حق میں ہی ہو''۔ جنرل درانی پاک بھارت مذاکرات کے حوالے سے کہتا ہے کہ ''ہماری فوجی حکومتوں میں ہمارے ہندوستان سے تعلقات اچھے رہے''۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ ''فوج بطورِ ادارہ ''بھارت دشمن'' نہیں ہے''۔ ہم اس کے اس دعویٰ کو من و عن تسلیم کرتے ہیں۔ ہتھیار ڈال کر ملک کافر کے حوالے کرنے کے بعد جس سرنڈر فوج کا سالار 'جنرل اروڑا کو فحش لطیفوں پر ہنسانے کی کوشش کرتا رہا ہو، ان سے اس دوستی ہی کی توقع ہے۔ ہاں تکلیف اس بات کی ضرور ہوتی ہے کہ عام پاکستانی عوام کو دھوکہ میں مبتلا رکھنے کے لیے جس کو چاہتے ہیں بھارتی ایجنٹ کہہ کر اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیتے ہیں۔ اور یہ صرف مجاہدین اور ان کے انصار اور دین پسند طبقات تک ہی موقوف نہیں، بلکہ معاشرے کے ہر طبقے میں اپنے مخالفین پر پہلا وار، ان کو ''بھارتی ایجنٹ'' ثابت کرنا ٹھہرتا ہے۔

درانی (گھر کی گواہی) کہتا ہے کہ پاکستان میں موجودہ جنگ کا بیج بونے والا پرویز مشرف تھا، جس نے ۲۰۰۴ء میں وزیرستان میں باقاعدہ فوج داخل کی۔ ساتھ ہی ساتھ جنرل درانی اور دولت اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مسئلہ کشمیر پر سب سے زیادہ پیش رفت مشرف کے ہی دور میں ہوئی اور مشرف کا پیش کردہ فارمولا بھارت کے لیے بہت حد تک قابلِ قبول تھا۔ ذرا اندازہ کیجیے! ایک جانب تو مجاہدین سے براہ راست تعارض کیا جا رہا ہے، ان پر بدترین جنگ مسلط کی جا رہی ہے، ہزاروں مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا جا رہا ہے، ان میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ ہزاروں کو آپریشنوں اور چھاپوں میں شہید کیا جا رہا ہے۔ بچنے والوں پر بم باریاں کی جا رہی ہیں۔ ہر ہر محفوظ ٹھکانہ ان ظالموں کا نشانہ ہے اور دوسری جانب کفار سے محبت و دوستی کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں۔ کشمیر کی فائر بندی کا اوپر ذکر ہوا، جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ''کمانڈو'' کشمیر کا مکمل سودا ہی کر چکا تھا، لیکن مشیتِ ایزدی کے آگے کسی کی کب چلی ہے۔ اقتدار ختم ہوا اور وہ اپنے ناپاک عزائم میں ناکام رہا۔ مجاہدین کو بعض لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ تم کفار کو چھوڑ کر ''مسلمانوں'' سے جنگ کیوں کرتے ہو؟ ان سب حقائق کو مدنظر رکھیے، اور سوچیے۔ کفار سے محبتوں کا دم بھرنے والے مجاہدین تھے یا یہ فوج اور ریاست؟!

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

صومالیہ:

6 جون: حرکۃ الشباب المجاھدین نے سرکاری فوج کے مورچوں پر تعارض کے بعد ولایہ جیذو کے شہر عیلواق پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

شمالی مقدیشو میں مجاہدین کی کمین میں اعلیٰ افسران سمیت 15 سرکاری اہل کار قتل ہو گئے۔

8 جون: ولایہ بای وبکول کے شہر بیدوا کے علاقے دینونای میں سرکاری افواج کے اڈے پر مجاہدین کا قبضہ، جھڑپوں میں 4 قتل اور 5 زخمی ہو گئے۔

مقدیشو کے علاقے ھروا میں مجاہدین کی کمین (گھات) میں 3 سرکاری فوجی مارے گئے۔

ساحلی شہر کسمایو کے علاقے بولوجدود میں امریکی و صومالی افواج کے مشترکہ اڈے پر مجاہدین نے تعارض کیا جس میں درجنوں مقامی مرتدین سمیت 5 امریکی فوجی قتل ہوئے۔

10 جون: ساحلی شہر کسمایو کے علاقے بولوجدود کے قریب فوجی اڈے پر کار بم حملے میں سرکاری ملشیا کے 50 سے زائد اہل کار ہلاک ہوئے۔

11 جون: ولایہ شبیلي السفلی کے قصبے قریولی اور کلک 60 کے علاقوں میں یوگینڈا کی افواج کے دو فوجی اڈوں پر تعارض کیا گیا جس میں دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے سقادر کے علاقے میں سرکاری ملیشیا کی چیک پوسٹ پر حملہ کیا گیا جس میں کئی اہل کار زخمی ہوئے۔

ولایہ بائی بکول تید اور حدر کے علاقے میں سرکاری ملیشیا کی بیرکوں پر حملہ کیا گیا۔ حملے میں 4 اہل کار ہلاک ہوئے، بہت سا فوجی ساز و سامان مالِ غنیمت حاصل ہوا اور علاقے پر کنٹرول بھی حاصل کر لیا گیا۔

13 جون: ساحلی شہر کسمایو کے علاقے بولوجدود میں فوجی اڈے پر کار بم حملے میں سرکاری ملیشیا کے 4 اہل کار قتل ہوئے۔

مقدیشو بلعد کے مضافاتی علاقے میں مائن بم حملے میں فوجی گاڑی تباہ ہوئی جس میں کئی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

حیران، بولوبریدی شہر کے ائیرپورٹ پر نصب مائن پھٹنے سے جبوتی کی فوج کا ایک سپاہی زخمی ہوا۔

ولایہ بای بکول، قنشیدیری قصبے کے قریب مجاہدین کی لگائی گئی کمین میں سرکاری ملیشیا کے 2 اہل کار ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

ولایہ بای بکول بیدوا کے مضافات میں چیک پوسٹ پر حملے میں ایک سرکاری اہل کار ہلاک ہوا۔

مقدیشو ہاروڈائریکٹوریٹ میں سرکاری ملیشیا کی بیرکوں پر حملہ کیا گیا۔

14 جون: ساحلی شہر کسمایو کے نواحی علاقے عبد اللہ برولی میں سرکاری ملیشیا کی بیرکوں پر حملہ کیا گیا جس میں کئی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

18 جون: جنوبی صومالیہ کے ساحلی شہر کسمایو میں سرکاری فوجوں پر مجاہدین کے حملے میں 3 اہل کار قتل اور دو زخمی ہو گئے۔

20 جون: ساحلی شہر کسمایو کے قصبے برقا کے مضافاتی علاقے میں سرکاری ملیشیا کے حملے کو ناکام بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے 3 اہل کار ہلاک اور 2 زخمی ہوئے۔

مقدیشو سے 30 کلو میٹر مشرق میں واقع بلعد شہر کے اطراف میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے برونڈی (افریقی ملک کا نام) کی گھس بیٹھیا فوج کی بکتر بند گاڑی تباہ کر دی، جس کے نتیجے میں سوار تمام اہل کار ہلاک و زخمی ہو گئے۔

22 جون: مغربی صومالیہ کی ولایت بای وبکول کے شہر تیبقلو میں سرکاری فوج کے چار اہل کاروں نے اسلحے سمیت مجاہدین کو گرفتاری دے دی۔

ولایہ شبیلي السفلی میں آفجوي اور ونلوین شہر کو ملانے والے روڈ پر مجاہدین نے افریقی یونین کے ایک قافلے پر کمین (گھات) لگائی۔ جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹرک مکمل تباہ جبکہ ایک ٹرک اور کثیر اسلحہ مجاہدین نے غنیمت بنا لیا۔ کفار کے درجنوں سپاہی قتل ہوئے۔

آفجوي شہر ہی میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے فوجی گاڑی تباہ کر دی۔ جس کے نتیجے میں 3 اہل کار قتل اور ایک زخمی ہو گیا۔ یاد رہے مذکورہ شہر دارالحکومت مقدیشو سے محض 30 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

24 جون: ساحلی شہر کسمایو کے علاقے بارکا میں شیر دل مجاہد نے سرکاری فوج کا اہل کار قتل کر دیا۔

25 جون: مقدیشو میں ٹارگٹ کلنگ کی کاروائی کی گئی جس میں سرکاری فوجی زخمی ہوا۔

بلعد شہر میں باروی سرنگ کے دو دھماکے کیے گئے جس میں فوجی گاڑی تباہ۔ 5 سوار اہل کار قتل ہوئے مرنے والوں میں برونڈی اور صومالیہ کے فوجی شامل ہیں۔ دیگر 8 زخمی بھی ہوئے۔

27 جون: ولایہ شبیلي السفلی کے شہر ونلوین میں مجاہدین نے امریکی تربیت یافتہ سپیشل فورسز کی گاڑی کو دھماکے سے اڑا دیا۔ 12 کمانڈوز کے ہلاک و زخمی ہونے کی اطلاعات۔

28 جون: ولایہ شبیلي السفلی کے شہر قریولي کے اطراف مجاہدین نے سرکاری فوج کے 3 ارکان قتل کر دیے۔

30 جون: مقدیشو کے علاقے یاقشید میں سرکاری فوج کے ایک گروہ بارودی سرنگ کے دھماکے میں 4 اہل کار قتل اور دیگر کئی زخمی ہوئے۔

ولایہ شبیلي السفلی کے شہر قریولي میں دنو نامی علاقے میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے یوگنڈا کی گشتی پارٹی کے 3 فوجی اہل کار قتل ہو گئے۔

01 جولائی: دارالحکومت مقدیشو کے جنوب مغرب میں واقع اَفجوي شہر میں مجاہدین نے سرکاری افواج کے اڈوں پر تعرض کیا۔ جس میں دشمن کو شدید ہزیمت کا سامنا ہوا۔

اللہ کے شیروں نے ملک میں افریقي یونین کے ساتویں بڑے فوجی اڈے پر مقدیشو شہر میں کئی میزائل برسائے جس سے دشمن کو شدید جانی ومالی نقصان کا سامنا ہوا۔

03 جولائی: اسلامی ولایت ھیران کے شہر بقاقبلي میں سرکاری افواج کے 8 اہل کاروں نے خود کو مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

ولایہ شبیلي السفلی کے شہر شلانبود کے قریب یوگنڈا کے فوجی قافلے پر بارودی سرنگ کے دھماکوں کے نتیجے میں ایک بکتر بند گاڑی سواروں سمیت تباہ ہو گئی۔

04 جولائی: ولایہ مدق کے علاقے عاد میں ایتھوپیا کی غاصب افواج پر حملے کے نتیجے میں ایتھوپین افواج کے افسر جوبي جري سمیت 23 اہل کار مارے گئے۔

06 جولائی: ولایہ شبیلي السفلی کے علاقے قلمو میں سرکاری فوج کے مورچوں پر حملے میں 2 اہل کار مارے گئے۔

07 جولائی: ولایہ شبیلي السفلی کے ساحلی شہر براوی میں ضلعی چیف عثمان علی برالي بارودی سرنگ کے دھماکے میں مارا گیا اور اس کی گاڑی تباہ ہو گئی۔

دارالحکومت مقدیشو میں وزارت داخلہ اور انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر پر انغماسی حملے میں بیسیوں اہل کار بشمول کئی اعلیٰ افسران قتل ہوئے۔ عمارتوں پر قابض مجاہدین اور مرتد افواج میں کئی گھنٹے معرکہ آرائی ہوئی جس میں عمارتوں سے باہر موجود اہل کاروں کو بھی رسوائی اور ہزیمت کا سامنا ہوا۔

ساحلی شہر کسمایو کے قریب برقا نامی علاقے میں مجاہدین کی کمین میں 4 اہل کار مارے گئے۔

کینیا:

6 جون: شمال مشرقی کینیا کے خطہ جاریسا کے شہر لبوي میں حرکۃ الشباب المجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے فوجی ٹرک تباہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں 20 صلیبی فوجی قتل ہو گئے۔

18 جون: شمال مشرقی کینیا جاجر صوبے کے علاقے تتلو میں فوجی قافلے پر مجاہدین کی کمین میں صلیبی افواج کا ایک ٹرک تباہ، 15 اہل کار قتل اور 23 زخمی ہوئے۔

03 جولائی: ماندیرا کے علاقے لفي میں کینین فوج کی BMP بکتر بند گاڑی مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے سواروں سمیت تباہ کر دی۔

04 جولائی: کینیا کے ساحلی علاقے لامو میں مجاہدین کی کمین (گھات) میں 7 فوجی اہل کار قتل اور گاڑی تباہ ہو گئی۔

07 جولائی: ماندیرا کے قریب لفي میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے سواروں سے بھرا فوجی ٹرک تباہ کر دیا۔

08 جولائی: بلعد شہر کے قریب جلولي نامی علاقے میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے برونڈی کی افواج کے تابع بکتر بند گاڑی سواروں سمیت تباہ ہو گئی۔

یمن:

20 جون: انصار الشریعہ کے مجاہدین نے متحدہ عرب امارات کی حمایت یافتہ سیکورٹی فورسز پر الوادی اور ابیان میں حملہ کیا جس میں کئی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے اور کئی فوجی گاڑیاں اور بھاری اسلحہ تباہ کیا گیا۔

21 جون ولایہ شبوہ کے علاقے المصینعۃ میں قوات النخبۃ الشبوانیۃ کے عناصر پر بارودی سرنگ کا دھماکہ کیا گیا جس میں درجنوں ہلاک و زخمی ہوئے۔

23 جون: ولایہ اِب کے علاقے حبیش میں مجاہدینِ القاعدہ نے حوثی کفار کے رہنما صدام محي الدین کو 2 محافظوں سمیت بارودی سرنگ کے دھماکے میں قتل کیا۔ حملے میں 3 جنگجو زخمی بھی ہوئے۔

24 جون: ولایہ ابین میں حزام الامنی کے 9 اہل کار مجاہدین کی جانب سے بارودی سرنگ کے دھماکے میں زخمی ہو گئے۔

25 جون: ولایہ بیضاء کے علاقے قیفۃ میں مجاہدین کی کمین کے نتیجے میں 5 حوثی جنگجو مارے گئے۔

02 جولائی: ولایہ بیضاء کے علاقے المیاسر میں القاعدہ فی جزیرۃ العرب کے شیر دل مجاہدین نے گھات لگا کر 2 حوثی جنگجو قتل کر دیے۔

10 جولائی: ولایہ بیضاء میں القاعدہ فی جزیرۃ العرب کے مجاہدین نے حوثی قائد عبدالکریم مطری کو ایک محافظ سمیت قتل کر دیا۔

لیبیا:

21 جون: شیحا کے علاقے میں سخت جھڑپیں حفتر کی افواج کا ٹینک اور بکتر بند تباہ، 19 مرتدین ہلاک ہوئے۔ مشرقی شیحا میں مرتدین کی گاڑی 4 سواروں سمیت ایک حملے میں تباہ کی گئی۔

ان جھڑپوں اور کاروائی میں 10 کے قریب مرتد اہل کار مجاہدین کے سنائپروں کا نشانہ بنے۔

درنہ کے علاقوں البلاد، شیحا، المغاز، الجبیلۃ میں صبح سے ہی طاغوتی افواج اور مجاہدین کے درمیان سخت جنگ جاری رہی۔ جس کا آغاز طواغیت کی طرف سے علاقے کی جانب پیش قدمی کی کوشش سے ہوا۔ دشمن کی جانب سے پیش قدمی کی ایسی چار کوششیں کی گئیں۔ ہر بار پیش قدمی سے قبل مرتدین سیکڑوں کی تعداد میں میزائل داغتے رہے۔

المغاز میں دشمن کے ہجوم پر حملے میں دو بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔

(بقیہ: صفحہ ۱۱۲ پر)

الخندق آپریشن کے اثرات

احمد مختار

امارت اسلامیہ نے ۲۵ اپریل کو 'الخندق' نام سے موسم بہار کے آپریشن کا اعلان کیا۔ یہ جہادی کارروائیاں اپنی نوعیت کے لحاظ سے ماضی کے آپریشنز سے الگ ہیں، جن سے دشمن مرعوب ہے۔ الخندق آپریشن کے پہلے دن قابض اور کٹھ پتلی فوج پر بھرپور اور مؤثر حملے کیے گئے۔ مجاہدین نئے عزم کے ساتھ افغانستان بھر میں دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ہر جگہ ان کے مضبوط ٹھکانوں پر دھاوا بول دیا۔ دشمن نے ہر قسم کا ظلم و جبر آزمایا ہے۔ ٹرمپ کی نئی جنگی حکمت عملی کے تحت نہتے شہریوں کو نشانہ بنایا گیا۔ بڑی تعداد میں مظلوم شہریوں کو شہید اور زخمی کیا گیا۔ جب کہ کٹھ پتلی حکومت نے مجاہدین سے امن کی بھیک مانگنے کی کوشش کی اور نام نہاد امن بارے بے بنیاد پروپیگنڈا کیا۔ کٹھ پتلی اشرف غنی کی ٹیم اس پروپیگنڈے میں مصروف ہے کہ 'ہم امن چاہتے ہیں۔ اس لیے مجاہدین کو غیر مشروط مذاکرات کی پیشکش کرتے ہیں۔ وہ ہماری تجویز پر غور کریں۔'

افغان عوام اور مجاہدین کٹھ پتلی حکومت کے جھوٹ اور پروپیگنڈے سے واقف ہیں۔ کابل حکومت کے حواریوں نے اس بار یہ پروپیگنڈا کیا کہ 'مجاہدین نے اشرف غنی کی جانب سے امن پیش کش پر باقاعدہ ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ اگرچہ امارت نے پس پردہ اشرف غنی کی پیش کش قبول کر لی ہے۔' جب کہ الخندق جہادی کارروائیوں نے دشمن کے تمام منصوبوں اور نام نہاد امن دعووں کو جھوٹ کا پلندہ ثابت کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ کابل حکومت نام نہاد امن کے لیے جو کوشش کر رہی ہے، وہ صرف خوش نما نعروں تک محدود ہے۔ جب کہ امریکا کے جنگی اقدامات کے نتیجے میں نام نہاد امن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ افغانستان بھر میں جارحیت پسندوں کی غیر قانونی کارروائیاں جاری ہیں۔ کٹھ پتلی حکومت کو ان کی روک تھام کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ سانحہ قندوز جیسے دل دہلا دینے والے سفاکانہ واقعے کی مذمت کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی۔

مجاہدین نے الخندق آپریشن کا اعلان کر کے دشمن کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا دیا اور اس کے پروپیگنڈے کا عملی جواب دیا ہے۔ مجاہدین کی جانب سے افغانستان بھر میں الخندق آپریشن کے آغاز کے بعد افغانستان میں تعینات امریکی فوج کے سربراہ نے ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ 'مجاہدین کی کارروائیاں غیر مؤثر ثابت ہوں گی۔ ہم مجاہدین کو طاقت کے استعمال کے ذریعے امن مذاکرات پر مجبور کریں گے'۔ اسی طرح وزارت دفاع نے بھی عجلت میں ردعمل دیتے ہوئے جارحیت پسندوں کے مؤقف کی تائید کی اور مجاہدین کی جہادی کارروائیوں کو محض ایک پروپیگنڈہ قرار دیا۔

جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے دعووں کے برعکس الخندق کارروائیاں نہایت مؤثر ثابت ہوئی ہیں۔ افغانستان بھر میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا ہے۔ قندھار سے لے کر ہلمند، نیمروز، فراہ، قندوز، ننگرہار، پکتیا، خوست، غزنی، لوگر اور دیگر صوبوں تک تمام علاقوں میں اہم اضلاع اور درجنوں چوکیاں فتح کی جا چکی ہیں۔ سیکڑوں اہل کار ہلاک کیے جا چکے ہیں۔ بھاری مقدار میں اسلحہ اور فوجی سامان بھی غنیمت میں حاصل کیا گیا ہے۔ الخندق آپریشن کے مثبت اثرات کے علاوہ کٹھ پتلی حکومت کی جانب سے آئندہ انتخابات کے لیے ووٹر لسٹوں میں اندراج کا عمل بھی مکمل ناکامی کا شکار ہے۔ یہ بھی الخندق آپریشن کا اثر ہے کہ دشمن بھرپور کوشش کے باوجود بڑے صوبوں کے دارالحکومتوں میں بھی رجسٹریشن کے عمل کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا پائی۔ مختلف صوبوں میں برائے نام رجسٹریشن سینٹرز کھولے گئے ہیں، لیکن بہت جلد مجاہدین کے ممکنہ حملوں کے خوف سے رجسٹریشن کا عمل شروع کیے بغیر دوبارہ بند کر دیا گیا۔

علاوہ ازیں الخندق آپریشن کے اثرات میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے آغاز سے آج تک بلاتعطل کارروائیاں جاری ہیں۔ بتدریج مختلف صوبوں میں پیش رفت ہو رہی ہے۔ دشمن کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ دو ہفتوں میں مختلف صوبوں کے چھ اضلاع مکمل فتح کر لیے ہیں۔ جب کہ پچاس سے زائد فوجی اڈے اور چوکیاں بھی فتح کی جا چکی ہیں۔ سیکڑوں اہل کار موت کے گھاٹ اتار دیے گئے ہیں۔ اربوں روپوں کے ہتھیار، ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ اور قبضے میں لی گئی ہیں۔ بزدل دشمن مجاہدین کے حملوں کے خوف سے اپنے محفوظ ٹھکانوں میں بھی خود کو محفوظ تصور نہیں کرتا۔ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے رعب دیا ہے۔ چند مجاہدین کسی بڑے فوجی اڈے پر حملہ کرتے ہیں تو ایک دو گھنٹے میں اسے فتح کر لیتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی خاص مدد حاصل ہے۔ وہ ایمانی جذبے سے سرشار ہیں۔ اللہ کے دین کے لیے دشمنانِ اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ وہ اگرچہ ظاہری مادی وسائل کے لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن ایمانی قوت سے مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نعرہ تکبیر میں جو اثر رکھا ہے، اس کی طاقت دشمن کو معلوم ہے۔ کٹھ پتلی فوج جدید اور بڑے ہتھیاروں سے لیس ہے۔ اسے امریکی فضائیہ کی مدد بھی حاصل ہے۔ وہ اس کے باوجود چند مجاہدین کے مقابلے میں ڈھیر ہو جاتی ہے۔ اب نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ ایک گھنٹے میں مضبوط اضلاع بھی مجاہدین کے کنٹرول میں آ جاتے ہیں۔ ہمیں امید ہے الخندق آپریشن بھی غزوہ احزاب کی طرح تاریخ رقم کرے گا۔ غزوہ احزاب میں بھی کفار اور مشرکوں کے لشکر کی تباہی کا سبب بنا۔ اسی طرح امارت اسلامیہ کی قیادت میں الخندق آپریشن بھی صلیبی قوتوں اور ان کے کارندوں کی تباہی و ناکامی کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو فتوحات سے نوازے گا اور انہیں اس تاریخی معرکے میں سرخ رُو کرے گا۔ ان شاءاللہ

☆☆☆☆☆

دینی علما کے عنوان سے امریکہ کی جانب سے مرتب شدہ اجلاسوں کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ اور اس کے حواریوں نے سترہ سال قبل افغانستان کی قانونی اسلامی حکومت اور اسلامی سرزمین پر جارحیت کی اور اس کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا۔ گذشتہ سترہ سالوں کے دوران افغان ملت نے بے دریغ قربانیوں کی برکت سے جارح افواج کو اس پر مجبور کردی، کہ جنگ میں شکست کو تسلیم اور مملکت اسلامیہ افغانستان سے فرار کے لیے آمادگی ظاہر کریں۔

تو کامیابی سے مایوس کافروں نے اب چند سازشوں کو بروئے کار لائے ہیں، تاکہ افغان مومن اور حریت پسند عوام کی استقلال کی صدا کو خاموش اور ان کی قربانیوں کے ثمرات کو ضائع کروادیں۔

جارح امریکی افواج کے جنرل کمانڈر جنرل نیکولسن نے ۱۸ مارچ ۲۰۱۸ء کو کابل میں پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ رواں سال طالبان پر مختلف دباؤ ڈالنے کے امریکی منصوبے میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم طالبان پر فوجی، سیاسی اور حتی مذہبی دباؤ ڈالیں گئے، مذہبی دباؤ کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان، پاکستان اور چند دیگر اسلامی ممالک کے علما کے نام سے تقریبات منعقد کیں جائیں اور ان تقریبات میں طالبان کے خلاف فتوی جاری کیا جائے گا اور ان کی مزاحمت کے جواز کو مذہبی رو سے زیر سوال لایا جائے گا۔

اسی سلسلے میں امریکی منصوبے کی رو سے علما کا پہلا اجلاس ۱۱ مئی ۲۰۱۸ء کو انڈونیشیا کے بوگور شہر میں منعقد کیا گیا اور منصوبہ یہ تھی کہ آئندہ مزید اجلاسوں کے انعقاد کابل، اسلام آباد اور سعودی عرب میں کیا جائے گا۔

علما کے عنوان سے دینی علما کے اس منصوبے کو امارت اسلامیہ مکمل امریکی اسلام دشمن منصوبہ سمجھتی ہے، جس کی منصوبہ بندی، فنڈنگ اور عملی ہونے کے تمام امور امریکی غاصبوں کی جانب سے رہبری ہوتے رہتے ہیں، ایسے اجلاسوں کے ذریعے امریکہ اپنی ظالمانہ فوجی جارحیت کو جوزار ڈھونڈتے اسے دینی رنگ دیتے ہیں، تاکہ اس کے خلاف افغان مومن عوام کے شروع ہونے والے جہاد کو کمزور کریں۔ مگر جس طرح امریکہ فوجی، سیاسی اور پروپیگنڈے کی جدوجہد میں ناکامی سے روبرو ہوا ہے، تو اللہ تعالی اس کے اس حالیہ سازش کو بھی شکست اور رسوائی سے روبرو کرے گا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

(الصف:۸)

استعمار کی اس سازش کے بابت امارت اسلامیہ 'علمائے دین کے لیے اعلان کرتی ہے کہ اس طرح اجلاسوں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ بعض علما اور مشائخ اس وجہ سے ایسے اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم وہاں حق کی باتیں بیان کرکے مجاہدین کی داعیہ سے دفاع کریں گے۔ ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اگر آپ حضرات وہاں جتنا بھی حقائق بیان کریں گے، مگر اس کے باوجود اجلاس کا آخری فیصلہ اور میڈیا پروپیگنڈہ استعمار کے قبضے میں ہے، استعمار آپ کے بیانات کو تحریف کرواکر اپنی مفاد میں تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ انڈونیشیا کے اجلاس میں سامنے آیا، کہ چند دینی علما کے برحق اظہارات کو میڈیا میں نشر نہیں کی گئی اور صرف علما کے توہین کی خاطر ڈرامہ رچایا گیا کہ اجلاس میں شرکت کرنے والے حضرات میں خصوصی لفافوں کے ذریعے ڈالر تقسیم کیے گئے۔

جیسا کہ کابل کی تقریب میں دیکھا گیا کہ چند علما کو جمع کروایا گیا اور بعد میں پہلے سے مرتب شدہ مضمون کو فتوی کے نام سے انہیں سنایا گیا، جسے تمام علما کا متفقہ فتوی تبلیغ کیا گیا، ہم نے جس حد تک ان اجلاسوں کی حالت کو مشاہدہ اور ان کے فیصلوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کے پاس برحق جہاد کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے کوئی شرعی یا منطقی دلیل نہیں ہے، کافی حد تک عام گفتگو ہوتی رہتی ہے، جنگ میں شہری نقصانات کی نشاندہی کی جاتی ہے اور مجاہدین کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے، کہ ان کے حملوں میں بے گناہ شہری، بچے اور خواتین قتل ہوتے ہیں۔ ہم ان کے اس دعوے کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمارا جہادی ہدف کبھی بھی بے گناہ افراد کا قتل نہیں ہے، ہم نے حتی الوسع بہت کوشش کی ہے، کہ جہادی حملوں میں بے گناہ افراد کو نقصان نہ پہنچے، اسی مقصد کے لیے شہری نقصانات کے سدباب کی خصوصی کمیشن کو تشکیل دی، شکایت نمبر کو جاری اور بے احتیاطی کی صورت میں مجاہدین کو سزائیں دی گئیں۔ مگر یہ کہ ہر جنگ کے کچھ عوارض ہوتے ہیں، جس سے شہری نقصان ہوجاتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو حتی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے غزوات میں بھی کبھی کبھی غلطی سے بے گناہ افراد قتل ہوتے، لیکن مذہبی علما نے کسی صورت میں غیر عمدی شہری نقصانات کی وجہ سے جائز جہاد کو باطل نہیں سمجھا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ان اجلاسوں میں رواں جہاد کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے یہ بات بہت کی جاتی ہے کہ جہاد ایک برحال حکومت یا سلطان کی جانب سے اعلان ہونا چاہیے، ورنہ درست نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آیئے معاصر تاریخ کے اسلامی مزاحمتوں کا گہرا مطالعہ کریں۔ اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں جب اسپین، فرانس، برطانیہ، روس، ہالینڈ، اٹلی اور دیگر یورپی ممالک کی جانب سے عالم اسلام پر جارحیت کی گئی، شمالی افریقا سے لیکر قفقاز، وسطی ایشیا، مشرق وسطی اور حتی ہندوستان تک تمام اسلامی سرزمین یورپی استعمار کی جانب سے قبضہ اور استعمار کے زیر کنٹرول رہا، ان ممالک میں استعمار نے اپنی مستبد

حکومتیں قائم کیں اوراپنی فوجی، سیاسی، نظریاتی اور معاشی جارحیت کو جاری رکھا۔ اس کے بعد ان غاصبوں کے خلاف اکثر علاقوں میں مسلح جہاد کا آغاز ہوا۔ استعمار کے خلاف اسلامی تاریخ کی یہ مایہ ناز مزاحمتیں حکومتوں کی جانب سے نہیں بلکہ سید احمد شہید، امام شامل داغستانی، ملامشک عالم، عمر مختار، عزالدین قسام، محمد احمد المہدی السوڈانی، ابراہیم بیگ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہم اللہ اور ان کے مانند دیگر اسلامی درد میں درمند سپوتوں کی انفرادی جدوجہد سے تحریکیں شروع ہوئی تھیں، جو وقت گزرنے کے بعد عوامی تحریکوں میں بدل گئیں اور عالم اسلام سے اجنبی استعمار کو مار بھگایا۔

اب تک عالم اسلام کے کسی عالم نے ان سپوتوں کے جہاد پر جرح کی اور نہ ہی اس وجہ سے ان کے جہاد کو ناجائز یا غیر مشروع سمجھا ہے کہ ان کا جہاد حکومتی نہیں بلکہ عوامی تھا۔ اسی طرح تین عشرہ قبل روسی جارحیت اور کمیونزم کے خلاف افغان مجاہدین نے جہاد کا آغاز کیا، تو دنیا بھر کے علماء کرام نے جہاد کی حمایت کی، حالانکہ جہاد کے آغاز کے دوران بھی مجاہدین کی کوئی حکومت نہ تھی۔

دوسرا یہ کہ ہمارا موجودہ جہاد دفاعی جہاد ہے، اس لیے کہ کافروں نے ہماری اسلامی سرزمین پر جارحیت کی ہے اور ان کے خلاف دفاعی جہاد شروع ہوا ہے۔ دفاعی جہاد میں جب کفار مسلمانوں کے ملک پر حملہ کریں، تمام فقہی کتب میں تحریر ہیں، کہ ہر مرد، عورت، غلام، آزاد اور ہر مسلمان علی الانفراد نفیر عام پر (قیام) واجب ہے اور سب ایک دوسرے کے اجازت کے بغیر جہاد کریگا، ورنہ سب گنہگار اور فرائض کے متروک ہیں، لہذا دفاعی جہاد میں حکومت اور نہ ہی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ جہاد کا حکم بہر حال حکومت کو جاری کرنا چاہیے، پھر بھی امریکہ کے خلاف ہمارا جہاد اس لیے جائز ہے کہ اس کے جواز کے فتویٰ کو عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں امارت اسلامیہ کی برحال حکومت کے دوران امریکی جارحیت سے چند روز قبل ۳رجب المرجب ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۲۰۰۱ء کو کابل میں ایک ہزار پانچ سو علمائے کرام نے جاری کیا، جس میں کہا گیا تھا کہ اگر امریکہ نے افغانستان پر جارحیت کی، تو اس کے خلاف جہاد فرض عین ہے۔ اس فتویٰ کے دوران ملک کی ۹۵ فی صد اراضی امارت اسلامیہ کے زیر تسلط تھی اور چند ممالک نے حکومت کو تسلیم بھی کر لی تھی۔

یہ مسئلہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ کفری جارحیت کی صورت میں صرف ملک کے دارالحکومت اور بڑے شہروں سے عقب نشینی سے کسی اسلامی حکومت کی شرعی حیثیت ختم نہیں ہوتی۔ لہٰذا امارت اسلامیہ جس طرح اس وقت ایک اسلامی ریاست اور اسلامی حکومت تھی، اب بھی اسلامی حکومت یا ریاست ہے، جو امریکہ اور اس کے مزدور انتظامیہ کی نسبت سے افغانستان کے زیادہ رقبے پر حاکم ہے۔

درج بالا چند باتوں کی طرح ان کی تمام باتیں ایسی ہی بے دلیل اور شرعی رو سے بے بنیاد ہیں، یہ کہ وہ موردالزام صرف مجاہدین کو ٹھہراتے ہیں اور ظالم و فاجر کافر غاصبوں کے خلاف حتیٰ ایک بات بھی کہتے اور نہ ہی ان کے اظہر من الشمس فوجی ظالمانہ جارحیت کو ناروا سمجھتے ہیں، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف استعماری جہت کے لیے مصروف عمل ہے۔ لہٰذا ہم مذہبی علما کو بتاتے ہیں کہ برحق جہاد کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس حساس موضوع میں اپنے دنیوی اور اخروی عاقبت سے خوفزدہ ہو جائے۔

انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ امریکہ موجودہ وقت کا عظیم فرعونی طاغوت ہے، جس نے دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں کے حقوق کو غصب کر رکھے ہیں، مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جنگہ مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں اور آپ حضرات کو یہ بھی معلوم ہے کہ افغان مجاہدین فلسطینی مظلوم عوام کے مانند دشمن کے ساتھ پتھر اور لکڑی سے نہیں لڑ رہے ہیں، بلکہ ان جدید ہتھیاروں سے جنگ کر رہی ہے، جو امریکیوں اور ان کے حواریوں سے غنیمت کی جا چکی ہیں، ان اسلحہ سے امریکہ کو درست اور لازم سزا دیتی ہے اور ہم روزانہ مجاہدین کے شاندار فتوحات کے گواہ ہیں، اس سلسلے میں امریکی بذات خود اعتراف کر رہا ہے کہ افغانستان میں ۲۵ ہزار سے زائد امریکی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے ہیں، ہزاروں نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ تو شرعاً اور قانوناً ناجائز ہے کہ مسلمان اور بالخصوص علمائے دین اس ظالم غاصب اور افغانستان میں محصور زخمی اژدھے کو تعاون اور نجات دلوا دیں، اس لیے کہ اس امریکی طاغوت کا ساتھ دینا عظیم گناہ اور بڑا انحراف ہے، جس سے اللہ تعالی ہمارے علمائے کرام کو بچائیں۔

آخر میں ایک بار پھر مذہبی علمائے کرام سے احترامانہ اپیل کی جاتی ہے کہ دشمن کے انٹیلی جنس تقریبات اور تگ ودو میں شرکت کے بجائے اپنی عوام اور مجاہدین سے تعاون کریں، تاکہ اللہ تعالی جارحیت کے فتنے کو ختم اور مسلمان عوام کی عزت اور استقلال کو اعادہ کریں۔ وما ذلك على الله بعزيز

امارت اسلامیہ افغانستان

۱۲ شوال ۱۴۳۹ ہجری

”ہم مسلمانوں کے خون کی ایک ایک بوند کے بارے میں انتہائی فکر مند اور درد مند ہیں۔ ان کا جو خون ناحق و ظلماً بہایا جاتا ہے، ہمیں اس کے ہر قطرے پر دکھ ہوتا ہے۔ ہم گھروں سے مسلمانوں کی حالت زار پر ہی تڑپ کر نکلے ہیں۔ ان کے دین، عزت و آبرو اور ان کے مال کے دفاع کی خاطر نکلے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ مسلمان کے خون کی حرمت قطعی ہے“۔

استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

امارتِ اسلامیہ کی عارضی جنگ بندی اور مفسدینِ داعش کا پروپیگنڈہ

معاویہ سحر

۱۴۳۹ ہجری عید الفطر کے موقع پر امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم امیر المؤمنین شیخ ہیبت اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ ورعاہ کی جانب سے ایک بیان جاری ہوا جس میں افغانستان کے داخلی افواج کے خلاف تین دن تک جنگ بندی کا اعلان کیا گیا ساتھ اس اعلان کے کہ خارجی بیرونی دشمنوں کے خلاف عید کے تین روز بھی جنگ جاری رہے گی۔اس اعلان کے نشر ہونے کے بعد بھت سارے فتنہ پرور و ناعاقبت اندیش لوگوں نے طالبان کے خلاف سوشل میڈیا پر اپنے پراپیگنڈہ کا بازار گرم کیا۔ اور اپنے زہریلے زبان کے ذریعے سادہ لوح عوام کو طالبان سے بد ظن کرنے کے لیے ہر وہ لفظ استعمال کیا جن کے استعمال کی ان سے امید تھی۔اور ہر جگہ طالبان پر ارتداد کا فتویٰ لگاتے رہے۔

تو مناسب خیال ہوا کہ اس اعلانِ جنگ بندی کی شرعی حیثیت واضح کر دی جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے یہ اعلانِ جنگ بندی شرعی اصول کے عین مطابق ہے۔اور اس طرح کی مثال ہمیں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتی ہے۔میں یہاں اختصار کے ساتھ چند باتیں آپ کے سامنے رکھونگا اس مسئلہ کی تفصیل آپ متعلقہ موضوع کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کے قبائلوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔اور اس معاہدے کی اہم دفعات میں سے کچھ یہ ہیں۔

1)بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے۔یہود اپنے دین پر عمل کریں گے۔اور مسلمان اپنے دین پر۔خود ان کا بھی یہی حق ہو گا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی۔اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

2) یہود اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

3)اور جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

4)اور اس معاہدے کے شرکا کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی، اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

ان شرائط کے علاوہ اور بھی شرائط رکھی گئیں جنہیں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہاہوں۔تفصیل آپ سیرت وحدیث کی کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ اپنی کتاب الرحیق المختوم کے صفحہ نمبر ۲۶۳ پر لکھتے ہیں۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مسلمانوں کے درمیان عقیدے سیاست اور نظام وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔آپ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرور ہو اور اس کے ساتھ مدینہ اور اس کے گرد وپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔چنانچہ آپ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا اس لیے رسول اللہ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین ومذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی ضبطی جائداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا"۔

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اس معاہدے کے متعلق اپنی کتاب سیرت المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ صفحہ ۴۳۷ پر لکھتے ہیں:

"علما اور احبار یہود میں سے جو صالح اور سلیم الفطرت تھے انہوں نے آخر الزمان کی پیش گوئیوں کو ظاہر کیا اور آپ پر ایمان لائے مگر اکثروں نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور حسد اور عناد اُن کے لیے سد راہ بنا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حسد اور عناد اور فتنہ وفساد کے انسداد کے لیے ان سے ایک تحریری معاہدہ کیا تاکہ ان کی مخالفت اور عناد میں زیادتی نہ ہو اور مسلمان ان کے فتنہ اور فساد سے محفوظ رہ سکیں۔ قرآن کریم یہود کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کے بیان سے بھرا پڑا ہے۔اس لیے آپ نے اُن سے معاہدہ کیا تاکہ ان کے فتنہ وفساد میں ازدیاد اشتداد اور امتداد نہ ہوسکے۔چنانچہ آپ نے ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد یہود مدینہ سے ایک معاہدہ فرمایا جس میں اُن کو اپنے دین اور اپنے اموال و املاک پر برقرار رکھ کر حسب ذیل شرائط پر ان سے ایک تحریری عہد لیا گیا۔مفصل معاہدہ تو سیرت ابن ہشام ص ۱۷۸ ج ۱ میں اور البدایۃ والنہایۃ ص ۲۲۴ ج ۳ میں مذکور ہے"۔

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ذكر ابن اسحق ان النبي صلى الله عليه وسلم وادع الي يود لما قدم المدينة وامتنعوا من اتباعه فكتب بينهم كتابا وكانو ثلاث قبائل قينقاع النضير وقريظة فتح الباری(ص ۲۱۴ ج ۷)

ان عبارتوں سے یہ بات بالکل صاف واضح ہو رہی ہے کہ کافروں سے معاہدہ درست ہے۔اور ان کے فتنہ وفساد کو دور کرنے یا فتنہ وفساد میں زیادتی کو روکنے کے لیے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے معاہدہ کیا۔ اور مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کے مصلحت کی خاطر کافروں سے معاہدہ کر سکتا ہے۔ اس معاہدہ کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زاد المعاد في هدي خير العباد میں فصل قائم کر کے لکھتے ہیں :

ووادع رسول الله صلى الله عليه وسلم من بالمدينة وكتب بينه وبينهم كتابا ،وبادر حبرهم وعالمهم عبدالله بن سلام، فدخل فى الاسلام ،وابى عامتهم الاالكفر،وكانواثلاث قبائل: بنوقينقاع،وبنونضير،وبنوقريظة،وحاربه الثلاثة،فمن على بنى قينقاع،واجلى بنى النضير،وقتل بنى قريظة،وسبى ذريتهم،ونزلت(سورةالحشر)فى بنى النضير،و(سورة الاحزاب) فى بنى قريظة۔(كتاب زاد المعاد ج٣ص ٥٨)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود سے معاہدہ صلح کیا۔ اور ایک عہد نامہ لکھ لیا۔ یہود کے بہت بڑے عالم عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سرعت سے حاضر ہوئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ البتہ عام یہود کفر پر جمے رہے۔ (قوم یہود) کے تین قبائل تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ تینوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی۔ آپ نے قینقاع پر احسان فرمایا۔ بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ قتل ہوئے۔ اور ان کی اولاد کو غلام بنالیا گیا۔ بنو نضیر کے متعلق سورہ حشر اور بنو قریظہ کے متعلق سورہ احزاب نازل ہوئی''۔

سیرت پر مستند کتاب رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف مولانا قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں :

''یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے۔ اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔ اس معاہدہ کے جستہ جستہ فقرات درج کیے جاتے ہیں آگے معاہدہ کی شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے اس سے دو فائدے ہوں گے۔

1) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ سے جاری رہتی ہے اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کرتی رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائے۔

2) قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

(ا) اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال ودان تک (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے) سفر فرمایا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن فحشی الضمری نے دستخط کیے تھے۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۳۳۴)

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول ۲ ہجری خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضوی کی طرف گیا اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

(ج) اسی سن میں بماہ جمادی الاخری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لے گئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ اور بنو مدلج سے معاہدہ لے کر مدینہ تشریف لائے''۔ (رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم: ص ۱۱۰، ۱۱۲)

اسی طرح سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بڑا شاہد اور دلیل صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ بلکہ صلح حدیبیہ کافروں سے صلح کے معاملہ میں بنیادی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے واقعہ اور اس سے حاصل ہونے والے تمام فوائد پر تو اس وقت تفصیل سے بات نہیں کی جا سکتی لیکن کچھ اقتباسات سیرت کی کتابوں سے بطور استشہاد کیے جا رہے ہیں۔

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب الرحیق المختوم صلی اللہ علیہ وسلم میں صلح حدیبیہ کے دفعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دفعہ نمبر: ۲ (جس کے مطابق دس سال تک جنگ بندی کا اعلان تھا) یہ چیز تو مسلمان خود چاہتے تھے کہ قریش مسلمانوں سے صلح کر لیں اور مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانب دار رہیں۔ یہ دفعہ در حقیقت مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا، کیوں کہ قریش نے اب تک مسلمانوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور انہیں نیست و نابود کرنے کا تہیہ کیے بیٹھے تھے، انہیں انتظار تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ قوت دم توڑ دے گی۔ اس کے علاوہ قریش جزیرۃ العرب کے دینی پیشوا اور دنیاوی صدر نشین ہونے کی حیثیت سے اسلامی دعوت اور عام لوگوں کے درمیان پوری قوت کے ساتھ حائل رہنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس پس منظر میں دیکھیے تو صلح کی جانب محض جھک جانا ہی مسلمانوں کی قوت کا اعتراف اور اس بات کا اعلان تھا کہ اب قریش اس قوت کو کچلنے کی طاقت نہیں رکھتے''۔ (الرحیق المختوم، ص: ۴۶۹)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ صلح حدیبیہ کے واقعہ سے حاصل ہونے والے فوائد ولطائف اور مسائل واحکام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1) بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان اگر کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے۔ ایسی صلح بھی معنیً جہاد ہے کیونکہ مقصود جہاد سے کفر اور کافروں سے کے شر کو دفع کرنا ہے جو معنیً اس صلح سے حاصل ہے۔ قال اللہ

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ

"اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی صلح کی مائل ہو جائیں۔ مگر اعتماد اور بھروسہ اللہ عزوجل پر رکھیں"۔ (یعنی صلح پر بھروسہ نہ کریں۔)

2) اگر صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع نہ ہو تو دے کر صلح کرنا جائز نہیں اس لیے ایسی صلح مسلمانوں کی تذلیل اور فریضہ جہاد وقتال کی تعطیل کا باعث ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللهُ مَعَكُمْ

"پس مت سستی کرو اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے"۔ (سیرت المصطفی جلد دوم ص ۳۶۶)

یعنی جہاد پر قدرت رکھے ہوئے کافروں سے صلح جائز نہیں اور صلح کے معنی ترک قتال کے ہیں نہ کہ اتحاد کے اسی وجہ سے فقہانے صلح کے لیے لفظ موادعت کا استعمال کیا ہے اور موادعت کے معنی لغت میں ایک دوسرے کو جنگ اور قتال سے چھوڑ دینے کے ہیں۔

3) عند الضرورت کافروں سے بلا معاوضہ اور مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے بلا معاوضہ دیے اور لیے معاہدہ فرمایا اور اس وقت یہ صلح فرمائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے اور نصارائے نجران سے مال ٹھہرا کر صلح فرمائی اور غزوہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری سے مدینہ کی نصف کھجوریں دے کر صلح کا ارادہ فرمایا مفصل قصہ غزوہ احزاب کے بیان میں گزر چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ تینوں طرح صلح جائز ہے۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"نتائج مابعد نے اس رازِ سربستہ کی عقدہ کشائی کی، اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد ورفت شروع ہوئی، خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے، مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے، باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حسن عمل، نیکو کاری، پاکیزہ اخلاق کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے"۔ (سیرت النبی، علامہ شبلی نعمانی، دارالاشاعت، کراچی، ج ا، ص:۲۶۲)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب زاد المعاد في هدي خير العباد میں صلح حدیبیہ کی بعض حکمتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهي اكبر واجل من ان يحيط بها الا الله الذى احكم اسبابها،فوقعت الغاية على الوجه الذى اقتضته حكمتى وحمده ومنها: هذه الهدنة كانت من أعظم الفتوح، فإن الناس أمن بعضهم بعضًا، واختلط المسلمون بالكفار، وبادؤوهم بالدعوة وأسمعوهم القرآن، وناظروهم على الإسلام جهرة آمنين،وظهرمن كان مختفيًابالإسلام،ودخل فيه في مدة الهدنة من شاء الله أن يدخل، ولهذا سماه الله فتحًا مبينً

"اس میں جو حکمتیں ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ جس نے اسباب بنائے۔ چنانچہ اس کے تقاضائے حکمت کے مطابق واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ معاہدہ سب سے بڑی فتح تھی۔ کیونکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو امان دے دیا اور مسلمان اور کفار آپس میں ملنے لگے۔ انہیں اسلام اور قرآن کی دعوت دینے لگے اور اسلام کے متعلق اعلانیہ مناظرے شروع ہو گئے اور مخفی طور پر جو مسلمان تھا وہ بھی ظاہر ہو گیا اور اس مدت میں جس نے چاہا وہ اسلام میں داخل ہو گیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین کا نام دیا"۔ (زاد المعاد ج۳ ص ۲۷۵)

جس طرح صلح حدیبیہ کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح عطا ہوئی بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طالبان عالی شان کو بھی فتح عطا فرمائی وہ کافر لوگ جو طالبان کو کبھی قوت تسلیم نہیں کرتے تھے آج مذاکرات کی میز پر طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور اس جنگ بندی افغان فوج نے طالبان کو قریب سے دیکھا اور بہت سارے فوجی امارت اسلامیہ کے آگے تسلیم ہوئے اور فوج کی نوکری سے توبہ تائب ہو کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوئے۔ اسی طرح طالبان کو اس جنگ بندی کے اعلان سے عسکری طور پر یہ فائدہ حاصل ہوا کہ طالبان دشمن کے بڑے بڑے مراکز کی بآسانی ترصد کر سکے۔ طالبان کی طرف سے جنگ

بندی کے اعلان نے یہ بات بھی دنیا پر واضح کر دی کہ طالبان کی قوت ایک قوت ہے اور طالبان آپس میں متحد و متفق ہیں اسی لیے اس جنگ بندی کے اعلان پر سب نے سر تسلیم خم کر کے دنیا کو پیغام دیا کہ طالبان ایک امیر شیخ الحدیث مولانا ہبیت اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کی قیادت پر متفق ہیں۔ اور اختلاف کی تمام باتیں دشمن کی طرف سے جھوٹ اور طالبان کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔ امیر المؤمنین مولانا ہبیت اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کی ایک پکار پر سب نے لبیک کہا سوائے داعش والوں کے جن کا کام تمام خطوں میں جہاد کو ختم کروانا ہے۔
اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ واقعہ حدیبیہ کے سلسلہ میں فوائد فقہیہ کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فيه جوازابتداءالإمام بطلب صلح العدو،إذارأى المصلحة للمسلمين فيه

اس (واقعہ صلح حدیبیہ) میں امام المسلمین کا دشمن سے صلح کرنے میں پہل کرنے کا جواز ہے جب مسلمانوں کا امیر اس میں مسلمانوں کے لیے مصلحت سمجھے۔(زادالمعاد:(۳/۲۷۰)

اسی طرح لکھتے ہیں:

وفيها: جواز صلح أهل الحرب على وضع القتال عشر سنين، وهل يجوز فوق ذلك؟ الصواب أنه يجوز للحاجة والمصلحة الراجحة

اور اس واقعہ میں جواز ہے اہل الحرب سے دس سال تک جنگ روکنے کے لیے (یعنی جنگ بندی کا جواز ہے)۔ اور کیا اس (دس سال) سے اوپر بھی جائز ہے؟ درست بات یہی ہے کہ یہ حاجت اور مصلحتِ راجحہ کی بنا پر جائز ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی میعاد دس سال مقرر کی تھی۔ ابو داؤد ج ۳ ص ۸۶ پر روایت موجود ہے:

حدثنا محمد بن العلاء حدثنا ابن إدريس سمعت ابن إسحاق عن الزهري عن عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة ومروان بن الحكم (أنهم اصطلحوا على وضع الحرب عشر سنين يأمن فيهن الناس، الخ

حضرت مسور اور مروان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش مکہ نے حدیبیہ میں جن باتوں پر مصالحت کی تھی ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ دس سال تک فریقین کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہو گی تاکہ ان دنوں میں لوگ امن وامان کے ساتھ رہیں۔ الخ

ان تمام دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام میں کافروں سے جنگ بندی یا صلح کرنے کی مسلمانوں کے امیر کو اجازت ہے جب وہ اس میں مسلمانوں کے لیے فائدہ دیکھے۔ اور اس طرح کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ امارت اسلامیہ نے دلائل شرعیہ کی بنیاد پر داخلی دشمن کے خلاف سہ روزہ جنگ بندی کا اعلان کیا ہے۔ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ وہ لوگ جو آج طالبان کی جانب سے تین روزہ جنگ بندی کے اعلان پر امارت کو مرتد قرار دے رہے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ لگائیں گے جو دس سال تک صلح اور جنگ بندی کے معاہدہ پر دستخط فرما رہے ہیں۔
یہاں میں دولت اسلامیہ والوں کے لیے ان ہی کے ایک مفتی کا فتویٰ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ کیا ہر کافر سے ہر وقت بغض وعداوت رکھنا ضروری ہے یا نہیں۔

دولت اسلامیہ کے البیان ریڈیو کی جانب سے نشر کردہ فتاوی جات 'فتاویٰ عبر الأثیر' میں سوال موجود ہے ان کی ایک بہن سوال کرتی ہے کفار کے ساتھ عداوت رکھنے کی احادیث اور اس حدیث کے مابین کیا تطبیق ہے جس میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرع ایک یہودی کے پاس گروی تھی؟
اس کے جواب میں دولہ کے مفتی کے جواب کا اقتباس دیکھ لیں:

"اس دشمنی کے اظہار میں تمام کفار شامل نہیں، اور اس کی مثال تالیفِ قلوب (جن کفار میں الفتِ قلب مقصود ہو) ہے اور اس شخص کی مثال جو آغاز میں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے، اور اسی طرح اپنے آپ کو خود حوالے کرنے والا وہ ذمی کافر جو حق اور اہلِ حق سے دشمنی کا اظہار نہیں کرتا لیکن ان سب کے باوجود ان کے ساتھ دل میں عداوت واجب ہے، چنانچہ یہ ذمی کفار جو تسلیم ہو گئے ہیں ان کے ساتھ خرید و فروخت، تجارت اور اس طرح کے معاملات ممنوع نہیں، بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور آپ کی ذرع ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جَو کے بدلے گروی تھی، اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کفار کے ساتھ خرید و فروخت کرتے، پس اس معاملے میں کوئی جھگڑا یا اختلاف نہیں"۔

اس مضمون میں انتہائی اختصار سے کام لیا جارہا ہے۔ جس بھائی کو ھدنة معاهده مصالحه موادعة کے مسئلہ کی تفصیل دیکھنی ہو تو وہ حدیث و فقہ کتابوں کی طرف مراجعت کرلے۔

اس وقت امارت اسلامیہ پر چند افراد خاص کر داعشی افراد اس وجہ سے ارتداد کا فتوی لگا رہے ہیں۔ کہ امارت کے بعض مجاہدین کی کچھ ایسی تصاویر سوشل میڈیا پر نشر ہوئیں جن میں امارت اسلامیہ کے چند مجاہدین افغان مرتد فوج کے ساتھ سیلفیاں بنوا رہے ہیں۔ ان

ناعاقبت اندیش لوگوں نے بلا سوچے سمجھے امارت اسلامیہ کے خلاف پروپیگنڈے کا بازار گرم کیاہواہے۔اس تصاویر والے معاملہ پر چند باتیں عرض ہیں:

ان چند افراد کے اس مذموم فعل کو امارت اسلامیہ کی جانب منسوب کرنا انتہا درجے کی ناانصافی ہے کیونکہ کسی جماعت کے محض چند لوگوں کے فعل کی وجہ سے پوری جماعت کو موردِ الزام ٹھہرانا کہیں کا بھی انصاف نہیں جب کہ امارت اسلامیہ کے ذمہ داران جن میں امیر المؤمنین شیخ ہبت اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کے نائب ملایعقوب حفظہ اللہ جو کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں اور امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد اس فعل سے برأت کا اعلان کر چکے ہیں اور امارت کے تمام افراد کو ایسی حرکات سے منع کر چکے ہیں۔

ملا یعقوب حفظہ اللہ امارت کے ترجمان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"محترم بھائیو! تمام مسئولین کو یہ بات بتادیں کہ حکومت کے لوگوں کے ساتھ گھ جوڑ یا ملنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔جو بھائی'ان حکومتی لوگوں کے ساتھ تصویریں یا ویڈیوز بنارہے ہیں یہ امرا کی طرف سے امر نہیں ہے بلکہ اُن کے امر کی سخت مخالفت ہے خدانخواستہ اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اللہ کی پکڑ میں نہ آجائیں۔

برادرانِ کرام!یہ بات تمام مسئولین کو بتادیں کہ حکومت کے علاقوں میں جانا اِن کے ساتھ ویڈیوز بنانا اُن کی رینجرز گھاڑیوں میں بیٹھ کر تصویر بنانا اِن کے جھنڈوں کے ساتھ اپنے جھنڈے کھڑے کرنے کی مطلقاً کسی کو اجازت نہیں ہے۔یہ صرف ایک جنگ بندی ہے اور امیر المؤمنین کی طرف سے حکم ہے۔بس اسی پر عمل کریں اور اس سے آگے تجاوز نہ کریں ،ورنہ آپ کا عمل امرا کی نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔اس بات پر ان سے سختی سے بات کریں تاکہ آئندہ اس طرح کا عمل نہ دہرایا جائے۔ اللہ رب العزت سب کی حفاظت فرمائے۔"۔[11]

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد مسئولین کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں

"اللہ پاک سے امید ہے کہ سب بھائی بخیریت ہوں اور آپ کی عید خیریت سے ہو۔اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

بعض مقامات پر مجاہدین 'شہروں یا حکومتی مقامات کی طرف جاتے ہیں یا حکومتی لوگوں کے ساتھ مل کر تصاویر بنوا رہے ہیں ،عید کے پہلے دن بھی بعض جگہوں سے یہ شکایات موصول ہوئیں اور عید یا دیگر مصروفیات کی بنا پر کچھ گورنر صاحبان کی عدم توجہی رہی کہ مجاہدین کو اس عمل سے روکا نہیں گیا۔عید کے دوسرے دن بھی یہی عمل دہرایا گیا، جس کی وجہ سے برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

آپ سب نمائندگان کوشش کریں کہ جن جن طریقوں سے بھی ممکن ہو سکتا ہے گورنروں اور امرائے جہاد سے رابطے کریں کہ سب مجاہد اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ شہر کی طرف جائیں نہ ہی دشمن کے ساتھ کھڑے ہو کر تصاویر بنوائیں،اسی طرح گاڑیوں میں مسلح ہو کر شہر کی طرف جانے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔البتہ اگر دشمن کے لوگ غیر مسلح ہو کے ہماری طرف آنا چاہتے ہیں تو ان کو اجازت ہے وہ آجائیں لیکن مجاہدین کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ تصویر کشی کریں یا ان کے علاقوں کی طرف جائے۔

احتمال ہے کہ کچھ صوبوں میں یہ امر نہیں پہنچا لہٰذا ہر مسئول اپنے علاقے میں یہ بات پہنچادے کہ کسی مجاہد کو اجازت نہیں ہے کہ وہ شہر کی طرف جائے، حکومتی لوگوں کے درمیان میں رہے، فوجیوں کے ساتھ تصویر لیں۔ عید کا ایک دن باقی ہے۔لہٰذا اِن (چیزوں) باتوں سے پرہیز کیا جائے۔اللہ رب العزت سب کی حفاظت فرمائے"۔[12]

اتنی وضاحت کے بعد کوئی عاقل شخص اس فعل کو امارت اسلامیہ کی طرف منسوب نہیں کرے گا۔اب اگر کوئی اس غلطی کو امارت کی جانب منسوب کرتا ہے تو وہ شخص یا تو پھر نادان ہے یا پھر پرلے درجہ کا امارت اسلامیہ کا دشمن۔

جس طرح صلح حدیبیہ کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح عطا ہوئی بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طالبان عالی شان کو بھی فتح عطا فرمائی وہ کافر لوگ جو طالبان کو کبھی قوت تسلیم نہیں کرتے تھے آج مذاکرات کی میز پر طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہے ہیں۔اور اس جنگ بندی افغان فوج نے طالبان کو قریب سے دیکھا اور بہت سارے فوجی'امارت اسلامیہ کے آگے تسلیم ہوئے اور فوج کی نوکری سے توبہ تائب ہو کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوئے۔

اسی طرح طالبان کو اس جنگ بندی کے اعلان سے عسکری طور پر یہ فائدہ حاصل ہوا کہ طالبان دشمن کے بڑے بڑے مراکز کی بآسانی ترصد کر سکے۔طالبان کی طرف سے جنگ بندی کے اعلان نے یہ بات بھی دنیا پر واضح کر دی کہ طالبان کی قوت ایک قوت ہے اور طالبان آپس میں متحد و متفق ہیں اسی لیے اس جنگ بندی کے اعلان پر سب نے سر تسلیم خم کر کے دنیا کو پیغام دیا کہ طالبان ایک امیر شیخ الحدیث مولانا ہبت اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی

---

[11] پشتو سے ترجمہ: سحر گل ارمانی

[12] ایضاً

قیادت پر متفق ہیں۔ اور اختلاف کی تمام باتیں دشمن کی طرف سے جھوٹ اور طالبان کو کمزور کرنے کی سازش ہے۔ امیر المؤمنین مولانا ہیبت اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کی ایک پکار پر سب نے لبیک کہا سوائے داعش والوں کے جن کا کام تمام خطوں میں جہاد کو ختم کروانا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: عالمی تحریک جہاد کے مختلف محاذ

21 جون: الجبیلۃ میں دشمن کی سامان سے لدی ہوئی گاڑی تباہ کر دی گئی۔
مغربی شیحا کے علاقے میں سفر کرتا حفتاری فوج کا لیڈر مجاہد سنائپر کے ہاتھوں قتل ہوا۔
القلعۃ کے علاقے میں ایک طاغوتی فوجی سنائپر کے ہاتھوں قتل۔
27 جون: درنہ کے مجاہدین نے شہر میں المغار، سوق الظلام، نجي البلاد اور شہر قدیم کے علاقے دشمن سے چھین لیے۔

مالی:

29 جون: جمعہ کے دن جماعۃ نصرۃ الإسلام والمسلمین کے کمانڈوز اور استشہادی بھائیوں پر مشتمل ایک گروہ نے مالی کے مرکزی شہر سیفاری میں G5 Sahel Group کے مرکزی ہیڈ کوارٹر پر شدید حملہ کیا۔ مجاہدین نے پوری کامیابی سے جھڑپیں کرتے ہوئے حفاظتی چیک پوسٹس کو کراس کیا اور ہیڈ کوارٹر تک رسائی حاصل کی۔ دشمن کے مرکز پر قبضے کے بعد مجاہدین کئی گھنٹے دشمن سے جنگ کرتے رہے اور مرکز کے اندر اور باہر موجود دشمن کے کئی اعلیٰ افسران، بیسیوں سپاہی و عسکری ذمہ داران قتل ہوئے۔ یاد رہے مجاہدینِ مالی نے یہ حملہ ایسے وقت میں کیا جب کہ دشمن مجاہدین کے کئی امرا کو شہید یا گرفتار کرنے کا دعوی کر رہا تھا۔
یکم جولائی: کل گاؤ کے علاقے میں استشہادی مجاہد سعید الانصاری نے بارود سے بھری گاڑی غاصب صلیبی افواج کے ایک قافلے سے ٹکرا دی جس کے نتیجے عمومی ذرائع ابلاغ کے مطابق کم از کم 6 فرانسیسی فوجی مارے گئے جب کہ مقامی و دیگر اہل کاروں کے ہلاک و زخمیوں کا تناسب اس کے علاوہ ہے۔ یاد رہے یہ تین دن میں مجاہدینِ مالی کی طرف سے شدید مشکل حالات کے باوجود تیسری بڑی کارروائی ہے۔

تیونس:

08 جولائی: کتیبہ عقبہ بن نافع القاعدہ کے مجاہدین نے ولایہ جندوبہ میں کمین لگا کر مرتد فوج کے 9 اہل کار قتل کر دیے اور دشکہ سمیت کثیر اسلحہ غنیمت کر لیا۔

ایران:

21 جون: مقبوضہ سیستان میں مجاہدینِ انصار الفرقان نے ایک طوفانی حملے میں پاسداران انقلاب کے دو اہل کار قتل اور 3 زخمی کر دیے۔

☆☆☆☆☆

"بلاشبہ جہادی تحریک جوں جوں طویل ہوتی ہے اس میں ایسے لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں جو مکمل طور پر جہادی سانچے میں ڈھلے ہوئے نہیں ہوتے۔ چنانچہ اصلاح و تذکیر اور محاسبے و مراقبے کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ آج ہم جس مرحلے سے گزر رہے ہیں، ہمیں مجاہدین کی طرف سے خطا اور تجاوزات کی کثرت نظر آتی ہے، اس کا سبب مجاہدین کی صفوں میں ایسے افراد یا گروہوں کی شرکت ہے جن کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تربیت نہیں ہوئی ہے یا ان میں جہالت اور اخلاقی فساد پایا جاتا ہے۔ اہلِ علم انھیں فجار سے تعبیر کرتے ہیں لیکن وہ جہاد کر رہے ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا خوف اور فکر ہونی چاہیے کہ تحریکِ جہاد انحراف و فساد یا ہلاکت کا شکار نہ ہو جائے۔ ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت کے خواست گار ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ ہم اس معاملے پر خصوصی توجہ دیں اور اس کی تفصیلات پر بات کریں: وہ علم جس کی جزئیات کا سیکھنا اور اسے اپنے مجاہد ساتھیوں میں پھیلانا اور اس کی فقہ، واضح بصیرت اور کامل التزام کو ان کے مابین یقینی بنانا ہمارے اوپر واجب ہے، وہ خونِ مسلم کی حرمت و عظمت کا علم اور اس معاملے کی اہمیت و عظمت کو دلوں میں اجاگر کرنا ہے۔ مسلمان نفس کا قتل اکبر الکبائر میں سے ہے اور ادلہ شرعیہ کی روشنی میں غالباً اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ کتاب و سنت میں اس بارے میں سخت ترین وعید وارد ہوئی ہے۔ جیسے اس میں مبتلا ہونے والا کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا...... جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن اس وقت تک دین کے دائرے سے نہیں نکل سکتا جب تک حرام خون نہ بہائے"۔ (بخاری)

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تمام مجاہدین اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کیوں کہ افغانستان کے قبائل اور اکثر علاقوں میں اسی طرح پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں قتل و انتقام کی ثقافت کا غلبہ ہے...... اور دشمنی اور بدلے کے نام پر قتل اور خون بہانے کا رواج عام ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے والے اہلِ دیانت اور حقیقی سچی توحید پر عمل کرنے والے لوگ کم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم نشرِ علم کے تمام وسائل کو استعمال کرتے ہوئے مجاہدین کی صفوں میں عملی طور پر اس علم (یعنی خونِ مسلم اور مسلمان کے مال و عصمت کے تقدس) کو نشر کریں۔ اسی طرح بطورِ امیر یا مسؤل ہمارے اوپر واجب ہے کہ اپنے زیرِ دست لوگوں کے ہاتھوں کو روک کر رکھیں اور ان کا محاسبہ کریں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے احکامات کا التزام کرتے ہوئے اس کی اطاعت میں مستقل مزاجی سے اپنے اوپر شریعت کو نافذ کریں اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے اسے سزا بھی دیں"۔

شیخ عطیۃ اللہ اللیبی رحمہ اللہ کے امرائے جہاد کے نام پیغام سے اقتباس

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب و تدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ جون ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعدادوشمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.urdu-alemarah.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم جون:

☆صوبہ بلخ کے ضلع چار بولک کے لیک کے علاقے میں پولیس چوکی پر حملے کے نتیجے میں 2 اہل کار ہلاک ہوئے اور تازہ دم اہل کاروں کا ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار اہل کاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں مربوطہ خان آباد روڈ پر مجاہدین نے جنگجو کمانڈر عزیز اللہ کو 3 محافظوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک ہیوی مشین گن، دو کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین نے غنیمت کر لی۔

2 جون:

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مجاہدین نے پولیس اور فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 11 اہل کار ہلاک جب کہ 3 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں تیزین کے علاقے لتہ بند روڈ پر واقع فوجی چوکی پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 3 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد میں واقع پولیس چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 3 ہلاک جب کہ 3 زخمی اور دیگر فرار ہوئے اور مجاہدین نے مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کر لی۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع داماں میں مرغان کیچہ کے علاقے میں جارح فوجوں کا بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار امریکی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں واقع ترینکوٹ ایئرپورٹ پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گرے، جس کے نتیجے میں 5 وحشی فوجی ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے اور 6 گھنٹے تک ایئرپورٹ کو آگ نے لپیٹ میں رکھا۔

3 جون:

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں سلام گوڈل اور امین قلعہ کے علاقوں میں واقع محصور فوجی مراکز کو رسد پہنچانے والے پولیس اور فوجی کاروان پر مجاہدین نے چاردیوالو کے علاقے میں ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کاروان کے 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 5 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہونے کے علاوہ دشمن نے دونوں مراکز کو مجاہدین کے خوف سے چھوڑ کر فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ بدخشان کے ضلع جرم میں پولیس ہیڈکوارٹر پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک اور ایک فوجی ایمبولینس تباہ ہونے علاوہ وہاں تعینات پولیس اہل کاروں میں سے 5 ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر کے قریب حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار ایک اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے اور مغرب کے وقت جلال آباد شہر میں تالاشی چوک کے قریب مجاہدین کے حملے میں 2 پولیس اہل کار ہلاک اور مجاہدین نے 2 کلاشکوفیں غنیمت کر لی۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں خواجہ الوان کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک اور آئل بھرا ٹینکر تباہ ہونے کے علاوہ ایک آئل بھرے ٹینکر کو مجاہدین نے غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں گنج کے علاقے میں کاروان پر ہونے والے حملے میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ ایک اہل کار زخمی جب کہ 2 ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مرکز کے قریب جلگہ کے مقام پر واقع پولیس چوکی پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع دہ سبز میں برطانوی بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار صلیبی کمانڈر اور خاتون افسر سمیت 4 غاصب واصل جہنم ہوئے۔

☆صوبہ بدخشاں کے ضلع کوہستان میں مجاہدین کے مراکز پر حملہ ہوا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 9 فوجی ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن میں ضلعی سربراہ حاجی داؤد، ڈسٹرکٹ پولیس چیف کمانڈر عبدالولی، انٹیلی جنس چیف مدیر عبدالظاہر اور ضلعی مرکز میں تعینات تمام اہل کاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے متعدد ہموی فوجی ٹینک، رینجر گاڑیاں اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار بھی مجاہدین کے حوالے کر دیے۔

4 جون:

☆صوبہ کابل کے ضلع پغمان میں کارز خان کے علاقے میں بم دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی گاڑی تباہ اور اس میں سوار 2 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں خشک کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ ہوا اور اس میں سوار 3 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔
☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر میں انٹیلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ کے سامنے حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 4 مخبر زخمی ہوئے۔
☆صوبہ تخار کے ضلع دشت قلعہ میں کمانڈوز، کٹھ پتلی فوجوں، پولیس اہل کاروں اور مقامی جنگجوؤں نے پانچ مرتبہ شہر کہنہ اور مامور حسن کے علاقوں میں مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ انٹیلی جنس نائب سربراہ سمیت 40 کمانڈوز اور کٹھ پتلی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

5 جون:

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں اتل کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک جب کہ ایک زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں لغوات کے علاقے میں واقع پولیس اور فوجی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک ہوئے۔
☆صوبہ قندھار میں قندہار شہر میں مجاہدین نے نام نہاد امن کمیشن کے نائب سربراہ اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے علمائے سوء شوری کے رکن عبد الحق اخندزادہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
☆صوبہ قندھار کے قندہار شہر میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے کمانڈر اشراف الدین سمیت 3 کمانڈر ہلاک جب کہ 3 پولیس اہل کار زخمی ہوئے۔
☆صوبہ تخار کے ضلع دشت قلعہ میں کمانڈوز اور کٹھ پتلی فوجوں نے امریکی فضائیہ کی نگرانی میں مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 18 کمانڈوز اور فوجی ہلاک جب کہ 11 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔
☆صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر قومی لشکر کے جنگجو کمانڈر رحیم اللہ سمیت 7 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے ایک راکٹ، ایک ہیوی مشین گن، 5 کلاشنکوفیں، 4 موٹر سائیکلیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین کے حوالے کردیے۔
☆صوبہ فراہ ضلع پشت رود کے بلوک نامی فوجی مرکز میں تعینات کمانڈر بسم اللہ 4 فوجیوں کے ہمراہ سرنڈر ہوئے، جنہوں نے ایک فوجی ٹینک، سات امریکی ہیوی مشین گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین کے سپرد کردیا۔

6 جون:

☆صوبہ بادغیس کے ضلع قادس میں مجاہدین نے فوجی مرکز اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے مرکز اور تین چوکیاں فتح ہوئیں اور 2 کمانڈروں سمیت 10 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار اور مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، چار ہیوی مشین گن، 6 امریکی گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔
☆صوبہ فاریاب کے ضلع دولت آباد میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 12 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے اور مجاہدین نے یک گاڑی، ایک ہیوی مشین اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔
☆صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں مغلیزئی کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں ایک فوجی رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 3 اہل کار ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک امریکی گن اور ایک کلاشنکوف غنیمت کرلی۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں واقع اہم فوجی مرکز کو پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کی خوف سے چھوڑ کر فرار ہوئے اور اب وسیع علاقے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔
☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین کے مراکز پر حملہ کرنے کی کوشش کی، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور اس دوران دشمن پر دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 4 کٹھ پتلی فوجی ہلاک جب کہ امریکی فوجی سمیت 3 شدید زخمی ہوئے۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں لڑمہ کے علاقے میں چوکی اور تازہ دم اہل کاروں پر ہونے والے حملے میں جنگجو کمانڈر فرید اللہ سمیت 3 اہل کار ہلاک ہوئے۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مرکز اور آس پاس پانچ دفاعی چوکیوں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 5 پولیس اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

7 جون:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے خدر کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ٹینک اور 2 گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 7 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔
☆صوبہ پکتیکا کے ضلع مٹھاخان میں خورکچ کے علاقے میں جنگجوؤں کی چوکی پر مجاہدین کے حملے میں کمانڈر تاخان سمیت 4 اہل کار ہلاک ہوئے۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 13 اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی ہوئے۔ کچھ دیر بعد دشمن نے مجاہدین پر دوبارہ حملہ کیا، جسے شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور اس دوران 2 ٹینک تباہ ہوئے، 7 اہل کار ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں مجاہدین نے فوجی مراکز پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اربیگ قلعہ کا مرکز فتح اور وہاں تعینات 11 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے اور مجاہدین نے تین گاڑیاں اور کافی مقدار میں

مختلف النوع اسلحہ غنیمت کرلی، جب کہ خالوخیل کے علاقے میں ایک ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہوئی اور 2 اہل کار ہلاک جب کہ تین زخمی ہوئے۔

8 جون:

☆صوبہ کابل کے ضلع پغمان میں باغ بالا کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ ہوئی اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع چہارآسیاب میں ریشخور فوجی مرکز کے قریب دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ ہوئی اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں واقع اہم فوجی مرکز اور 2 چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے وقت ضلع احمد آباد میں مچلغی کے علاقے میں بم دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار اہل کاروں میں سے 4 موقع پر ہلاک جب کہ پانچواں زخمی ہوا۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں اخوند خیل گاؤں پر جارح امریکی و کٹھ پتلی فوجوں نے چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں ایک امریکی ٹینک راکٹ لگنے سے تباہ اور اس میں سوار وحشی فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر کے قریب واقع جارح امریکی فوجوں کے مرکز ننگرہار ایئرپورٹ پر مجاہدین میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے جانی و مالی نقصانات کے سبب بنے۔

☆صوبہ نورستان کے صدر مقام پارون شہر میں کنتوا کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 2 زخمی جب کہ دیگر فرار ہوئے اور مجاہدین نے اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں اہم چوکی پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات کمانڈر نجیب اللہ سمیت 12 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی اور دیگر فرار ہوئے اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، چار کلاشنکوفیں، ایک امریکی گن، تین موٹر سائیکل اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

9 جون:

☆صوبہ کابل کے ضلع موسہی میں قلطغان کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار کمانڈر عبداللہ سمیت 3 اہل کار ہلاک جب کہ ایک زخمی ہوا۔

☆صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ میں مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس اہل کار دوست محمد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی کلاشنکوف کو غنیمت کرلی۔

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس افسر نجیب ولی زادہ کو قتل کر دیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر، چار دیوالو اور معاش کے علاقوں چوکیوں اور کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 اہم چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 6 ٹینک تباہ اور 27 اہل کار ہلاک جب کہ 16 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع سرحوضہ میں مربوطہ علاقے میں واقع پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک جب کہ 4 گرفتار اور دیگر فرار ہوگئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے 6 کلاشنکوفیں، 2 راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشین گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں واقع شرپسندوں کی 6 چوکیوں پر مجاہدین نے لکے و بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے تمام چوکیاں فتح اور وہاں تعینات جنگجوؤں میں سے تین سفاک کمانڈروں سمیت 25 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ مجاہدین نے 7 موٹر سائیکلیں، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، 13 کلاشنکوفیں، 2 دوربین، 4 وائرلیس سیٹیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شاہ ولیکوٹ میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے مرکز فتح اور 35 اہل کار ہلاک جب کہ 6 گرفتار ہوئے، مجاہدین نے 25 عدد مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار غنیمت کرلیا اور تین ٹینک و تین گاڑیوں کو نذرآتش کر دیا۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع شینڈنڈ میں عزیز آباد کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 18 ہلاک جب کہ دیگر فرار اور مجاہدین نے 4 امریکی ہیوی مشین گنیں، 9 رائفلیں، 2 راکٹ، ایک سنائپر گن، دو ہینڈ گرنیڈ، ایک کوڈن وائرلیس سیٹ، ایک دوربین، ایک جنریٹر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ خوست کے ضلع صبری میں جارح امریکی و کٹھ پتلی کمانڈوز نے خٹکی اور نوری گاؤں پر چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 5 امریکی اور 6 کمانڈوز ہلاک جب کہ 2 امریکی زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔

10 جون:

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے اور بھاری ہتھیارزں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر سمیع اللہ سمیت 13 اہل کار ہلاک جب کہ 9 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں فوجی کاروان پر ہونے والے اسی نوعیت حملے کے دوران 3 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے
☆صوبہ لوگر کے ضلع چرخ میں واقع تین چوکیوں پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تینوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 8 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے اور مجاہدین نے مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار غنیمت کر لیا۔
☆صوبہ قندہار کے ضلع ارغنداب پولیس اور جنگجوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات 17 شر پسند ہلاک جب کہ کمانڈر محمد نبی شدید زخمی ہوا۔
☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر کے قریب ایئرپورٹ کے سامنے مجاہدین نے جارح امریکی فوجوں کی گاڑی کو بارودی سرنگ دھماکہ سے تباہ کر دیا، گاڑی میں سوار 2 امریکی فوجی موقع پر ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

11 جون:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ مین نمرو کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے، مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، تین کلاشنکوفیں، ایک مارٹر توپ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔
☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں مجاہدین نے چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں قریبی چار چوکیوں کو بھی فوجیوں نے مجاہدین کی خوف سے چھوڑ کر فرار ہوئے۔ کاروائی کے دوران 18 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور ساتھ ہی مجاہدین نے دو فوجی ٹینک اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کر لیا۔

12 جون:

☆صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد میں خواجہ پیستہ کے علاقے میں صوبائی کونسل کے رکن دیوانہ قل اور ڈی ڈی آر منصوبے کے سربراہ شاہ آغا کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔
☆صوبہ ننگرہار کے ضلع سرخ رود میں مربوطہ علاقے میں ڈسٹرکٹ انٹیلی جنس سروس چیف کی گاڑی پر دھماکہ ہوا، جس سے ضلعی خفیہ ادارے کے سربراہ کمانڈر لال آغا سمیت 4 مخبر موقع پر ہلاک ہوئے اور ان کی رینجر گاڑی بھی مکمل طور پر تباہ ہوئی۔
☆صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن میں جنگجو کمانڈر ملک نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے 60 مسلح افراد کے ہمراہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور وعدہ کیا کہ زندگی کی آخری دم تک امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے شانہ بشانہ غاصبوں کے خلاف مقدس جہاد میں بھرپور حصہ لے گا۔

☆صوبہ سرپل کے ضلع صیاد میں فوجی مراکز پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی مرکز اور 8 چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 12 ہلاک ہوگئے جب کہ 4 جنگجو گرفتار ہوئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے اور بھاری ہتھیار اور تین گاڑیوں کو غنیمت کر لیا۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں ضلعی مرکز کے قریب گودام قلعہ کے علاقے میں واقع فوجی مرکز کو امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے بارود بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس سے مرکز منہدم اور وہاں تعینات درجنوں اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔
☆صوبہ فاریاب کے ضلع کولاش (کوہستان) کے مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر، آس پاس چوکیوں اور دیگر سرکاری املاک پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تمام مراکز فتح اور وہاں تعینات درجنوں اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار بھی غنیمت کر لی۔
☆صوبہ فاریاب کے ضلع شرین تگاب میں مجاہدین نے 250 ٹینکوں اور گاڑیوں پر مشتمل کاروان پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر ایمل سمیت 6 کمانڈوز ہلاک جب کہ 7 زخمی اور دیگر ضلعی مرکز کی جانب فرار ہوئے۔
☆صوبہ میدان کے ضلع جلریز میں اسماعیل خیل کے علاقے میں پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 5 ہلاک جب کہ دیگر فرار اور ایک بکتر بند ٹینک بھی تباہ ہوا، اس کے علاوہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ، 7 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

13 جون:

☆صوبہ بدخشاں کے ضلع جرم چوکیوں پر مجاہدین نے و ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 چوکیاں اور وسیع علاقے فتح ہونے کے علاوہ 23 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار وغیرہ غنیمت کر لیا۔
☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں دشمن کے مراکز اور چوکیوں پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بیرانہ اور چار قلعہ کے علاقوں میں دو فوجی مراکز اور 8 چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہل کاروں میں دو کمانڈروں سمیت 20 شر پسند ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوگئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے اور بھاری ہتھیار اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

14 جون:

☆صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن کے لرون بازار اور تنگی کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی مراکز اور چوکیوں حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 9 چوکیاں، 8 دفاعی لائنیں اور وسیع

علاقے فتح ہوئے،وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 25 کمانڈوز ہلاک جب کہ ڈسٹرکٹ پولیس چیف ابراہیم سمیت درجنوں زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک فوجی رینجر گاڑی اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار وغیرہ غنیمت کرلی۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں واقع کمانڈو کی چوکی پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس سے مجاہدین نے چھاپہ مارا اور وہاں تعینات کمانڈر عبدالہادی سمیت 12 کمانڈو کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور مجاہدین نے ایک فوجی رینجر گاڑی، 4 ہیوی مشین گنیں، دو ایم فور رائفلیں، ایک سنائیپر گن اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلیا

18 جون:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں فرش نامی چوکی کے قریب مجاہدین نے ضلعی سربراہ سبحان اللہ کارپوہ کو 2 محافظوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر واقع چوکیوں اور مرکز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام مراکز اور چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 23 سرنڈر جب کہ دیگر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

19 جون:

☆صوبہ بدخشان کے وردوج اور پیشکان اضلاع میں نام نہاد قومی لشکر کے 14 جنگجو اور پولیس اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار اور مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع جانی خیل میں 16 پولیس اہل کار اور مقامی جنگجو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار اور مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں 2 چوکیوں پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات جنگجوؤں اور پولیس اہل کاروں میں سے 19 ہلاک جب کہ 11 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک ایس پی جی نائن توپ، ایک 82 ایم ایم توپ، ایک اینٹی ایئرکرافٹ گن، 6 امریکی گنیں، ایک ہیوی مشین گن، 3 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرکے بحفاظت اپنے مراکز کو لوٹ گئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں مجاہدین نے فوجی مرکز اور آس پاس چوکیوں پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات ہلکاروں میں سے کمانڈر نصیر احمد سمیت 6 ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

20 جون:

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں مجاہدین نے فوجی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات 35 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں عبدالعزیز پمپ کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت حملہ کیا، جس سے چوکی فتح اور وہاں تعینات 13 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع جوین میں چولر کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 7 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے اور مجاہدین نے ایک راکٹ، ایک رائفل، ایک اینٹی ائیرکرافٹ گن، 6 کلاشنکوفیں، ایک ہیوی مشین اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

21 جون:

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں جوئے گنج کے علاقے میں مجاہدین نے چوکیوں اور تازہ دم کمانڈو پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 32 کمانڈو ہلاک جب کہ 10 زخمی ہونے کے علاوہ مجاہدین نے دو ہیوی مشین گن، 14 امریکی رائفل اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا اور ساتھ ہی 2 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں کمربند نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 پولیس اہل کار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع جغتو میں پولیس چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو چوکیاں فتح ہوئیں، 11 اہل کار ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے، مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے اور بھاری ہتھیار وغیرہ غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں چارتوت کے علاقے میں واقع جنگجوؤں کی چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات جنگجوؤں میں سے 2 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے، مجاہدین نے ایک کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ نیمروز کے ضلع چخانسور میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور 12 اہل کار ہلاک ہوگئے، مجاہدین نے ایک راکٹ، ایک مارٹر توپ، ایک ہیوی مشین گن، سات کلاشنکوفیں، ایک پستول اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 7 ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئرکرافٹ گن، سات امریکی گنیں، دو سنائیپر گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرکے بحفاظت اپنے مراکز کو لوٹ گئے۔

22 جون:

☆صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں مجاہدین کے حملے میں 4 پولیس اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں نیک نام قلعہ کے علاقے میں واقع فوجی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں کو بھی نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 8 ہلاک جب کہ 3 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں قرغان تپہ کے علاقے میں واقع جنگجوؤں اور پولیس اہل کاروں کی 7 چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام چوکیاں اور وسیع علاقہ فتح اور وہاں تعینات دو جنگجو کمانڈر گل اور یوسف کلچی سمیت 11 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر غفار کے ہمراہ 4 شدید زخمی، مجاہدین نے ایک موٹر سائیکل اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع جلریز کے مختلف علاقوں میں مجاہدین نے فوجی مراکز اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں خواج محمد ولی سمیت دو مراکز اور 13 چوکیاں فتح ہوئے اور وہاں تعینات درجنوں اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور ساتھ ہی مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے اور بھاری ہتھیار، ٹینک اور گاڑیاں بھی قبضے میں لیے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار اور مجاہدین نے اسلحہ وغیرہ غنیمت کر لیا۔

23 جون:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں پر گھات کی صورت میں حملہ کیا، جس کے نتیجے میں معروف وحشی انٹیلی جنس افسر سلام خان سمیت 6 اعلی عہدیدار ہلاک جب کہ ایک زخمی اور ان کی گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں نام نہاد قومی لشکر کے 17 جنگجو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبر دار اور مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح، 5 اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی اور مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک موٹر سائیکل، ایک راکٹ، دو ہیوی مشین گن، ایک ہینڈ گرنیڈ، پانچ کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع جلریز میں مجاہدین نے فوجی مرکز اور آس پاس چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے 2 فوجی بیس اور 13 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی جب کہ 72 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے 4 فوجی ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، 80 کلاشنکوفیں، 15 راکٹ، 15 ہیوی مشین گن، 2 اینٹی ایئر کرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، ایک ایس پی جی نائن، 40 ہینڈ گرنیڈ، دو پستول، ایک دوربین اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان مجاہدین کے حوالے کر دیے۔

24 جون:

☆صوبہ بغلان کے ضلع دوشی میں سپلائی کانوائے پر حملے کے دوران 2 آئل ٹینکر جل کر خاکستر ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں قرغان تپہ کے علاقے میں کمانڈو، پولیس اہل کاروں اور مقامی جنگجوؤں نے مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 5 کمانڈو، 3 پولیس اہل کار ہلاک جب کہ 16 اہل کار شدید زخمی ہونے کے علاوہ 3 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں بازار کے قریب مجاہدین نے جنگجوؤں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 10 شر پسند ہلاک جب کہ 6 زخمی اور دیگر فرار ہو گئے، مجاہدین نے ایک ہیوی مشین، ایک راکٹ، ایک سنائپر گن، دو کلاشنکوفیں وغیرہ غنیمت کر لیا۔

25 جون:

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں وچہ قلعہ کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر ہونے والے حملے سے چوکی فتح اور وہاں تعینات کمانڈر محسن علی سمیت 7 اہل کار ہلاک ہوئے، مجاہدین نے 7 کلاشنکوفیں، ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ لانچر اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازز سامان غنیمت کر لیا۔

26 جون:

☆صوبہ کنڑ کے ضلع چپہ درہ میں مجاہدین نے دیگل ارو دیگر علاقوں میں داعش کارندوں کے خلاف ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع کاروائی کا آغاز کیا، جس میں سات چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 9 داعش کارندے ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہو گئے۔

28 جون:

☆صوبہ پکتیا کے ضلع وازیخوا میں مختلف علاقوں میں نام نہاد قومی لشکر کے 16 جنگجو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆☆☆☆☆

”اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت ایک مستقل دین ہے، چنانچہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا انکار ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز درست نہیں ہو گا کہ جو شخص بھی اس نظام میں شریک نظر آئے'اُس پر آنکھیں بند کر کے کفر کا حکم لگا دیا جائے۔ کیونکہ کسی مسلمان کے قول یا عمل کا کفر ہونا ایک مسئلہ ہے اور اس قول یا فعل کے ارتکاب کے سبب خود اُس شخص کو کافر قرار دینا دوسرا مسئلہ۔ اس نازک اور اہم فرق کی طرف متوجہ نہ ہونے اور افراد پر کفر کا حکم لگانے میں بے احتیاطی کرنے سے وہ غلو جنم لیتا ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امتوں کی ہلاکت کا باعث قرار دیا“۔

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

عبدالرب ظہیر

قبائل اور مالاکنڈ ڈویژن کے ملحقہ علاقوں میں روزانہ کئی عملیات (کارروائیاں) ہوتی ہیں لیکن اُن تمام کی تفصیلات ادارے تک نہیں پہنچ پاتیں اس لیے میسر اطلاعات ہی شائع کی جاتیں ہیں۔ متعلقہ علاقوں کے ذمہ داران سے بھی گذارش ہے کہ وہ تفصیلی خبریں ادارے تک پہنچا کر اُمت کو خوش خبریاں پہنچانے میں معاونت فرمائیں (ادارہ)۔

۲مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے قندہاری مرزاخیل گاؤں میں مجاہدین کی طرف سے نصب کردہ مائن کو ناکارہ بناتے ہوئے پاکستانی فوج کے بم سکواڈ کے ۲ اہل کار ہلاک اور ۳زخمی ہوئے۔

۳مئی: بنوں کے علاقے ایف آر جانی خیل میں مجاہدین نے آرمی کی گاڑی کو بارودی سرنگ کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں گاڑی میں سوار تمام اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

۶مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے شیخ بابا میں واقع ناپاک آرمی کے پوسٹ کو ایک چھاپہ مار حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس میں ۵ فوجی اہل کاروں کے زخمی ہوئے۔

۷مئی: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل لوی ماموند، گبری سر میں پاکستانی فوج کے باڑ لگانے پر مامور اہل کاروں پر حملہ کیا گیا جس میں ۲ اہل کار ہلاک اور ۲ زخمی ہوگئے۔

۸مئی: شمالی وزیرستان کی تحصیل دوسلی کے علاقے سروبی میں فوجی گاڑی کو مائن حملہ میں تباہ کردیا گیا، جس میں ۴ فوجی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۸مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے میٹئ میں مجاہدین نے فوجی چیک پوصت پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چیک پوسٹ تباہ ہوگئی اور متعدد فوجی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۸مئی: مہمند ایجنسی کی وادئ سوران میں فوجی پوسٹوں پر مارٹر گولے داغے گئے۔ جس کے نتیجے میں ۶ فوجی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۱۰مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی میں املوکوٹوپ کے مقام پر فوج پر چھاپہ مار حملہ کیا گیا، حملے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک ہوا۔

۱۱مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے انارگی میں ایک فوجی اہل کار کو سنائپر کے ذریعے نشانہ بنا کر جہنم واصل کر دیا گیا۔

۱۱مئی: بنوں میں کوہاٹ چونگی کے علاقے میں پولیس موبائل پر مائن حملے کے نتیجے میں ۲ پولیس اہل کار ہلاک اور ۴زخمی ہوئے۔

۱۲مئی: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل چارمنگ کے علاقہ بابڑہ میں سیکورٹی فورسز کی گاڑی کو مائن حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک ہوا۔

۱۳مئی: شمالی وزیرستان کی تحصیل شوال کے علاقے درے نشتر میں مجاہدین نے گھات لگا کر پاکستانی فوج پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۸ فوجی اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ۴ کلاشن کوف اور یک مائن ڈیٹکٹر مشین بھی غنیمت کی۔

۱۳مئی: بلوچستان کے ضلع مستونگ کے علاقہ کلی سمالانی کے قریب ایف سی کی پیدل پارٹی پر مائن حملہ کیا گیا۔ ۲ ایف سی اہل کار ہلاک ہوگئے۔

۱۳مئی: شمالی وزیرستان کی تحصیل شوال کے علاقے زوئے میں مجاہدین نے گھات لگا کر فوجی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں سوار 3 اہل کار ہلاک ہوگئے اور گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔

۱۴مئی: ڈیرہ اسماعیل خان میں پرانی سبزی منڈی کے قریب فارنگ سے پولیس اہل کار ہلاک ہوگیا۔

۱۴مئی: شمالی وزیرستان کی تحصیل میران شاہ کے علاقہ بویا بائی پاس پر سیکورٹی فورسز کی گاڑی پر بارودی سرنگ حملہ میں ۳ سیکورٹی اہل کاروں کے زخمی ہونے کی سرکاری ذرائع نے تصدیق کی۔

۱۴مئی: شمالی وزیرستان کے علاقے شوال میں کونڈغر کے مقام پر مجاہدین نے تین مختلف جگہوں پر پاکستانی فوج کے مورچوں پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں فوج کو شدید جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۶مئی: نوشہرہ کینٹ میں کچہری چوک پھاٹک پر سیکورٹی فورسز کے قافلے پر فدائی حملے میں ۶ اہل کار ہلاک اور ۱۴ زخمی ہوئے۔

۱۶مئی: بلوچستان کے ضلع مستونگ میں مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں ایم آئی کا کرنل سہیل ہلاک اور ۴ دیگر سیکورٹی اہل کار شدید زخمی ہوئے۔

۱۷مئی: ضلع نوشہرہ کے علاقے کچہری چوک کے قریب ایف سی کی گاڑی کو فدائی حملے سے نشانہ بنایا گیا۔ جس کے نتیجے میں گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور متعدد ایف سی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۳مئی: شمالی وزیرستان کے علاقے بانگی درا میں فوجی گاڑی پر بارودی سرنگ حملہ کے نتیجے میں گاڑی تباہ ہوگئی جب کہ ۴ فوجی اہل کار ہلاک اور ۳ شدید زخمی ہوئے۔

۲۹مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے کوز چمرکنڈ میں خاصہ دار فورسز کے نئی بننے والی چوکی کو مائنز کے ذریعے نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ۳ اہل کار ہلاک ہوئے اور چوکی مکمل طور پر خاکستر ہوگئی۔

۳۱مئی: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے تورخیل میں ناپاک فوج کے پوسٹ کو گوریلہ حملے کا نشانہ بنایا، جس میں متعدد آرمی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲جون: شمالی وزیرستان کی تحصیل میران شاہ میں سروبی کے علاقے میں پولیٹیکل انتظامیہ کے قافلے پر فائرنگ سے پولیٹیکل محرر حمید اللہ ہلاک اور ۳لیویز اہل کار زخمی ہوئے۔

۲جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ناوگئی کے علاقے برہ کمانگرہ میں فوجی پوسٹ پر حملے میں متعدد سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲جون: شمالی وزیرستان کی تحصیل میرانشاہ کے رزمک روڈ پر سروبی کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کی گاڑی کو انتہائی قریب سے نشانہ بنایا، حملے میں گاڑی مکمل طور پر آگ کا ایندھن بنی اور اس میں سوار ۴اہل کار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

۲جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقے المازوتوب سر کی چیک پوسٹ پر سنائپر حملے میں ایک فوجی اہل کار ہلاک ہوا۔

۲جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ناوگئی کے علاقے برہ کمانگرہ میں فوجی پوسٹ کو ایک حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس میں فوج کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۳جون: بلوچستان کے ضلع ژوب کی تحصیل کمر دین میں ایف سی چیک پوسٹ پر مجاہدین کے حملے میں ۱۲ ایف سی اہل کار ہلاک اور ۶ زخمی ہوئے۔

۳جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے چرتنہ میں آرمی پوسٹ کو گوریلہ حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ۳اہل کار زخمی ہوئے۔

۳جون: ڈی آئی خان تھانہ سٹی کی حدود میں فقیرنی گیٹ پولیس چیک پوسٹ پر حملے میں ۲ پولیس اہل کار زخمی ہوئے۔

۴جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقے سپری میں ناپاک آرمی کے ۳اہل کاروں کو فائرنگ کرکے زخمی کر دیا گیا۔

۴جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقے انات بانڈہ میں فوجی اہل کار کو سنائپر کے ذریعے کامیابی سے ٹارگٹ کیا گیا۔ بعد ازاں دوسرا فوجی اُس کی لاش اٹھانے آیا تو اُسے بھی سنائپر سے نشانہ بنا کر مردار کر دیا گیا۔

۴جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقے سپری میں پوسٹ کے لیے پانی لے جانے والے دو سیکورٹی اہل کاروں کو سنائپر حملے میں نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا گیا۔

۴جون: شمالی وزیرستان کے علاقے شوال میں سیکورٹی فورسز پر حملہ میں ۳ سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔

۴جون: بلوچستان کے ضلع مستونگ میں چیک پوسٹ پر فدائی حملے میں ۲ ایف سی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

۶جون: مہمند ایجنسی کی وادئ سوران میں واقع دری سری نامی پوسٹ کو گوریلہ حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس میں ایک فوجی اہل کار ہلاک ہو گیا۔

۶جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے علینگار میں مجاہدین نے خاصہ دار فورسز کے صوبیدار شیر علی کو گرفتار کرکے مختصر تفتیش کے بعد قتل کر دیا گیا۔

۶جون: کوئٹہ کے علاقے ارباب کرم خان روڈ پر پولیس وین پر حملے میں ایک پولیس اہل کار ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

۷جون: لوئر دیر کے علاقے سوری پاولا موتی میں حملہ میں مقامی امن کمیٹی کے رکن سرفراز کو قتل کر دیا گیا۔

۷جون: لوئر دیر کے علاقے سوری پاولا موتی میں مائن حملہ میں پولیس وین تباہ ہو گئی جب کہ ایس ایچ او سمیر سمیت ۲ پولیس اہل کار مارے گئے اور ایک زخمی ہوا۔

۱۵جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے شندرہ میں واقع فوج کی مناری نامی پوسٹ کو ایک تیز حملے کا نشانہ بنایا، حملے میں سیکورٹی اہل کاروں کو گھات کا نشانہ بھی بنایا گیا جس میں ۵اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے ۔

۱۵جون: شمالی وزیرستان مین پاک افغان سرحد کے قریب فوجی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۳فوجی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

۱۵جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے شندرہ میں مناری چیک پوسٹ پر حملہ میں ۵ سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے

۱۶جون: شمالی وزیرستان کے علاقے شوال میں ۳سیکورٹی اہل کاروں کو اُس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ پوسٹ کے لیے پانی لینے جا رہے تھے۔ اس حملے کے نتیجے میں تینوں اہل کار موقع پر ہلاک ہو گئے۔

۱۶جون: کوئٹہ شہر میں کلی بنگلزئی کے مقام پر لیویز کی گاڑی پر مجاہدین کے حملہ میں ۳لیویز اہل کار مارے گئے۔

۱۷جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے ثن درہ میں فوجی چیک پوسٹ پر حملہ کے نتیجے میں ایک اہل کار ہلاک اور کئی زخمی ہوئے،

۱۸جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے میٹئ میں سیکورٹی پوسٹ پر حملہ میں ۲ اہل کار ہلاک ہوئے۔

۱۸جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے شیخ بابا میں باڑ لگانے پر مامور اہل کار ایک گوریلہ حملے کا نشانہ بنے جس میں ۱۳اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۱۹جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے شیخ بابا میں آرمی اہل کاروں کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ باڑ لگانے میں مصروف تھے جس کے نتیجے میں ایک اہل کار ہلاک جبکہ دو زخمی ہوئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۴پر)

زاہد مصطفیٰ

روسی سفارت خانے کی گاڑی کی ٹکر سے پاکستانی فضائیہ کا اہل کار بیوی اور بچی سمیت زخمی:

روسی سفارت خانے کے تھرڈ سیکریٹری ایلگزینڈر نے مارگلہ روڈ سے گزرتے ہوئے موٹر سائیکل سوار فضائیہ کے اہل کار کو ٹکر ماری۔ واقعے میں وہ بیوی بچی سمیت خود بھی زخمی ہوا۔ بعد کی شرمندگی سے بچنے کے لیے انتظامیہ نے روسی اہل کار کو گرفتار کرنے کی زحمت ہی نہیں کی۔ ویسے بھی اب تک تو پاکستانیوں کو ایسے واقعات کو معمول کا واقعہ سمجھ کر عادت سی ہو جانی چاہیے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس واقعے کا محرک روسی سرکار کی اطاعت میں نئی نئی آنے والی پاکستانی سرکار اور کرائے کے فوجیوں کا اخلاص جانچنا تھا کہ وہ کس حد تک قربانیاں دینے کو تیار ہیں یا پھر شاہ سے بڑھ کر شاہ کی غلامی کرنے والے خود ہی ایسے واقعات کے ذریعے اپنی اخلاص و وفا ثابت کرنا چاہتے ہیں، جبھی کسی قسم کا ردعمل سامنے نہیں آیا۔ یاد لاتے چلیں کہ دوماہ قبل کرنل جوزف کے معاملے کو بھی قانونی پیچیدگیوں میں الجھنے سے قبل ہی ان افراد کی کاوشوں کی بدولت بآسانی ملک سے فرار کروایا گیا جن کو قوم "محکمہ زراعت، خلائی مخلوق، مارخور" اور نہ جانے کن کن ناموں سے یاد کرتی ہے۔

اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر امریکیوں کے کتوں کے لیے بھی غیر معمولی پروٹوکول:

اطلاعات کے مطابق امریکہ آنے والے مسافر اپنے کتے بھی جہاز سے براہ راست ایئرپورٹ کے اندر لے آئے اور امریکی مسافروں کے ساتھ ان کے کتے بھی مسافروں کی لائن میں کھڑے رہے۔ جب کہ پاکستانی قانون کے مطابق پالتو جانوروں کو کارگو کے ذریعے لایا اور وصول کیا جاسکتا ہے۔ ایئرپورٹ کے اندر مسافر کے ہمراہ کسی بھی پالتو جانور کو نہیں لایا جاسکتا۔ یہ واقعہ ریاست کے اس مزاج کی بھرپور ترجمانی کر رہا ہے کہ ریاست، ریاستی اداروں اور ریاستی قوانین کی امریکیوں کے سامنے کوئی حیثیت ہے ہی نہیں جبھی اس قسم کے واقعات سے نہ تو ان کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ان نام نہاد لفافہ خور صحافیوں پر کہ ریاست کی عالمی سطح پر ایسی تذلیل اور گراوٹ سے وہ بھی مانوس ہو ہی چکے ہیں۔ ذرا اس واقعے کا موازنہ چند دن قبل سابق وزیراعظم کی تلاشی کی فوٹیج سے ہی لگا لیں کہ جو عزت وہ پاکستان کے وزیراعظم کو دینے کو تیار نہیں اس سے کئی گنا زیادہ پروٹوکول امریکی کتوں کو دیا جارہا ہے۔

الیکشن ۲۰۱۸ء اور سیاسی جماعتوں کے انتخابی منشور:

مسلم لیگ: پہلی نظر میں لگتا ہے کہ منشور کی تیاری میں زیادہ عمل دخل نواز شریف کے بجائے شہباز شریف کا تھا۔ جبھی ۲۰۱۳ء کے منشور میں کیا جانے والا وعدہ کہ "خفیہ ایجنسیوں کو پارلیمان کے زیر نگرانی لایا جائے گا"...اس کا کوئی ذکر نہیں۔ جب کہ جو موجودہ صورت حال بنی نظر آتی ہے اس کے تناظر میں تو اس وعدہ کو پورا کرنے کی دوبارہ کوشش کی جانی چاہیئے تھے لیکن اس کے برعکس اس نقطے کا غائب ہونا نواز لیگ کی جانب سے اسٹیبلشمنٹ کے سامنے کمزوری ہی ظاہر کرتی ہے۔ یہ بھی مضحکہ خیز حقیقت ہے کہ خارجہ پالیسی کو اسٹیبلشمنٹ سے آزاد کروانے کے دعوے دار، منشور میں وہی کچھ بیان کر رہے ہیں جو اسٹیبلشمنٹ کی خواہش ہے یعنی امریکہ سے تعلقات میں بہتری اور بطور بیک اپ چین اور روس سے معاشی اور دفاعی تعلقات کا فروغ۔ فوجی اشرافیہ کا چینی حکومت کے ایغور مسلمانوں پر مظالم اور روسی افواج کے شام میں مظالم کو نظرانداز کرنا، اس کی منطق تو سمجھ میں آتی ہے کہ ان جرنیلی غنڈوں کی سوچ و فکر کا مرکز و محور ان ملکوں سے خریدے جانے والے دفاعی سازوسامان میں کمیشن ہے لیکن سیاسی حکومتیں جو عوامی حمایت کے لالچ میں ہی سہی لیکن کسی قدر عوامی احساسات کی ترجمانی کرلیتی ہیں' چاہے وہ منافقانہ طرز پر اور جھوٹ پر مبنی ہی کیوں نہ ہو' حیرانگی ہے کہ انہیں بھی شام اور مشرقی ترکستان میں روس اور چینی حکومت کے مظالم سے کوئی لینا دینا نہیں۔

اے این پی: عوامی نیشنل پارٹی پاکستان کو مکمل سیکولر ریاست بنانے کا عزم رکھنے کا اعلان کر رہی ہے ساتھ ہی ساتھ مذہب کی جبری تبدیلی روکنے کے لیے قانون سازی بھی منشور کا حصہ ہے۔ ویسے لفظ "جبری تبدیلی" کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اصلاً تو یہ ہر اسلام قبول کرنے والے فرد پر جبری تبدیلی مذہب کا الزام لگاتے ہیں۔ یعنی ان کی منشاء تو یہ ہے کہ پاکستان میں کوئی اسلام قبول کر ہی نہ سکے۔ اور اس مقصد کے لیے قانون سازی بھی ہو رہی ہے۔ اب یہ سوال ان سرکاری مفتیان کرام سے پوچھا جانا چاہیئے کہ ریاست پاکستان کے آئین کے اس دعوے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے کہ ملک کا کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہو گا؟

پی پی پی: نیب کی توجہ کا منتظر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جس کے فراڈ میسجز اور رشوت کے ذریعے اس کا حق دار بننے کا پروگرام تقریباً ہر پاکستانی تک پہنچ چکا، اس دفعہ پھر منشور میں شامل کیا گیا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کو جبراً لاگو کروانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ باقی جماعتوں کے برخلاف کھل کر توہین رسالت کے قانون کے خاتمے کے لیے اس کے "غلط استعمال" کا راگ الاپا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مذہب کی تبدیلی روکنے کے لیے بھی وہی جبراً تبدیلی کا الزام تھوپتے ہوئے اس کے خلاف قانون سازی کا عزم ظاہر کیا گیا ہے۔ خارجہ پالیسی میں وہی روس چین امریکہ اور خلیجی

ریاستوں کے ساتھ تعلقات کا فروغ جس کا تعلق صرف اور صرف معیشت اور ملکی مفادات سے ہے۔ دفاعی بجٹ کے معاملے میں حیران کن طور پر دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ بنائیں گے اور اس پر نظر رکھی جائے گی۔ غالب گمان یہی ہے کہ خلائی مخلوق کے ہاتھوں زرداری کے چند ایک جگری یاروں کی گرفتاری، اور سوئس اکاؤنٹس کے چند ایک شوشے چھوڑ کر زبانی کلامی دھمکیاں ہی اس خواہش سے دست بردار کروا دیں گی۔

پی ٹی آئی: پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے دعوے دار جہاں لمبے چوڑے منصوبوں کی بات کر رہے ہیں وہیں ملک کی بڑھتی آبادی سے بھی پریشان ہیں۔ اس کے لیے منشور میں عزم ظاہر کیا گیا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے اور پیدائش میں وقفوں کو یقینی بنانے کے لیے وہ مختلف طریقوں میں استعمال ہونے والی پراڈکٹس کی تمام خواتین تک دستیابی کو یقینی بنائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ تمام مکتبہ فکر کے علما کی اس ضمن میں حمایت لے کر اس کی بھی تشہیر کروائی جائے گی تاکہ عوام کو پیدائش میں وقفوں کی رغبت دلائی جاسکے اور اسے عین اسلامی ثابت کیا جاسکے۔ بقیہ جماعتوں کی مانند تحریک انصاف بھی اقلیتوں کے غم میں گھلی جا رہی ہے اور منشور میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ ان کی حفاظت، ان کی سیاست میں شمولیت اور عہدوں پر تعیناتی کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ایک کروڑ ملازمتیں پیدا کرنے کا دعویٰ بھی کچھ کم مضحکہ خیز نہیں بہر حال بھڑک مارنا منع بھی نہیں پانچ کروڑ ملازمتوں کا دعویٰ کر لیتے تو کسی نے کیا کہنا تھا۔

بہر حال جو بات تمام پارٹیوں کے منشور میں شامل ہے وہ اقلیتوں کا غیر معمولی دفاع، ان کا اثر ورسوخ بڑھانا اور ان کی ممکنہ گستاخیوں کے نتیجے میں تحفظ فراہم کرنا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے امریکہ و مغرب کو اس ضمن میں مطمئن کر کے اپنی ریٹنگ ان کی نظر میں بڑھوانا چاہ رہے ہوں۔ اسی طرح پانی کا مسئلہ حل کرنے کا دعویٰ سب نے کیا ہے لیکن بھارت کی جانب سے متنازعہ ڈیم کی تعمیر رکوانے کے لیے یہ جماعتیں کیا لائحہ عمل رکھتی ہیں؟ اس کا کچھ اتہ پتہ نہیں! ہاں بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانا سب کی اولین ترجیح ہے۔

فیصل آباد الائیڈ ہسپتال بارہ سو نومولود بچوں کی فروخت کا انکشاف... ایم ایس اور تین گائناکالوجسٹ ملوث:

خبر کے مطابق نومولود بچی دو لاکھ اور بچہ تین لاکھ میں فروخت کیا جاتا رہا ہے۔ جب کہ خریدار زیادہ ہونے کی صورت میں بولی لگائی جاتی تھی۔ پانچ دن کی گمشدہ بچی برآمد ہونے پر یہ بیان ہسپتال کی ملازمہ خورشید بی بی نے دیا۔ اس نے مزید بتایا کہ وہ پچھلے تیس سالوں سے اس دھندے میں ملوث ہے۔ خورشید کے پاس خریداروں کی لمبی فہرست بمعہ موبائل نمبر موجود تھی جن میں پاکستانی افراد کے علاوہ غیر ممالک سے تعلق رکھنے والے خریدار بھی شامل تھے۔ اخباری نمائندے نے جب ایم ایس ہسپتال سے اس بابت جاننے کی کوشش کی تو موصوف کا کہنا تھا کہ بچوں کی چوری ملازمہ کا ذاتی فعل تھا۔ سب سے اہم سوال اس کیس میں یہ ہے کہ ان بچوں کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور غیر ملکی خریدار ان بچوں کا کیا کرتے ہیں اگر یہ کوئی فلاحی غرض سے ہوتا تو اس غیر قانونی طریقے کی کیا ضرورت تھی۔ تحقیق کی غرض سے انٹرنیٹ پر سرچ کیا تو ایک ویب سائیٹ ملی جو غیر ممالک خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کے لوگوں کو پاکستان سے بچے adopt کرنے (گود لینے) کی ترغیب دے رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ویب سائیٹ میں کسی قسم کا کوئی آفس پتہ حتیٰ کہ ٹیلیفون نمبر بھی نہیں دیا گیا ہے اور صرف ای میل پر رابطہ کرنے کا کہا گیا ہے۔

جب اے پی ایس واقعے میں جاں بحق ہونے والے بچے کے والد نے راحیل شریف پر دوران طواف جملے کسے:

فضل خان ایڈووکیٹ سوشل میڈیا پر اس وقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے پی ایس واقعے میں جاں بحق ہونے والے دو بچوں کے والد نے دوران طواف جب راحیل شریف کو دیکھا تو اسے بے ساختہ آواز دے بیٹھے "اوئے! اے پی ایس کے بچوں کے قاتل!"۔ اس کی آواز سن کر راحیل شریف نے اس شخص کو رعونت بھرے لہجے میں دیکھا اور سیکورٹی افسروں کو ہدایات دیں کہ اس شخص کو گرفتار کر لیا جائے، بعد ازاں اس بوڑھے شخص کو تفتیش کے بعد وارننگ دے کر چھوڑ دیا گیا۔ واضح رہے کہ جاں بحق ہونے والے بچوں کے اہل خانہ کی جانب سے جوڈیشل کمیشن کے قیام کا مطالبہ ایک عرصے تک کیا جاتا رہا اور سپریم کورٹ میں لگائی گئی پٹیشن میں بھی یہ موقف اختیار کیا گیا کہ انہیں فوج کی جانب سے کی جانے والی کارروائی پر اعتماد نہیں۔ ان بھولے لوگوں کو اب کون بتائے کون سمجھائے کہ اگر شفاف تحقیقات ہوئیں تو یہ بات کیا سامنے نہیں آجائے گی کہ بچوں کو مارنے والے فوجی ہی تھے جنہیں طالبان اور اسلام پسندوں کے خلاف جنگ کو بھڑکاوا دینے کے لیے ایندھن بنایا گیا۔ بھلا یہ جرنیل کب چاہیں گے کہ حقیقت آشکار ہو... کبھی نہیں!!!

کراچی واٹر بورڈ کی ۲۵ ارب کی اراضی کی غیر قانونی فروخت کا انکشاف:

واٹر بورڈ کے سابق ایم ڈی بریگیڈیر (ر) افتخار حیدر سے نیب کی تحقیقات کے دوران یہ سکینڈل سامنے آیا ہے۔ تحقیقات کے بعد شواہد ملنے پر دو مزید افراد اکو گرفتار کیا گیا ہے جب کہ ایک افسر ریٹائرمنٹ کے بعد امریکہ شفٹ ہو چکا ہے۔ دورانِ تحقیقات معلوم ہوا ہے کہ مذکورہ پچیس ایکڑ قیمتی زمین کی غیر قانونی الاٹمنٹ اس وقت کی گئی جب واٹر انیڈ

سیوریج بورڈ کا ایم ڈی بریگیڈیر (ر) منصور احمد صدیقی تھا بعد ازاں بریگیڈیر (ر) افتخار حیدر نے ۲۰۰۴ء میں ایم ڈی واٹر بورڈ کا چارج سنبھالا اور اس زمین کی غیر قانونی فروخت اور ادائیگیوں کا سلسلہ ۲۰۰۸ءتک جاری رہا۔ یہ صورت حال کسی ایک محکمے کی نہیں ہے بلکہ کئی دوسرے محکمے، ادارے اور رہائشی اور صنعتی سکیمیں ہیں جہاں فوجی افسران بغیر کسی رکاوٹ کے زمینوں کی بندر بانٹ کروالیتے ہیں۔ حال ہی میں نیب نے ریلوے گالف کلب لاہور کی زمینیں لیز پر دینے کے دوران بے ضابطگیوں اور کرپشن کے معاملات کے خلاف تحقیقات کا آغاز کیا تھا۔ کیس میں لیفٹیننٹ جنرل جاوید اشرف قاضی چیئرمین ریلوے، سابقہ وزیر اطلاعات لیفٹیننٹ جنرل سعید الظفر، سابقہ ممبر فنانس ریلوے بریگیڈیر اختر علی بیگ سمیت کئی دوسرے اعلیٰ افسران کو نامزد کیا ہے۔ ان افراد نے زمینوں کی فروخت میں خرد برد کر کے قومی خزانے کو دو بلین روپوں کا نقصان پہنچایا۔

اقتدار کے لیے بابا فرید کی چوکھٹ پر سجدہ:

نئی زوجہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے عمران خان نے بابا فرید کی چوکھٹ پر اور اس سے قبل داخل ہوتے ہوئے سیڑھیوں پر بھی سجدہ کیا۔ ملک کو امریکہ اور مغربی ممالک کی غلامی سے نکالنے اور خارجہ پالیسی کو آزاد بنانے کے دعوے دار ضرور سوچیں کہ جو شخص اقتدار میں آنے کے لیے قبروں پر سجدہ ریز ہو گیا، وہ اقتدار میں آکر اقتدار میں رہنے کے لیے کس کس کے سامنے سجدہ ریز ہو گا؟! باقی رہی وہ مذہبی سیاسی جماعتیں جو عمران خان کے اس عمل پر پوائنٹ سکورنگ کرتی رہیں اور کفر کے فتوے دیتی رہیں، وہی چند دنوں بعد مختلف سیٹوں پر تحریک انصاف سے اتحاد کرتی نظر آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان نادانوں کو جمہوری نظام کا شرک بھی نظر آئے اور جس طرح وہ فکری طور پر طواغیت وقت کے سامنے سجدہ ریز ہیں اس شرک سے بھی اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے۔ آمین

ڈاکٹر عافیہ پر جنسی، جسمانی اور ذہنی تشدد:

امریکہ میں تعینات پاکستانی قونصل جنرل عائشہ فاروقی نے ۲۳ مئی ڈاکٹر عافیہ سے ملاقات کی تھی۔ قونصل جنرل نے ملاقات کے دوران ڈاکٹر عافیہ سے حاصل ہونے والی معلومات کو تحریری رپورٹ کی شکل میں پاکستانی حکام کے حوالے کیا۔ ملاقات کے دوران ڈاکٹر عافیہ نے بتایا کہ جیل اہل کاران کے سامان پر پیشاب کر دیتے ہیں۔ انہیں سیوریج کا پانی استعمال اور پینے کے لیے دیا جاتا ہے، ان کا سکارف نوچا جاتا ہے، اور اکثر اوقات ان کی چیزیں چھین لی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر عافیہ نے بتایا کہ جیل عملہ کئی بار ان پر جنسی حملہ کر چکا ہے اور فروری کے مہینے میں سپر وائزر نے اپنے دو ساتھی اہل کاروں کے ساتھ مل کر ان سے جنسی زیادتی کی کوشش کی۔ ملاقات کے دوران میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ جیل اہل کار ڈاکٹر عافیہ پر ذہنی تشدد کی غرض سے ان کی فیملی کے متعلق غلط معلومات فراہم کرتے رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ڈاکٹر عافیہ کی والدہ پاکستان میں قید ہیں اسی وجہ سے وہ فون پر ڈاکٹر عافیہ سے بات نہیں کر سکتیں۔ قونصل جنرل کے مطابق ڈاکٹر عافیہ وہاں ہر شخص سے سہمی ہوئی تھیں۔ انہیں ہر وقت آبروریزی کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ انہیں دوا کھلائی جاتی ہے جس سے وہ نیم بیہوشی کی حالت میں چلی جاتی ہیں۔ اپنی والدہ کو خط میں لکھتی ہیں:

> "عافیہ کا پیغام اپنی امی کے لیے.... مجھے کوئی بیماری نہیں ہے نہ جسمانی نہ ذہنی..... یہاں پر تقریباً سب مرد و عورتیں rapist (زناکار) ہیں۔ میں نے دین نہیں چھوڑا ہے، جتنا ممکن ہے میرے لیے میں اتنا اسلام پر چلنے کی پوری کوشش کرتی ہوں اور اللہ اس کا گواہ ہے"۔

قونصل جنرل کی جانب سے تیار کی گئی رپورٹ میں پاکستان کے اعلیٰ سفارتی حکام سے سفارش کی گئی ہے کہ ڈاکٹر عافیہ کی وطن واپسی کے معاملے کو اعلیٰ سطح پر اٹھایا جائے۔ واضح رہے کہ امریکہ شکیل آفریدی کے بدلے ڈاکٹر عافیہ کو پاکستان کے حوالے کرنے کی تجویز دے چکا ہے لیکن پاکستان نے انکار کیا۔ ڈاکٹر عافیہ کی بہن ڈاکٹر فوزیہ کے مطابق انہوں نے اپنی تمام جمع پونجی ڈاکٹر عافیہ کے لیے کیے گئے وکیلوں کی فیس میں خرچ کر دی ہے۔ ۲۰۱۷ء میں جب اوباما وائٹ ہاؤس چھوڑ کر جارہا تھا تو عام معافی دی جارہی تھی۔ ڈاکٹر عافیہ کی معافی کے لیے دستاویزات تیار کروا کے وائٹ ہاؤس پہنچا دی گئی تھیں بس صرف پاکستانی حکومت کی طرف سے باضابطہ معافی کی درخواست جانی تھی جو کہ پاکستانی حکومت نے نہیں بھیجی۔ اس طرح حکومت پاکستان کے اس مجرمانہ فعل کے باعث ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کا یہ موقع بھی ضائع ہوا اور اس کے نتیجے میں ساری محنت اور پیسہ برباد ہوا۔ ابھی حال ہی میں ایوان ریڈلی کی جانب سے ایک بیان سامنے آیا کہ افغان طالبان کی جانب سے امریکی فوجی کی رہائی کے بدلے ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا جسے امریکہ نے تسلیم کر لیا تھا لیکن پاکستانی خفیہ اداروں نے اس تبادلے کو رکوا دیا اور افغان طالبان کو صاف طور پر کہا کہ اگر ڈاکٹر عافیہ رہا ہو کر آ بھی گئیں تو اُنہیں اگلے ہی دن گولی مار کر قتل کر دیا جائے گا۔ مطلب صاف ظاہر ہے پاکستانی خفیہ ادارے جانتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر عافیہ کی واپسی ممکن ہوتی ہے تو ڈاکٹر عافیہ سے جڑے بہت سے تلخ حقائق اور خفیہ اداروں کے کرتوت بے نقاب ہوں گے۔

امریکہ میں اسلحہ رکھنے کا رجحان:

اسلحے کے حوالے سے کیے جانے سمال آرم سروے کے مطابق امریکی آبادی جو دنیا کی کل آبادی کا ۴.۲ فی صد ہے کے پاس دنیا کا چالیس فی صد اسلحہ ہے۔ فی صد کے اعتبار سے امریکہ میں سو ملین آبادی کے پاس اسلحہ رکھنے کا تناسب ۱۱۲.۶ فی صد ہے۔ یعنی فی صد

کے اعتبار سے امریکہ کی آبادی کا ہر شخص اسلحے سے لیس ہے۔ یہ اس ملک کی عوام کا حال ہے جو دنیا بھر میں امن بانٹنے کی دعوے دار ہے۔ آئے روز کسی نہ کسی شخص کا ہجوم، سکولوں یا کلبوں میں فائرنگ کرنا معمول کی بات بن گیا ہے بس فرق صرف یہ ہے کہ یہ خبریں اسطرح پروجیکٹ نہیں کی جاتیں جب تک حملہ آور مسلمان نہ ہو۔ حالت یہ ہے کہ امریکہ 'سیریل کلرز کے حوالے سے بھی دنیا بھر میں اچھے خاصے مارجن کے ساتھ سرفہرست ہے، جس تک پہنچنا کسی ایک ملک تو کیا بلکہ بیس ممالک مل کر بھی اس تعداد کو نہیں پہنچ سکتے۔ شماریات کے ادارے ورلڈ اٹلس کے مطابق امریکہ ۲۷۴۳ سیریل کلرز کے ساتھ پہلے نمبر پر انگلینڈ ۲۴۵ کے ساتھ دوسرے نمبر پر، جنوبی افریقہ ۱۱۲، کینیڈا ۱۰۱، اٹلی ۹۴، جاپان ۹۱، جرمنی ۷۵، آسٹریلیا ۷۵، روس ۷۰، اور انڈیا ۶۵ سیریل کلرز کے ساتھ دسویں نمبر پر ہے۔ امریکہ کے ۲۷۴۳ سیریل کلرز کے ریکارڈ کو دیکھا جائے تو ان میں پچاس سے لے کر سو سے زائد افراد کو قتل کرنے والے سریل کلرز موجود ہیں، جن کے جرم کی داستانوں پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ان قاتلوں کی زندگیوں اور قتل کی وارداتوں کی انسائیکلوپیڈیا موجود ہیں جن پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایسا صرف اور صرف کسی شیطان پرست معاشرے میں ہی ہو سکتا ہے۔ نجانے امریکہ کی چکاچوند میں گم ہونے والے، انسانیت بڑا مذہب کے دعوے دار 'امریکی معاشرے کی اس تصویر سے لاعلم کیوں ہیں۔ باقی رہے امریکہ کے ریاستی جرائم اور قتل عام جو وہ امریکہ سمیت دنیا بھر میں کرتا آیا ہے اور تاحال کر رہا ہے اس پر کچھ کہنا ایک الگ موضوع ہے۔

جمہوری دلدل میں گرنے والے نئے شکار:

اطلاعات ہیں کہ لشکر طیبہ اور جماعت الدعوہ کے رہنما حافظ سعید صاحب کے صاحب زادے الیکشن میں حصہ لے رہے ہیں۔ حافظ سعید صاحب نے بڑا عرصہ منبر و محراب میں اور ٹیلی ویژن چینلز پر بھی جمہوری نظام کے غیر اسلامی ہونے کے دلائل دیے ہیں۔ ۲۰۰۸ء قادسیہ مسجد لاہور ایک خطبہ کے دوران تو انہوں نے یہاں تک کہا کہ ہم نے حماس کے وفد سے ملاقات میں بھی انہیں جمہوریت چھوڑ کر جہاد کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی۔ بہر حال یہ تو ابھی شروعات ہیں یقیناً انہوں نے دوسری مذہبی سیاسی جماعتوں سے بہت کچھ سبق لیا ہو گا جو جمہوری راستوں سے اسلام کے نفاذ کی خواہاں ہیں اور ان کے سامنے مصر کی صورت حال بھی نظر انداز کیے جانے کے قابل تو نہیں ہو گی... بہر حال فیصلہ تو ان کارکنان کو بھی کرنا ہو گا جو روز بدلے جانے والے موقف کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ الحمدللہ جہاد کشمیر میں ایک نیا ولولہ اور عزم ہر کسی کو نظر آرہا ہے۔ جنتوں کے متلاشی بھلا اب کیسے جمہوریت کی بھول بھلیوں یا ایجنسیوں کے سرابوں پر اعتماد کر سکیں گے!!!

بقیہ: غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

۲۰ جون: بلوچستان کے صدر مقام کوئٹہ شہر کے علاقے نواں کلی میں پولیس گاڑی پر حملہ میں ۲ پولیس اہل کار ہلاک اور سب انسپکٹر عبدالصمد زخمی ہوا۔

۲۱ جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقہ شیخ بابا میں ناپاک فوج کے باڑ لگانے والے عملے پر کامیاب حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۲ اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

۲۲ جون: شمالی وزیرستان کی تحصیل سپین وام کے علاقے ڈنڈے کچ میں واقع چیک پوسٹ پر حملے میں ایک سیکورٹی اہل کار ہلاک ہو گیا۔

۲۳ جون: جنوبی وزیرستان کی تحصیل لدھا کے گاؤں اسپینامینا میں سیکورٹی فورسز پر حملہ کے نتیجے میں ۲ حوالدار ہلاک ہوئے۔

۲۴ جون: شمالی وزیرستان کے علاقے شوال میں زوئی کے مقام پر مجاہدین اور فوج کے مابین جھڑپ میں ایک فوجی اہل کار ہلاک اور ۲ شدید زخمی ہوئے۔

۲۵ جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے تین پوسٹوں تڑوسر، املوکوٹوپ اور مرغانو کمر پر ایک تعارضی حملہ میں سیکورٹی فورسز کے ۶ اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۶ جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل بائزئی کے علاقے میٹئی میں سیکورٹی پوسٹ پر پانی لے جانے والے اہل کاروں پر حملہ کے نتیجے میں ۲ اہل کاروں ہلاک ہو گئے۔

۲۸ جون: باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ناوہ گئی لکے علاقہ کنگرہ گاؤں آدم خیل میں فوجی چیک پوسٹوں پر حملے کے نتیجے میں ۲ سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔

۲۹ جون: مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی کے علاقے چرتنہ میں سرحدی باڑ لگانے پر مامور اہل کاروں پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں متعدد سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۹ جون: شمالی وزیرستان کی تحصیل رزمک میں فوجی گاڑی پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی ہلاک اور ۵ زخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

"آج ہم جس مرحلے سے گزر رہے ہیں، ہمیں مجاہدین کی طرف سے خطا اور تجاوزات کی کثرت نظر آتی ہے۔ اس کا سبب مجاہدین کی صفوں میں ایسے افراد یا گروہوں کی شرکت ہے جن کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تربیت نہیں ہوئی یا اُن میں جہالت اور اخلاقی فساد پایا جاتا ہے۔ اہلِ علم اُنہیں فجار سے تعبیر کرتے ہیں لیکن وہ جہاد کر رہے ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا خوف اور فکر ہونی چاہیے کہ تحریکِ جہاد انحراف و فساد یا ہلاکت کا شکار نہ ہو جائے"۔

شیخ عطیۃ اللہ اللیبی رحمہ اللہ کے امرائے جہاد کے نام پیغام سے اقتباس

تجھ سے اے فوج! ہمیں صرف عداوت ہو گی!!!

پاکستانی فوج کے اُن "عقل مندوں" کے نام

جو بھی الفاظ... کی زبان سمجھتے ہیں

ظلم کے دور میں ہر سمت بغاوت ہو گی
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!
ہر مسلماں پہ اگر یوں ہی مصیبت ہو گی
تجھ پہ ہر گام قیامت ہی قیامت ہو گی

سختی و جبر سے تم نے ہمیں مجبور کیا
قید و عدوان کے آزار سے رنجور کیا
راحت و چین کے حالات سے پھر دور کیا
کیوں نہ اس پر ہمیں للکار کی جرأت ہو گی
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

ہم نے تحکیم شریعت کا تقاضا ہی کیا
کیا برا تھا! جو نصیحت کا ارادہ ہی کیا
تم نے بدلے میں فقط خون بہایا ہی کیا
ہم کو بھی اب ترے کردار سے نفرت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

ہم بھی انسان ہیں! تعذیب پہ چلائیں گے
ترے قلعوں میں ہر اک سمت سے ہم آئیں گے
بجلیاں بن کے بہر وقت قہر ڈھائیں گے
اب مقابل ترے اسلام کی طاقت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

تم نے بنگال میں کیا کیا نہ تشدد برتا
لال مسجد میں بہائے تھے لہو کے دریا
اور قبائل میں بھی ہر گام ہے آہن برسا
اب مقدر میں ترے صرف ذلالت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

تم نے اسلام کے دشمن سے کیے یارانے
ہر مجاہد کے عوض اُن سے لیے نذرانے
قوم کی نظروں میں اب ہو گئے تم بیگانے!
کب تلک تم پہ وہ تعریف و عنایت ہو گی؟
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

تم تو اخلاص سے انگریز کے نوکر ہی رہے
کفر و الحاد کے تم آج بھی خوگر ہی رہے!
ملک و ملت کے لیے صرف ستمگر ہی رہے
سامنے قوم کے ہر ایک صداقت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

تم نے بیچا ہے مرے دیس کی آزادی کو
تم نے رسوا کیا کشمیر کی اُس وادی کو
تم نے چاہا ہے مگر اپنی ہی بربادی کو
تم سے اِس دیس کی ہرگز نہ حفاظت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

تم سے ٹکرائیں گے ہم ظلم رہے گا جب تک
ہر مسلماں یہاں خاموش رہے گا کب تک؟
تم نے کفار سے رکھی ہے محبت اب تک!
ہم کو بھی آج سے محبوب "شہادت" ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

اب نہ مٹ پائے گا تم سے وہی ایمان ہیں ہم
جو نہ رک پائے گا تم سے وہی طوفان ہیں ہم
تم نے سمجھا ہی نہیں! حاملِ قرآن ہیں ہم
اب مرے دیس میں تنفیذِ خلافت ہو گی!
تجھ سے اے فوج ہمیں صرف عداوت ہو گی!

چشمِ حرم کی نیند اڑا دی، صہیونی خوں خواروں نے
قدس کو مرکز ٹھہرایا ہے، فطرت کے بیماروں نے

یہ اقدام ہے اک سرچشمہ، اگلی خونیں جنگوں کا
آؤ! دیکھو! کھول دیں آنکھیں، یاجوجی دیواروں نے

سر بہ کفن ہو کلمہ والو! مسجدِ اقصیٰ روتی ہے
دیکھو کیسا جال بُنا ہے، دجالی کرداروں نے

عیش کو چھوڑو، دین کو پکڑو، قبلہ اول زد میں ہے
جس کو دلائی تھی آزادی ایوبی تلواروں نے

تاریخی اوراق جو کھولیں، آنکھ لہو برساتی ہے
کفر کو مضبوطی بخشی ہے ملت کے غداروں نے

قہر تو یہ ہے وہ دین ہی آج غریب الغرباء ہے
جس کو دیا تھا خون نبیؐ نے اور نبیؐ کے یاروںؓ نے

خاکِ عرب کے شیخ پڑے ہیں جامِ تعیش پی پی کر
چھوڑ دیا اسلام کو تنہا، کعبہ کے معماروں نے

عصرِ رواں کے اکثر مومن عشقِ بتاں میں کھو بیٹھے
پیش کیا جب حور بنا کر مغرب کے عیاروں نے

خونِ مسلماں موت سے ڈر کر جوش میں آنا بھول گیا
لاشوں کے انبار لگائے طاغوتی مکاروں نے

دشمنِ دیں تو دشمن ہی ہیں، ان کی شکایت کیا کرنا
دین پہ خود تلوار چلائی، دین کے خدمت گاروں نے

حافظ ابن الامام

دینِ جمہوریت ‘عصرِ حاضر کا سب سے بڑا بت اور فتنہ ہے

عصرِ حاضر کی عظیم ترین مصیبت اور دینِ اسلام کو درپیش بڑی آزمائش مغرب کا یہ کفریہ نظام ہے جسے جمہوریت کہا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش سر تا پا کفر میں غرق مغرب میں ہوئی، اس کی پرورش مغرب کے حیا سے عاری ماحول نے کی.....اور فسق و فجور میں ڈوبی اس دنیا میں ہی یہ نظام اوجِ کمال تک پہنچا۔ اور آج یہ نظام مسلمانوں کی غفلت، ان کی حکومت کے ارتداد اور ان کے معاشروں کی کمزوری کے باعث مسلمان معاشروں میں پھیل چکا ہے۔ اس کے پھیلاؤ میں علما کی خاموشی اور عوام کی جہالت نے بھی گہرا حصہ ڈالا ہے۔ الا من رحم اللہ۔

معاشرے میں صالح قوتوں کے فقدان کی وجہ سے جمہوریت کو مسلم علاقوں میں اپنے جھنڈے گاڑنے اور زہریلے عقائد پھیلانے کا موقع ملا۔ ہمارے ہاں دو قسم کے لوگوں نے اس کے لیے اپنا دامن پھیلا دیا اور بسر و چشم اسے قبول کیا۔ ایک تو بے وقوف اور نادان لوگ جو اس کفریہ نظام کے خوش نما دعوؤں سے دھوکے کا شکار ہو گئے اور دوسری قسم دھوکے باز مفسدین کی ہے جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو ہلاکت کی راہ پر ڈال کر ان کو جان کنی کی حالت تک پہنچا دیا۔ لہٰذا شوریٰ کے نام پر کفرِ اکبر نے رواج پکڑا، آزادی کے نعروں میں فحاشی پروان چڑھی، آزادیٔ اعتقاد کے بھیس میں الحاد و زندقہ نے جڑ پکڑی، حریتِ فکر کے نام پر جاہلوں میں دین پر طعن و تشنیع کی جرأت پیدا ہوئی اور آرا کے تنوع و تعدّد کی دلیل پر یہ امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔ اور ان تمام قباحتوں کے باوجود اس دینِ جدید کی حمایت میں منبر و محراب تک سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہر قسم کے پڑھے، سنے اور دیکھے جانے والے وسائلِ نشر و توزیع لوگوں کو اس دینِ جدید کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور فوجوں کی فوجیں اس دین کی حمایت اور تنفیذ کی خاطر جمع کی جا رہی ہیں۔

اللہ کی قسم! یہی دینِ جمہوریت ‘عصرِ حاضر کا سب سے بڑا بت اور فتنہ ہے جس کی آگ نے اسلام کے روشن چہرے کو گہنا دیا ہے اور اس شفاف چشمۂ ہدایت کو گدلا دیا ہے اور اگر فساد فی الارض سے روکنے والے کچھ بچے کھچے اہل علم و ایمان نہ ہوتے، تو اس دینِ متین کو اس کے نام لیواؤں ہی کے ہاتھوں اکھیڑا جا چکا ہوتا اور اس عظیم محل کی بنیادیں تعمیر کرنے والی کدالوں ہی سے اسے زمین بوس کر دیا جاتا۔ لیکن اللہ ربّ العزّت کا ارادہ یہی ٹھہرا کہ اپنے دین کی حفاظت کرے اور اپنی شریعت کو باقی رکھے اور اس مقصد کے لیے اپنے کچھ ایسے بندوں کو کھڑا کرے جو اپنی زبان اور تلوار سے اس دین کے دفاع کا فریضہ سر انجام دیتے رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق بنیں:

> ”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے گا جب کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے“۔

شیخ ابو یحییٰ اللیبی رحمہ اللہ